مجالس غورغشتوی

عمدۃ المحدثین، زبدۃ الکاملین،

شاہ ولی اللہ عصر، عارف باللہ، ابوذرِ زمانہ،

شیخ الحدیث حضرت مولانا

نصیر الدین صاحب غورغشتوی

قدس اللہ سرہ العزیز

کے

ملفوظات

ترجمہ اردو

خطیب اسلام حضرت مولانا

محمد امیر صاحب بجلی گھر

ترتیب: مفتی محمد قاسم بجلی گھر

ادارہ بلاغ الناس

(شعبہ اشاعت)

اسلام آباد پاکستان

نام کتاب: مجالس غور غشتویؒ

مؤلف: مفتی محمد قاسم بجلی گھر

اشاعت: ۲۰۱۱ء

کمپوزنگ: ایکسپرٹ گرافکس پشاور ۲۵۸۰۳۰۹_۰۱۹

ناشر: مدرسہ فاروقیہ لالہ زار کالونی علاقہ مولانا بجلی گھر لنڈی ارباب روڈ پشاور پاکستان

طابع: ایکسپرٹ گرافکس

تعداد: ایک ہزار

قیمت:

﴿رابطہ﴾

مدرسہ فاروقیہ لالہ زار کالونی علاقہ مولانا بجلی گھر لنڈی ارباب روڈ پشاور پاکستان

موبائل: 0300-9003600

طالبِ دُعا۔

سید محمد انور شاہ

0344-5559888

Shahpk82@yahoo.com

بسم الله الرحمن الرحیم

حسن ترتیب

انتساب

احقر مرتب مجالسِ غورغشتوی (خاتم المحد ثین فی عہدہ، ابوذرِ زمانہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی طیب اللہ ثراہ) کی اس ترتیب وتالیف کو بطور ایصال ثواب مرشدی ومرشد العلماء فقیہ العصر ومحدث العصر، وحید العصر، فرید الدہر، شیخ المشائخ، قطب الارشاد شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب نور اللہ مرقدہ وطیب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کی نذر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرماتے ہوئے ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کی فیوضات سے محروم نہ فرمائے

آمین یارب العالمین

بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً

احقر العباد محمد قاسم غفرلہ

خادم التدریس والافتاء

مدرسہ فاروقیہ لالہ زار کالونی پشاور

مقدمہ

﴿مفتی محمد قاسم﴾

جدھر جاتے ہیں ہمارے ساتھ جاتی ہے ان کی خوشبو
ہمیں اب بھی دل کے ویرانوں سے آتی ہے ان کی خوشبو

یہ ہمارے دل میں کیسا مشک نافہ رکھ دیا
ہمیں اب اپنے پہلو سے بھی آتی ہے ان کی خوشبو

سر محفل کبھی ہونٹوں پہ آکر مسکراتی ہے
کبھی تنہائی میں آکر رلاتی ہے ان کی خوشبو

دارالعلوم دیوبند نے ایک کثیر تعداد ان لوگوں کی پیدا کی جن کی عزت وعظمت، شوکت وحشمت کی ایک دنیا معترف ہے۔ اور صرف اپنے ہی نہیں بلکہ اغیار بھی ان کی عظمت کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔ ابناء دارلعلوم دیوبند میں اگر ہمیں ایک طرف وہ صوفیاء، اتقیاء اور اولیاء اللہ نظر آتے ہیں۔ جن کی شبانہ روز کی کوششوں اور توجہات سے ہزاروں نہیں لاکھوں افراد راہ یاب اور ہدایت یافتہ ہوئے تو دوسری طرف بڑے بڑے محدثین اور فقہاء بھی ملتے ہیں جو حدیث وفقہ کی گھتیاں سلجھا کر تشنگان علوم کو سیراب کرتے نظر آتے ہیں۔ ایک طرف بوریہ نشین اور قال اللہ قال الرسول کی صدائیں بلند کرتے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر صدائے حق بلند کرتے نظر آتے ہیں

ایک طرف لوگوں سے ظاہری تعلق منقطع کر کے خانقاہ میں بیٹھے اللہ اللہ کرتے ملتے ہیں تو دوسری طرف عوام الناس کی قیادت وسیادت اوران کی رہنمائی کرتے ہوئے ملتے ہیں بعض لوگ مسند تدریس وافتاء پر براجمان ہیں تو بعض علماء فتنوں کے مقابلے میں پسند سپر ہیں۔غرض یہ کہ دین کے ہر شعبہ میں ہراول دستہ کی حیثیت سے علماء دیوبند پیش پیش رہے ہیں علماء دیوبند کے اس سلسلۃ الذہب کی ایک روشن کڑی اسلاف کی یادگار، علماء دیوبند کی نشانی، زہد وتقویٰ کا پیکر، علم وعمل کا مجسمہ انابت وتبتل کی اعلیٰ مثال، اصلاح وارشاد کا محور مرکز، شریعت وطریقت کا امام، علماء ومشائخ کے مرجع اور مقتداء تواضع وانکساری کا مجسمہ شیخ المشائخ، عمدۃ المحدثین، قطب وقت حضرت مولانا قاضی قمرالدین صاحب چکڑالوی نوراللہ مرقدہ کے شاگرد رشید اور امام الموحدین، رئیس المفسرین والمحدثین، قطب وقت عارف باللہ حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں ضلع میانوالی نوراللہ مرقدہ وتغمدہ اللہ تعالیٰ بغفرانہ کے خلیفۂ اعظم شیخ المشائخ، فخر المحدثین، شاہ ولی اللہ سرحد، عمدۃ الفقہاء والمحدثین، قطب وقت، عارف باللہ، ابوذرِ زمانہ، اور ہزاروں علماء ومشائخ کے استاد وپیر مرشد خواجۂ خواجگان شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیرالدین صاحب غورغشتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعۃً بھی تھے۔

اس دارفانی کو چھوڑ کر دار بقاء کی طرف چلے گئے اور اپنا تعلق رکھنے والوں اور عقیدت مندوں کو روتا چھوڑ کر اپنے حبیب سے جا ملے۔موت تو کوئی نئی چیز نہیں موت ہر ایک کو آتی ہے اور ہر ایک کو آنی ہے موت کے قانون سے نہ کوئی نبی مستثنیٰ ہے اور نہ کوئی ولی۔ جو بھی آیا وہ اپنے وقت مقررہ پر اس دنیا سے چلا گیا اس دنیا میں آنا ہی درحقیقت جانے کی تمہید ہے اس لئے ہر شخص اپنا وقت مقررہ پورا کر کے اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور کسی

کا حالت ایمان میں اس دنیا سے جانا اس کے حق میں بہت بڑی نعمت ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ موت ہی تو وصل حبیب اور القائے حبیب کا سبب اور ذریعہ ہے اور لقائے حبیب سے بڑھ کر نعمت اور کیا ہوگی۔

لیکن اس موت کے بعد جانے والا جدائی کا جو غم ہمیشہ کے لئے دے جاتا ہے وہ بعض اوقات بہت جانکاہ اور ہوشربہ ہوتا ہے اس کے صدمہ سے سنبھلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ چپکے سے اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں کہ کسی کو خبر نہیں ہوتی اور اگر خبر ہو بھی جائے تو دو چار آنکھوں کے علاوہ ان پر کوئی رونے والا نہیں ہوتا بعض لوگوں کے جانے سے دو چار خاندان غم زدہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے جانے سے پورا عالم غمگین واندوہگین ہو جاتا ہے جس تک خبر پہنچتی ہے اس کی آنکھ نم اور دل غم سے لبریز ہو جاتا ہے اس کے جانے سے علم وعمل کی مسند سونی ہو جاتی ہے زہد و تقویٰ، فضیلت وسیاست کی بساط الٹ جاتی ہے۔ پورا عالم اس کی دعا، ان کی برکات، ان کی توجہات سے محروم ہو جاتا ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا خواجہ نصیر الدین صاحب غورغشتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نور اللہ مرقدہ بھی ان عظیم ہستیوں اور دلکش شخصیتوں میں سے ایک تھے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا خواجہ نصیر الدین صاحب غورغشتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نور اللہ مرقدہ ان لوگوں میں سے تھے جو اقوام عالم کے لئے مینارہ نور ہوتے ہیں۔ جو انسانیت وشرافت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ جو گلستانِ علم کو اپنے وجود مسعود سے باغ و بہار بنا دیتے ہیں۔ ایوان عمل ان کے نورانی اعمال سے جگمگا اٹھتا ہے۔ وہ خود شمع کی مانند پگھل کر دوسروں کو روشنی بخشتے ہیں۔ جو خود بے قرار رہ کر دوسروں کو سکون و چین کی

دولت سے مالا مال کر دیتے ہیں جن کو دیکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے جو بولتے ہیں تو ان کے منہ سے موتی جھڑتے ہیں اور خاموش ہوں تو وقار اور سکونت کا اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا خواجہ نصیر الدین صاحب غور غشتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی موت ایک انسان کی موت نہیں بلکہ یہ علم و عمل کی موت تھی یہ غیرت وحمیت دینی کی موت تھی۔ یہ ایک مجاہد کی موت تھی، یہ اس عظیم انسان کی موت تھی جس کی نقش پا سے زندگی راستہ ڈھونڈتی ہے۔ یہ اس عظیم انسان کی موت تھی جس سے تاریخ کا ایک مکمل باب بند ہو جاتا ہے۔ یہ اس عظیم انسان کی موت تھی جس کے دل کی ہر دھڑکن کے ساتھ لاکھوں دل دھڑکتے تھے۔

قارئین محترم! رئیس الفقہاء والمحدثین، زبدۃ الکاملین، عمدۃ المحدثین، بقیۃ السلف حجۃ الخلف، برکۃ العصر، شاہ ولی اللہ سرحد، ابوذرِ زمانہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا خواجہ نصیر الدین صاحب غور غشتوی قدس اللہ سرہ العزیز کی کس کس ادا کا تذکرہ کروں؟ کیا کیا شان بیان کروں؟ کن کن خوبیوں کو شمار کروں؟ کون کون سے اوصاف وکمالات پر اپنا قلم چلاؤں؟ مجھ جیسے ناتواں سے یہ سب تو ممکن نہیں البتہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ کی کچھ یادیں اور باتیں جو میں نے اپنے والد محترم حفظہ اللہ تعالیٰ ودامت برکاتھم العالیہ سے سنی ہیں وہ آپ سب قارئین تک پہنچانا ضروری سمجھتا ہوں جن سے آپ کی علمی و عملی عظمت، آپ کا علو شان، آپ کی عالمانہ محدثانہ اور فقیہانہ رفعت کا اندازہ ہوگا۔ آج سے تقریباً 60 سال قبل احقر کا جامعہ اسلامیہ دارالعلوم سرحد (جو اس زمانہ میں مسجد حضرت غلام جیلانی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں تھا) میں آخری سال تھا۔ ختم بخاری شریف کے لئے حضرت مولانا سید محمد ایوب جان صاحب، بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر اساتذہ

کرام نے مشورہ کیا کہ صحیح بخاری شریف کی آخری حدیث کے ختم کی تقریب میں کن کن اکابر کو دعوت دی جائے تو سب اساتذہ کرام نے باہم مشورہ کر کے ان اکابرین کو دعوت دی۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسیر مالٹا حضرت مولانا میاں عزیز گل صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا میاں نافع گل صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا میاں محمد جان صاحب، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ڈھکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب، حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب نوراللہ مراقدھم اور جب یہ علم وفضل کے پہاڑ اور علم وعمل کے آفتاب ومہتاب اور زہد وتقویٰ کے پہاڑ ایک جگہ جمع ہو گئے تو کسی نے کہا کہ بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس کون دے گا۔ تو حضرت مولانا عزیز گل صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیک آواز فرمایا کہ اس مجلس میں آپ سے (حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس مجلس میں ان سے) بڑا محدث وبزرگ اور کون ہے۔ آخری حدیث کا درس آپ دیں گے۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آخری حدیث کا درس دیا اور دوران درس ارشاد فرمایا کہ میں نے بخاری شریف شیخ المشائخ حضرت مولانا قاضی قمر الدین صاحب چکڑالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھی تھی۔ اور انہوں نے شیخ المشائخ، استاذ الکل حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھی تھی۔ انہوں نے شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھی تھی اور شاہ اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھی تھی۔ انہوں نے مسند الہند حضرت شاہ

ولی اللہ صاحب قدس سرہ سے پڑھی تھی۔ پھر فرمایا کہ ہمارے بزرگوں نے دین کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔فتنوں کا زمانہ ہے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر چلنا ہے اور ہر حال میں دین کا کام تعلیم وتعلم دین خود سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا ہے اور یہ کام دینی مدارس اور دینی مراکز احسن طریقہ سے سرانجام دے رہے ہیں۔اسی مجلس میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے محدثین عظام کے عجیب واقعات سنائے۔اور اپنے اکابرین اور علماء دیوبند کے زہد وتقویٰ کے واقعات سنا کر خود بھی روئے اور تمام اہل مجلس کو بھی رلایا اور آخر میں تمام علماء کرام اور طلباء سے فرمایا کہ میں آپ حضرات سے بطور نصیحت کے کہتا ہوں کہ پڑھنے پڑھانے سے بہتر کوئی کام نہیں ہے۔اسی میں لگے رہیں اس کو نہ چھوڑیں۔

مسئلہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں سوال پر درجہ ذیل کلام فرمایا کہ جناب نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں ارواح مبارکہ کے تعلق کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور عند القبر پڑھا جانیوالا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ میرے استاد شیخ المشائخ حضرت مولانا قاضی قمر الدین صاحب چکڑالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور میرے پیر و مرشد رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہم جہت شخصیت تھے۔ ایثار و ہمدردی کا مجسم پیکر، خلق عظیم کا مظہر، جامعیت علوم وفنون، زہد وتقویٰ، مجاہدانہ عزم وعمل میں اسلام کے صحیح جانشین تھے۔یوں تو بحمد اللہ حضرت کو تمام علوم وفنون میں کمال حاصل تھا مگر علم حدیث میں امتیازی مقام کے سبب اور تقریباً ستر سال دورہ حدیث کی تمام کتب کا ماہرانہ درس حدیث دینے کی وجہ سے شیخ الحدیث کے لقب سے اتنے مشہور ہوئے کہ جب بھی کوئی عالم حضرت شیخ الحدیث مدظلہ فرماتا تو فوراً ہی ہر خاص و عام کے ذہن میں حضرت مولانا

نصیرالدین صاحب غورغشتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تصور آجاتا۔ گویا شیخ الحدیث آپ کا علَم بن گیا تھا۔ عموماً قرات حدیث کے بعد رواۃ حدیث پر ماہرانہ بحث فرماتے۔ مناسب موقع پر رواۃ کے حالات بھی بیان فرماتے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ میں سے جس بزرگ کا ذکر آتا مختصراً ان کی خصوصیات ذکر فرماتے۔ حضرت والد صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت حاضر خدمت ہوا بخاری شریف کا درس شروع تھا احقر بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ درس میں شامل ہوگیا حضرت کی تقریر جاری تھی احقر کے ذہن میں ایک سوال تھا اور موقع دیکھ رہا تھا کہ جب بھی موقع ملے تو سوال کرلو کہ اتنے میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احقر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ بھائی تم تو ہمیشہ سوالات کرتے رہتے ہو آج کوئی سوال نہیں کرتے تو احقر نے عرض کیا کہ حضرت کچھ دنوں سے ذہن میں ایک سوال ہے وہ یہ کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی کا نام سکینہ ہے۔ مجھے یہ نام بہت اچھا لگتا ہے مگر دل میں کہتا ہوں کہ آیا صحابیات میں بھی کسی کا نام سکینہ ہے تو حضرت نے کچھ دیر خاموش رہ کر احقر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ایک عورت کہتی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے جہاد کا ذکر کیا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارا جہاد کیا ہے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہادکن الحج آپ کا جہاد حج ہے پھر فرمایا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ میں لکھا ہے کہ یہ عورت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھیں جس کا نام سکینہ بنت ابی وقاص تھا۔ پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب نے احقر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تشفی ہوگئی احقر نے عرض کیا کہ جی حضرت اور حدیث کے متن کا مفہوم نہایت آسان انداز میں ذہن نشین فرمانے کے بعد حدیث کے مراتب بیان فرماتے۔ صرفی نحوی لغوی تحقیق بیان کرنے کا انداز بڑا دل نشین تھا۔ چونکہ

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتداءً نحو اور معانی کی کتابوں کا درس بھی کافی عرصہ دیا تھا اس لیے حضرت کو نحو و معانی وغیرہ میں بھی کافی مہارت حاصل تھی نحو میں اپنے پیر و رشد امام الموحدین، رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اتباع میں رضی کی تحقیقات پر اعتماد کرتے تھے اور گاہے گاہے رضی کا حوالہ دیا کرتے تھے اور مختلف فیہ مسائل میں اختلافات آئمہ مع ادلہ بیان کرنے میں گویا طحاوی وقت تھے۔

حضرت والد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا کہ میں نے ہمیشہ حضرت الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعریف میں رطب اللسان پایا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علمی روحانی مقام کو تو دوست دشمن سب ہی تسلیم کرتے تھے۔ احقر نے بڑے بڑے علماء محدثین اور مشائخ کو حضرت کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھے دیکھا تھا۔ اور علماء اور طلباء کو دیوانہ وار پتنگوں کی طرح گرداگرد دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پشاور تشریف لائے تھے اور قیام مولانا عبدالجمیل صاحب جو کہ حضرت کے خاص الخاص شاگردوں میں سے تھے کہ مکان میں تھا اور قرب و جوار کے حضرت کے شاگرد مریدین اور کثیر تعداد میں علماء کرام حضرت کی زیارت اور ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے۔ احقر بھی حاضر خدمت تھا حضرت نے احقر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ آج کیوں چپ ہو تو کوئی سوال نہیں کرتے احقر نے عرض کیا حضرت بہت دنوں سے ذہن میں ایک سوال ہے اور دل میں تھا کہ جب بھی حضرت سے ملاقات ہوئی تو اپنی تسلی کے لیے حضرت سے پوچھوں گا کہ حضرت یہ معراج کا واقعہ رات

میں کیوں ہوا اور دن کو کیوں نہیں ہوا؟ تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بہت اچھا سوال کیا ہے پھر فرمایا کہ اس سوال کے علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کے اندر دس جوابات کیے ہیں۔ لیکن ان میں سے مجھے سب سے زیادہ جو جواب پسند آیا وہ یہ ہے کہ معراج کا واقعہ رات کو اس لیے ہوا کہ رات جو ہے وہ خلوت وتنہائی کا وقت ہے اور محبوب حقیقی سے مناجات کا وقت ہے پھر فرمایا کہ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کو ملک سنجر کے بادشاہ نے لکھا تھا کہ میں آپ کی خانقاہ پر ملک نیمروز وقف کرنا چاہتا ہوں تو آپ نے اس درخواست کے دوسری طرف یہ قطعہ لکھا۔

جو چتر سنجری رخ بختم سیاد باد
درد دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبراز ملک نیم شب
من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

یعنی شاہ سنجر کے چھتری کی طرح میرا نصیب بھی سیاہ ہو جائے اگر تیری سلطنت کی ہوس و لالچ مجھے ہو۔ اور جب سے مجھے آدھی رات کی سلطنت کی خبر ملی ہے تو تمہاری سلطنت کو میں ایک جو کے عوض خریدنے کے لیے تیار نہیں۔ اور فرمایا کہ اللہ والوں کا یہ حال ہے کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کی محبت عطاء ہو جاتی ہے تو سلاطین کو خاطر میں نہیں لاتے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

چو حافظ گشت بے خود کے شمارد
بیک جو مملکت کاؤس وکے را

جب حافظ شیرازی اللہ تعالیٰ کی محبت سے مست ہوتا ہے تو کاؤس وکے کی

سلطنتوں کو خاطر میں بھی نہیں لاتا اور ایران کی سلطنتوں کو ایک جو کے عوض میں خریدنے کیلئے تیار نہیں عرض یہ کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کبھی کبھی انتہائی پر کیف اور وجد آفرین انداز میں فرماتے۔

ماہر چہ خوانده ایم فراموش کرده ایم
الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

ترجمہ شعر: میں نے جو کچھ پڑھا ہے بھول گیا ہوں سوائے محبوب کی بات کے صرف اس کا تکرار کرتا رہتا ہوں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کی یہ مختصر سی جھلک بندہ کی طرف سے ان کے لیے خراج عقیدت ہے۔

گر قبول افتد، زہے عزوشرف

تقاریظ

ترجمان اسلام کے شیخ الحدیث نمبر کے لئے مرشد العلماء و الصلحاء حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ مجددیہ کندیاں ضلع میانوالی کا پیغام

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات فقیر ابو الخلیل خان محمد عفی عنہ کی جانب سے عزیزی محمد عزیز الرحمٰن صاحب خورشید سلمہ الرحمٰن مطالعہ فرمائیں۔گرامی نامہ حسب الحکم مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی مدظلہ موصول ہوا۔بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیرالدین صاحب غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمان اسلام کے خصوصی نمبر کی اشاعت کے عزم سے مسرت ہوئی۔اللہ تعالیٰ اس عزم کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں اور اس خصوصی نمبر کو حضرت محدث علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ اور مشاغل دینیہ خصوصاً درس حدیث شریف وتسلیک طلبہ اور جمعیۃ علماء اسلام سے حضرت مرحوم کی دلچسپیوں کا مرقع بنانے کی توفیق کرامت فرمائے۔

حضرت مرحوم علماء سلف کا ایک یادگار نمونہ تھے۔اور اعلانِ حق کرنے میں بلا خوف لومۃ لائم مدت العمر کوشاں رہے۔ایسی ہستیاں صفحہ روزگار پر کلک تقدیر خداوندی کی بے مثال نقوش تصور کی جاتی ہیں جو اپنے اپنے عہد میں سلف صالحین، ائمہ حدیث اور علماء مجتہدین کی یاد تازہ کردیتی ہیں۔ترویج دین متین اور تبلیغ احکام سید المرسلین علیہ من الصلوٰۃ اتمہاء من التحیات اکملہا کی جدوجہد میں ہمہ تن مصروفیت کے ایسے کامل نمونے اس دور میں

بہت کمیاب ہیں۔

آپ نے فقیر سے ترجمان اسلام کے اس خصوصی نمبر کے لیے کچھ لکھنے کی فرمائش کی ہے۔ اور آپ کا یہ فرمائش نامہ بحالت سفر موصول ہوا ہے۔ اس موقعہ پر فقیر کوئی طویل الذیل مضمون لکھنے کی بجائے چند کلمات دعائیہ تحریر کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔ بارگاہ خداوندی میں فقیر عاجزانہ دست بدعا ہے کہ مولائے کریم اپنی رحمت شاملہ اور مغفرت کاملہ حضرت خاتم المحدثین فی عہدہ کو نوازے اور ان کے حلقہ تلانذہ و مسترشدین کو توفیق عطا فرمائے کہ ان کے مبارک نقوش قدم اور اسوۂ حسنہ پر گامزن رہتے ہوئے حق گوئی اور جماعت اہل حق کی تائید میں بیش از بیش مساعی رہیں۔

حضرت محدث علیہ الرحمہ کی رحلت سے جمعیۃ علماء اسلام کے مویدین کی صف میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ ان کی مجموعی مساعی سے پُر ہو جائے۔ اس دور پُر آشوب میں علماء حق کے لیے جو آزمائشی اور ابتلائی صورت حال پیدا ہو گئی ہے اللہ تعالیٰ جمعیۃ علماء اسلام کے حق گو اور بلا خوف عندالسلطان الجائر اعلان حق کرنے والے گروہ میں کامل اتحاد برقرار رکھ کر بلند حوصلگی کے ساتھ تمام نوزائیدہ فتنوں کی سرکوبی کی مساعی میں فائز المرام فرمائے اور نظام اسلام کے قیام کے لیے جملہ دین پسند اور اسلام دوست گروہوں کو دولت اخلاص کرامت فرمائے۔ اور اپنے دین قیم کی سربلندی کے لیے حضرت خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ کی تعلیمات کی کامل پیروی کی توفیق بخشے اور ختم نبوت کے متفق علیہ عقیدہ میں تزلزل پیدا کرنے والے گروہ کو خائب و خاسر فرمائے بلکہ صفحہ عالم سے نیست و نابود فرمائے آمین ثم آمین! یارب العالمین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہٖ محمد خاتم النبیین وعلی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

از مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی ناظم عمومی جمعیۃ علماء

اسلام مغربی پاکستان

یادِ شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ المشائخ، استاد العلماء، حامل نوائے شریعت عالم اسرارِ طریقت، عالم باعمل جبرِ بے بدل، رونق دوراں شفیق اہل زباں، زبدۃ العلماء، سرتاج اولیاء مخدوم جہاں رونق دوراں، شیخ الحدیث والقرآن حضرت مولانا العلامہ نصیر الدین صاحب غورغشتوی علاقہ چھچھ ضلع کیملپور کے مبارک حالات کے بارے میں مجھ جیسے نادان و ہیچمدان کو کچھ لکھنے کا کیا حوصلہ ہوسکتا ہے۔ ترجمان اسلام جو جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کا ترجمان ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں نمبر شائع کر رہا ہے۔ اس کے مدیر کا اصرار ہے کہ میں بھی اس سعادت میں شریک ہو جاؤں۔ بنا بریں چند سطور لکھ کر حضرت قدس سرہ کے خدام اور نام لیواؤں کی فہرست میں نام درج کرتا ہوں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ سے تعارف:

حضرت کا نام نامی واسم سامی ایسا نہ تھا جس سے اہل ملک ناآشنا ہوں۔ مگر مجھے کو شرف ملاقات اور بالمشافہ فیض مکالمہ نصیب ہوا وہ جمعیۃ علماء چھچھ کے جلسوں کی برکت سے ہے۔

اس وقت چھچھ چھچھ تھا، علم کا گہوارہ عمل کا مظہر، اس علاقہ میں جمعیۃ علماء کے صدر حضرت مولانا محمد عمر صاحب مدظلہٗ ویسا کیملپور اور ناظم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب

ویسا کیملپور تھے۔ باقی تمام علماء چھچھ اس کے مفتی، رکن اور معاون تھے۔ سب کی سرپرستی حضرت مخدوم شیخ مولانا نصیرالدین صاحب فرماتے رہے اور ناممکن تھا کہ علماء کرام کا اجتماع اور جمعیۃ علماء کا اجلاس ہو اور اس میں حضرت شیخ موجود نہ ہوں۔

آج ۱۳۸۹ھ سے تقریباً ۳۵ سال قبل انہی جلسوں میں جانے کی وجہ سے مجھے نادیدہ مخدوم کی زیارت حاصل ہونے لگی۔ وہاں میری تقریریں پشتو زبان میں ہوتی تھیں اور اس وجہ سے حضرت دوہری شفقت و محبت فرمایا کرتے تھے آپ کو یہ بات بڑی پسند تھی کہ پٹھانوں کو پشتو زبان میں خطاب کیا جائے۔ اب مجھ پر حضرت کی نگاہ شفقت زیادہ پڑنے لگی۔ ظاہری الطاف کے سوا باطنی توجہات بھی فرماتے، دعائیں دیتے اور مرزائیت والحاد نیز انگریزی اقتدار کے خلاف سرگرمیوں کے لیے ہمت افزائی فرماتے۔

ہمارا ذہنی تعلق اور دلی لگاؤ اتنا زیادہ تھا کہ اگر احقر کچھ عرصہ پہلے خانقاہ سراجیہ کندیان شریف (ضلع میانوالی) کے سجادہ نشین حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب قدس سرہ سے بیعت نہ ہو گیا ہوتا جو اعلیٰ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خاں صاحب قدس سرہ کے خلیفہ تھے تو میں حضرت شیخ موصوف سے ضرور بیعت کر لیتا۔ لیکن ان دونوں نہروں کا سرچشمہ ایک ہی تھا۔ دونوں سلسلے ایک جلالی بزرگ حضرت مولانا خواجہ سراج الدین صاحب موسیٰ زئی شریف سے جا ملتے تھے۔ اور یہ اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا خواجہ محمد عثمان صاحب قدس سرہ کے واسطہ سے شیخ سلسلہ حضرت خواجہ حاجی دوست محمد صاحب قندھاری سے وابستہ تھے۔ ان سب حضرات کے مزارات اسی موسیٰ زئی شریف تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان میں موجود ہیں۔ بلکہ یہاں حضرت خواجہ احمد سعید صاحب کا تسبیح خانہ بھی موجود ہے۔ جہاں ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی کے بعد آپ دہلی سے ہجرت کر کے کچھ عرصہ کے

لیے یہاں ٹھہرے تھے۔آپ حضرت بانی سلسلہ مجددیہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے پوتے ہوتے تھے۔آپ کا بھی فتویٰ تھا کہ انگریز نے آپ سے دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں اب بھی میرا یہی فتویٰ ہے۔انگریز دانت پیستا رہا مگر فوجوں میں بغاوت کے ڈر سے حضرت کو شہید نہ کیا۔ بلکہ نکل جانے کا حکم دیا۔خواجہ سراج الدین صاحب قدس سرہ کا یہ سلسلۂ فیض عرب وعجم کے دور دراز ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفا) کے رہنے والے شیخ طریقت حضرت مولانا عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں (جواب وفات پا چکے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

ہمارے محترم شیخ غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ مولانا حسین علی صاحب قدس سرہ (واں بھچراں) ضلع میانوالی کے مجاز ہیں۔جو بقول قطب زماں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ کے پنجاب کے اکابر اولیاء میں سے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا جذبۂ جہاد:

حضرت شیخ ظاہری وباطنی علوم ومعارف سے آراستہ تھے۔عوامی نگاہ میں وہ ایک بہت بڑے عالم تھے۔تشنگانِ علوم کی نظر میں وہ ایک اعلیٰ مدرس اور بلند پایہ شیخ الحدیث تھے۔اور ارباب معانی ان سے سلسلہ نقشبندیہ کے فیوض وبرکات کے آبدار موتیوں سے جھولیاں بھرتے رہے۔دور دراز کے کتنے ہی فارغ التحصیل علماء ان سے وابستہ ہوکر منازل سادک طے کرتے۔مگر باوجود ان تمام مشاغل کے آپ پر جذبۂ جہاد غالب تھا۔جب کبھی باطل کے مقابلہ کا وقت آتا آپ سب سے پہلے میدان میں آکر سینہ سپر ہو جاتے۔چنانچہ

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ کی علمبرداری سے ضلع کیمبلپور کے لاتعداد مسلمانوں نے اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کیا۔ جتنے علماء کو علاقہ چھچھ سے جیل میں گئے اتنے اور کسی علاقہ سے نہیں جاسکے۔ اس طرح الیکشن میں بھی آپ نے سرمایہ داروں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

جب مودودی فتنہ نے سر اٹھایا۔ آپ سب سے پہلے اس کی سرکوبی فرمائی اور مودودی صاحب کو ضال اور مضل یعنی گمراہ اور گمراہ کرنے والا کہہ کر فتویٰ دیا کہ اس کے اور اس کے ہم خیالوں کی اقتداء میں نماز پڑھنی جائز نہیں۔

آپ مودودی کی اس عبارت سے بہت متاثر تھے جو تفہیمات حصہ دوم کے باب تعزیرات اسلامی میں لکھی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کے خلط ملط کے زمانہ میں زنا کی شرعی سزا جاری کرنا بلاشبہ ظلم قرآنی کو سزا کو ظلم کہنے کو حضرت قطعی کفر فرماتے تھے۔ اور بات بھی یہی ہے اگر مودودی صاحب کے لیے تاویل کی گنجائش نہ ہوتی تو حضرت مولانا کا فتویٰ صاف تھا۔

ملک میں موجود بے دینی کا احساس کر کے بھی حضرت کڑتے رہتے تھے۔ اور اکثر جمعیۃ علماء اسلام کے مقاصد کی کامیابی کے لیے شرکت و تعاون کے علاوہ دعائیں بھی فرماتے۔

مسائل میں راہ اعتدال:

ملک میں بعض لوگ افراط کے شکار ہو جاتے ہیں اور بعض تفریط کے۔ اس طرح مسلمانوں میں اکثر فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ حضرت شیخ کو اللہ تعالیٰ نے معتدل

طبیعت بخشی تھی۔ وہ احادیث شریفہ کی رو سے حیات النبی ﷺ کے اور قبر مبارک میں قریب سے درود شریف سننے اور جواب دینے کے احادیث کی وجہ سے قائل تھے۔ مگر امت میں انتشار سے بچنے کی خاطر تفاصیل میں جانا پسند نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ اسی طرح کی گفتگو احقر کے ساتھ بالمشافہ بھی ہوئی۔ اس راہ اعتدال کی دوسری مثال مولوی محمد طاہر صاحب پنج پیری کی مخالفت ہے۔ جن کی تغلیط اور سختی اور علماء کرام کی تنقید یا تنقیص سے علاقہ بھر میں انتشار پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت شیخ نے اہل حق علماء کرام کو بھی موٹی کے مسائل میں نرمی کرنے پر آمادہ کرنا چاہا۔

آپ نے دراصل فدیہ اسقاط وغیرہ کے بارے میں جواز کا فتویٰ دے کر دراصل علماء اہلسنت کو اصلاحی کاموں میں رفق وسہولت کا سبق دیا۔ ورنہ حضرت شیخ کسی بدعت کو جائز اور کسی گمراہی کو درست نہیں کہتے تھے۔ آپ کا مطلب صرف یہ تھا کہ دعائیں یا فدیہ یا حیلہ اسقاط اصل شریعت میں جائز ہیں۔ ان کو مطلقاً برا نہ کہا جائے۔ اور اگر مخصوص طریقے کو برا کہا جائے تو اس میں بھی ایسی شدت اور ایسا طریقۂ تبلیغ اختیار نہ کیا جائے۔ جس سے نفع سے نقصان ہو۔ اگر کوئی شخص کسی مستحب یا مباح کو واجب یا فرض قرار دے اور اس کے تارک کو اس طرح ملامت کرے جیسے تارک فرائض وواجبات کو۔ تو یہ اس کی غلطی ہے اس کو عمدگی سے سمجھایا جائے۔ اور اگر بالغرض مختلف علماء اپنے اپنے مسالک کو نیک نیتی سے صحیح سمجھ کر ان پر قائم ہیں تو بھی ان کی وجہ سے آپس میں سر پھٹولی اور اہل علم میں بدنمائی نہ ہونی چاہیے۔ کیونکہ وقت بڑا نازک ہے آج نفس اسلام بچانا اچھا خاصا مشکل ہے۔

بہرحال حضرت شیخ کو اللہ تعالیٰ نے اعتدال اور قصد السبیل کی نعمت بخشی تھی۔ اور اسی لیے تمام علماء صلحاء اور عوام یکساں آپ کی عزت کرتے اور آپ سے فائدہ اٹھاتے رہے۔

علماء چھچھ اور آپ کا مقام:

علاقہ چھچھ سرحد و پنجاب میں علم کا گھر تھا۔ یہاں زمانہ دراز تک مختلف مقامات پر علوم شرعیہ عربیہ کے درس جاری رہے۔ شاید پاکستان و ہندوستان کا کوئی خطہ بھی ایسا نہ ہوگا جو اتنا محدود ہو کر ہزاروں طلباء اور علماء کا مسکن ہو۔ طالبان علم کے لیے اس خطہ میں کشش تھی یہاں کے امیر و غریب مسلمان بھی علم دوست اور دیندار ہیں۔ میں ناواقفیت کی وجہ سے یہاں کے اجلۂ علماء سے کم واقف ہوں۔ مگر غورغشتوی کی شہرت تھی۔ یہاں حضرت مولانا قطب الدین صاحب ایک عالم اجل تھے ان کا درس بھی مشہور تھا اور ساتھ ہی حضرت شیخ کا درس حدیث تھا جو دورۂ حدیث کے نام سے مشہور تھا۔ کم وبیش ایک سو (۱۰۰) شائقین کلام نبویؐ ہر سال یہاں سے سیراب ہوتے تھے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ علم حدیث کا چرچا پٹھانوں کے تمام ملکوں میں آپ ہی کی ذات سے ہوا تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ آپ کا اسم گرامی مولانا نصیرالدین کی جگہ شیخ الحدیث ہی مشہور ہو گیا تھا۔

مجاہد ملّت حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سابق امیر مجلس تحفظ ختم نبوت کا پیغام

ترجمان اسلام کے سابق مرتب حافظ محمد عزیز الرحمٰن خورشید بھیروی کی درخواست پر مولانا محمد علی صاحب جالندھری امیر مجلس تحفظ ختم نبوت نے یہ مختصر کلمات لکھ کر روانہ فرمائے۔

حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی ان بزرگوں میں سے ہیں جن کی نسبت کہا گیا ہے۔ موت العالم موت العالم۔ آپ پنجاب کی مایہ ناز ہستی تھے۔ حدیث وفقہ میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ راولپنڈی پشاور آزاد قبائل کے اکثر علماء کرام انکے شاگرد ہیں۔ قطب العالم مجدد وقت حضرت گنگوہی قدس سرہ سے تلمذ (بالواسطہ) اور حضرت مولانا حسین علی صاحب کا قدس سرہ سے مجاز طریقت کا تعلق آپ کی شخصیت کے لیے سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائیں آمین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الۡاَوَّلِيۡنَ وَالۡاٰخِرِيۡنَ خَاتَمُ النَّبِيِّيۡنَ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ۔

داستانِ فصلِ گل را از نظری می شنو
عندلیب آشفتہ تر می گوید ایں افسانہ را

تأثر

جانشین حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحبزادہ حضرت محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ

میرے والد گرامی قدر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

جو انسان بھی اس دنیا میں آیا، بالآخر اسے یہاں سے رخصت ہونا ہے اور ہر انسان کے رخصت ہونے سے اس کے متعلقین کو صدمہ ہونا بھی فطری امر ہے، تاہم معدودے چند افراد ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کا اس دنیا سے رخصت ہونے کا صدمہ ذاتی اور خاندانی دائرے ہی میں نہیں بلکہ قومی، ملی اور عالمی سطح پر محسوس کیا جاتا ہے۔ اوران کا خلا پورا ہونا مشکل ہوتا ہے۔

ہمارے حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایسی ہی جامع شخصیت تھی، کسی عظیم شخصیت کی خصوصیات کو احاطۂ تحریر میں لانا ایک دشوار کام ہےاور جتنا اس عظیم شخصیت سے تعلق اور قربت رہی ہو، اتنا ہی یہ دشواری اور بڑھ جاتی ہے۔ چونکہ قریبی مشاہدے نے آپ کو اس شخصیت کی وسعت اور گہرائی کا کچھ اس طرح قائل کیا جاتا ہے کہ اس ہستی کے منفرد پہلوؤں کا کوئی جامع بیان مرتب کرنا آپ کے لئے مشکل ہو جاتا ہے، اس مشکل کے باوجود حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت اور زندگی کے چند پہلو پیش خدمت ہیں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جلوت اور

خلوت ایک جیسی تھی، وہ جیسے درس گاہ میں ہوتے، ایسے ہی گھر میں اور سفر میں ہوتے۔ آپ جیسے مجلس میں ہوتے، ویسے ہی تنہائی میں ہوتے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ لاہور کی جیل میں قید تھے ہم ملاقات کے لئے گئے ہم نے عرض کیا کہ حضرت کوئی تکلیف تو نہیں تو ارشاد فرمایا کہ بیٹا ہمارا تو کام اللہ اللہ کرنا ہے وہاں غورغشتی میں بھی اللہ اللہ کرتے تھے اور یہاں بھی اللہ اللہ کرتے ہیں۔ آپ بظاہر مخلوق کے ساتھ ہوتے اور بباطن خالق کے ساتھ ہوتے۔ ہمارے حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ ظرف انسان تھے۔ ہر طرح کی صورتِ حال میں ان کا رویہ ایک خاص وقار، تحمل اور ٹھہراؤ اپنے اندر رکھتا تھا۔ ان کی شخصیت کا یہ استحکام غیر معمولی تھا، وہ استقامت کا پہاڑ تھے۔ اور ناخوشگوار حالات میں بھی اپنے بنیادی معمولات جاری رکھتے تھے۔

آپ کی عظمتوں، محبتوں، خدمات اور کارناموں کا تقاضا ہے کہ حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات و کمالات پر لکھا جائے۔ آج حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کو بیالیس برس ہونے والے ہیں۔ کچھ سمجھ نہیں آتا کہ آپ کی یادوں، شفقتوں، کمالات اور خصوصیات میں سے کس مضمون کی ابتداء کروں اصل بات یہ ہے کہ جس شخصیت کا دل پر جتنا تأثر اور عقیدت و محبت کا جتنا گہرا نقش ہوتا ہے۔ اس پر لکھنا اتنا ہی مشکل ہوتا ہے بلا شبہ حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت ایسی دل نواز، باغ و بہار تھی کہ ان کی خصوصیات و کمالات اور خدمات کا احاطہ ایک مضمون میں کرنا مشکل ہے۔ دیکھا جائے تو حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات اپنے شیوخ طریقت حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب دامانی، حضرت مولانا خواجہ سراج الدین صاحب، اور رئیس

المفسرین حضرت مولانا خواجہ حسین علی صاحب نور اللہ مرقدھم کی مجسم یادگار، اکابر علمائے دیوبند کی تصویر، اور خصوصاً آئمہ سلوک واحسان کی آئینہ دار تھی۔

حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی شریعت محمدی اور سنت نبویؐ کا بہترین نمونہ تھی۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے موفق للخیر بنایا تھا۔ اور آپ کے اوقات میں غیر معمولی برکات رکھی تھیں۔ یہ اسی کا کرشمہ تھا کہ آپ روزانہ دورہ حدیث کی تمام کتابیں صحیح بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، ابن ماجہ، نسائی اور طحاوی شریف پوری تحقیق کے ساتھ پڑھاتے۔ تمام اسباق کا مطالعہ کرنا اور مسجد کھجور والی کی پانچوں نمازوں کی امامت وخطابت اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے وظائف اور صبح کی نماز کے بعد پابندی کے ساتھ مراقبہ کرنا۔ اور مختلف مسائل کے جوابات اور فتاوی لکھنا۔ اور حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین ومرشدین کے اسباق کو تازہ کرنا اور تصوف کے متعلق ان کے سوالات کے جوابات دیناوغیرہ سب خیر کی توفیق اور وقت میں برکت کی علامات ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حد درجہ کا استغنا، زہد وتقوی اور احتیاط عطا فرمائی تھی۔ آپ نے اتباع نبوی میں ساری زندگی قوت لا یموت اور عسر وتنگی کے ساتھ گزاری مگر مال اور مال داروں سے ہمیشہ کنارہ کش رہے۔

آپ آخری کچھ سالوں سے قریب قریب صاحب فراش ہو گئے تھے اور گزشتہ کچھ عرصہ سے آپ نے تقریباً کھانا پینا ترک کر دیا تھا۔ حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ بھوک و پیاس نہیں لگتی۔ گھر کے افراد اور ہمارے بڑے بھائیوں اور متعلقین نے جب بہت اصرار کیا اور کہا کہ اس طرح تو کمزوری ہو جائے گی۔ تو فرمایا کہ

ترمذی شریف لاؤ۔ ترمذی شریف لائی گئی تو آپ نے ابواب الطب کی درج ذیل حدیث کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ: مریض کو کھانے پینے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے اس لئے کہ حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ اور یہ حدیث نکال کر دکھادی۔

عن عقبة بن عامر الجهنی رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لا تکرهوا مرضاکم علی الطعام فان الله تبارك و تعالیٰ یطعمهم و یسقیهم، هذا حدیث حسن غریب لا نعرفه الا من هذا الوجه: (ترمذی، ص ۲۵ ج ۲، ابواب الطب)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمایا کہ اپنے مریضوں کو کھانے پر مجبور نہ کیا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انہیں کھلاتے اور پلاتے ہیں۔

حضرت اقدس والد محترم جامع صفات وکمالات تھے۔ عفت وعظمت زہد وتقوی، توکل تسلیم رضا، صبر وقناعت، صداقت، عدالت، لیاقت، سنجیدگی متانت، علم و بردباری، عاجزی انکساری، مردم شناسی، دوررسی، جود وسخا، اعتدال، ادب واحترام اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ آپ شیخ المفسرین، امام الموحدین زبدۃ السالکین، سرتاج العارفین، فنانی اللہ و فنانی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کو اپنے شیخ سے والہانہ محبت تھی آپ ان کے پاس اکثر و بیشتر جاتے رہتے تھے اور فیض حاصل کرتے تھے۔

آپ کو اپنے اساتذہ کرام اور مشائخ عظام کی اولاد کے ساتھ بھی حد درجہ محبت تھی اور آپ ان کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے مرشد زادے حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب تشریف لائے تھے تو آپ ان کو دیکھ کر احتراما کھڑے ہو

گئے اور ان کو انتہائی احترام و اکرام کے ساتھ بٹھایا اور ان کو کھانا کھلایا اور جب وہ واپس جانے لگے تو آپ نے ان کو کچھ ہدیہ بھی دیا اور ان کے ساتھ مسجد کے دروازے تک چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ ان کے ساتھ دروازے تک چلے تو آپ نے فرمایا کہ ابراہیما یہ میرے پیرومرشد کے صاحبزادے ہیں ان کے والد صاحب سے مجھے بہت بڑی نعمت ملی ہے۔

آپ اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند کے معتقدات پر کاربند تھے۔ ان سے علیحدہ راستہ اختیار کرنا آپ کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا۔ علمائے دیوبند کو علمائے حق سمجھتے تھے دین اسلام کی سچی محبت آپ کے رگ و پا میں سرایت کیے ہوئے تھی غلبہ اسلام کے متمنی اور کوشاں تھے غلبہ اسلام کے لیے ہونے والی کوششوں کو سراہتے تھے۔ دین اسلام کے مجاہدوں سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ دین اسلام کے مخالف باطل فرقوں، شیعیت، پرویزیت، مرزائیت، دھریت، وغیرہ سے بالکل بیزار اور متنفر تھے۔ آپ اہل سنت والجماعت کے اتحاد و اتفاق اور اجتماعیت کو پسند فرماتے تھے۔ ان میں انتشار و افتراق ڈالنے والے، تشدد کرنے والے حضرات کو نقصان دہ طبقہ تصور کرتے تھے۔ آپ باطل فرقوں کے خلاف مجاہدانہ سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ آپ نے علمائے حقا کے شانہ بشانہ چل کر باطل فرقوں کی سرکوبی کے لئے کوششیں کی چنانچہ مرزائیت کے خلاف تحریک ختم نبوت میں آپ کا جوش و جذبہ باوجود عمر رسیدہ ہونے کے جوان تھا۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلے میں اٹک ساہیوال اور لاہور کے جیل خانوں میں قید بھی کاٹی اور جس دلیری اور جرأت و بہادری، استقامت کا مظاہرہ کیا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ جس نبی ﷺ کے فرامین امت کو سنائے آخر میں اس کے ساتھ سچی محبت کا اظہار یوں بھی کیا اور گویا کہ

بزبان حال فرمایا:

زمانہ معترف ہے ہماری استقامت کا
نہ ہم نے شاخ گل بدلا نہ ہم نے آشیاں چھوڑا

نیز مودودیت کے خلاف بھی آپ بلا خوف لومۃ لائم کام کرتے رہے اور لوگوں کو اس فتنہ سے آگاہ کرتے رہے اور بریلویت کے غلط عقائد اور بدعات کی رد بھی آپ کی زندگی کا ایک حصہ تھا۔ آپ کی حیات مبارکہ ایک سچے پکے مسلمان کی سی تھی۔

قارئین محترم! زیرِ نظر مجالس جسے حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک خاص صحبت یافتہ بزرگ اور مسترشد خطیب شہیر حضرت مولانا محمد امیر صاحب بجلی گھر مدظلہ جن کو حضرت جی صاحب کے ساتھ بہت خاص قسم کی محبت تھی گویا کہ حضرت جی صاحب کے عاشق زار تھے اور حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی ان کے ساتھ بہت زیادہ محبت تھی اور ان کے آنے سے بہت خوش ہوتے تھے اور حضرت جی صاحب ان سے حضرت عبدالرحمٰن بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اشعار سنانے کی فرمائش کرتے تھے اور یہ بھی بہت خوش الحانی سے اشعار سنایا کرتے تھے اور حضرت جی صاحب ان اشعار پر جھومتے تھے نے قلم بند کیا تھا۔ اور اب ان کے بیٹے مفتی محمد قاسم سلمہ نے بہت اچھے انداز میں انہیں ترتیب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا محمد امیر بجلی گھر صاحب کی عمر میں برکت عطاء فرمائے اور ان کا سایہ مسلمانوں کے سروں پر تادیر سلامت رکھیں اور مؤلف کی محنت کو قبول فرمائیں اور دنیا اور آخرت میں کامیابی عطاء فرمائے۔ (آمین)

پہلی مجلس

اسلام کے قرن اول سے لیکر آج تک ہر زمانے میں انسانوں کی تعلیم وتربیت اور اصلاحِ اعمال واخلاق کے لئے علماء، صلحاء اور اولیاء اللہ کی مجلسیں نسخۂ اکسیر ثابت ہوئی ہے۔ بندہ حقیر کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے ماحول میں بیٹھنا نصیب فرمایا جہاں شروع ہی سے ان مجالس کے تذکرے سنے۔

میرے انتہائی مشفق اساتذہ کرام شیخ الحدیث حضرت مولانا ایوب جان صاحبؒ (بنوری)، حضرت مولانا مفتی عبدالطیف صاحبؒ، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ (نقشبندی)، حضرت مولانا پائندہ محمد صاحبؒ (کابل استاد) اور حضرت مولانا عبدالرؤف صاحبؒ حضرت مولانا معز الحق صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالحمید صاحب (ہرات مولانا صاحب) نور اللہ مراقدہم کو ہمیشہ شیخ العرب والعجم، مجاہد اعظم، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ، جبل العلم حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ کشمیری، شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی قدس اللہ اسرارھم کے علم وفضل اور ان کے اخلاص اور للہیت کے واقعات اور تذکرے کرتے ہوئے دیکھا۔ بندہ کو حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحبؒ (کشمیری) اور حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحبؒ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ البتہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی کی زیارت دو مرتبہ نصیب ہوئی اور بندہ کا بیعت کا تعلق بھی حضرت شیخ الاسلام سے ہے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحبؒ غورغشتویؒ کی زیارت پہلی مرتبہ 1950ء میں مدرسہ رحمانیہ تھکال بالا میں ہوئی۔ پھر اس

کے بعد غورغشتوی کی حاضری مسلسل شروع ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کو دینی تربیت اور اصلاح خلق کے لئے چن لیا تھا۔

آپ کی مجالس علم اور معرفت کے ساتھ اصلاح ظاہر و باطن میں جو تاثیر رکھتی تھی۔ اس کو تو وہی جان سکتے تھے جن کو اس دربار کی کبھی حاضری نصیب ہوئی ہے۔ اس کو کسی بیان وتعبیر سے نہیں سمجھا جا سکتا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے نزدیک علوم عربیہ کے نصاب سے فراغت کے بعد کسی بزرگ کی خدمت وصحبت میں رہ کر تزکیہ باطنی اور ذکر اللہ کے بغیر علوم ظاہرہ بے روح رہتے ہیں، یہ ضروری ہے۔

غورغشتی کی سب سے پہلی حاضری

بندہ کی سب سے پہلی حاضری 1954ء میں حاجی تاج محمد صاحب کی معیت میں ہوئی۔ جو کہ انڈوں کے اس زمانے میں بہت بڑے تاجر تھے۔ ہم جب غورغشتوی حاضر ہوئے تو حضرت ظہر کی نماز کے لئے تیار کر رہے تھے۔ ہم نے بھی وضو کیا۔ حضرت نے ظہر کی چار سنت کی نیت باندھ لیں اور ہم نے بھی سنت ادا کر لی اور پھر حضرت نے خود امامت فرمائی اور ہم نے حضرت کی اقتداء میں نمازِ ظہر ادا کی۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت محراب میں بیٹھے ہوئے تھے اور مرشدین، معتقدین، زائرین اور واردین آتے رہے اور حضرت سے مصافحہ کر کے ایک طرف ہو کر بیٹھتے رہے۔ ہم نے بھی قدم بوسی کا شرف حاصل کر لیا اور ایک طرف حضرت کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت نے سب سے فرداً فرداً خیریت دریافت کی۔ اتنے میں کچھ طلباء آئے۔ اُنھوں نے حضرت سے مصافحہ کیا اور بیٹھ گئے۔ حضرت نے ان سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو، تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم

طالب علم ہیں اور شاہ منصور سے آئے ہیں۔ شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالہادی صاحبؒ شاہ منصوری سے تفسیر پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ بہت اچھا ہے۔ بہت اچھا ہے۔ پھر ان سے حضرت مولانا عبدالہادی صاحبؒ کی خیریت دریافت کی تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت الحمداللہ شاہ منصور مولانا صاحبؒ بالکل خیر و عافیت سے ہیں تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ الحمداللہ وہ دین کی بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو دین کی خدمت کے لئے سلامت رکھے۔

ارشاد فرمایا: کہ قرآن و حدیث اور فقہ میں مہارت پیدا کرو۔ ان کو مقصد بناؤ۔ منطق و ریاضی اور فلسفہ کو مقصد مت بناؤ۔

فرمایا: کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ فلسفہ یونانی پڑھنے پڑھانے کے اس لئے حامی تھے کہ اسلامی عقائد سے دفاع انہی اصول وقواعد کی رُو سے کیا جا سکے جو یہ فلسفہ پیش کرتا ہے اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوھی قدس سرہ کی نظر اس پر تھی کہ اس فلسفے کے بہت سے نظریات اسلامی عقائد کے خلاف ہیں ان کو دینی مدارس میں درس کے طور پر پڑھانا دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کا سبب ہوسکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ دونوں بزرگ ہمارے مقتداء اور پیشواء ہیں۔ ان میں سے جس کی رائے پر بھی عمل کوئی کرے خیر ہی خیر ہے لیکن اس کو ضرورت کے درجہ میں رکھو۔ پھر فرمایا کہ یہ ضرورت ہے اگر چہ یہ سیکھنے میں آگے ہیں لیکن اس کو ضرورت کے درجہ میں رکھنا چاہیے اور قرآن وحدیث اور فقہ کو اپنا مقصد بنانا۔

ارشاد فرمایا: کہ اپنی زندگی کا مقصد قرآن اور حدیث کا سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا بنانا چاہیے۔ اس لئے کہ دین سیکھنے اور سکھانے کا نام ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ اپنے اندر ادب کی صفت پیدا کرو۔ پھر فرمایا کہ علمی تحقیق سے زیادہ ضرورت ادب کی ہے۔ بلکہ بزرگانِ سلف اور اپنے اساتذہ و مشائخ کا ادب کرنے سے اللہ تعالیٰ تحقیق کی شان بھی عطا فرمادیتے ہیں اور بزرگانِ سلف کا ادب چھوڑ کر جو تحقیق کی جائے اس میں لغزش اور غلط فہمی کا بڑا خطرہ ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ بہت بڑے عارف اور سالک گزرے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ با آدب باشتہ بزرگ شوی۔ کہ بزرگی نتیجہ ادب است۔ کہ آدمی اگر بلند مرتبہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ اپنے اندر ادب پیدا کرے۔

ارشاد فرمایا: کہ دین تین چیزوں سے خراب ہوتا ہے۔ شرک، بدعات اور کتمان حق۔ پھر فرمایا کہ ہمیشہ اظہارِ حق کرنا چاہیے لیکن حکمت سے۔

ارشاد فرمایا: کہ سب سے بڑی چیز اخلاص ہے۔ ایک آدمی خلاصہ اور قاعدہ پڑھاتا ہے لیکن اس میں خلوص اور للّٰہیت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھاتا ہے اور دوسرا آدمی بخاری شریف پڑھاتا ہے لیکن اس میں خلوص اور للّٰہیت نہیں ہے بلکہ سمعہ اور ریاء ہے تو وہ آدمی جو خلاصہ اور قاعدہ پڑھاتا ہے وہ اس دوسرے آدمی سے افضل ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ ابونواس ایک بہت بڑے عربی شاعر گزرے ہیں۔ اس کی زندگی ساری فسق و فجور میں گزری تھی۔ آخر میں جب وہ قریب الموت ہوئے تو اپنی بیٹی سے آخر وقت میں کاغذ اور قلم مانگا اور بالکل تنہائی میں یہ چار اشعار بڑے خلوص اور عاجزی سے کہیں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اس کی ساری عمر کے گناہوں کو بخش دیا۔ اشعار یہ ہیں:

یَا رَبِّ اِنْ عَظُمَتْ ذُنُوْبِیْ کَثْرَةً

فَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ عَفْوَكَ اَعْظَمُ

اِن کَانَ لَا یَرْجُوْکَ اِلَّا مُحْسِنٌ
فَمَنِ الَّذِیْ یَدْعُوْا وَیَرْجُوالْمُجْرِمُ
فَدَعَوْتُ رَبِّ کَمَا اَمَرْتَ تَضَرُّعًا
وَلَئِنْ رَدَدْتَ یَدِیْ فَمَنْ ذَایَرْحَمُ
مَالِیْ اِلَیْکَ وَسِیْلَۃٌ اِلَّاالرَّجٰی
فَجَمِیْلُ عَفْوِکَ ثُمَّ اَنِّیْ مُسْلِمُ

(ترجمہ)

''اے میرے پروردگار! اگر میرے گناہ بہت زیادہ ہیں تو کوئی بات نہیں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کا عفو و درگزر اس سے بھی عظیم ہے، پروردگارِ من! میں آپ کو حسب ارشاد عاجزی کے ساتھ پکارتا ہوں، اگر آپ نے مجھے خالی ہاتھ لوٹا دیا تو پھر مجھ پر کون رحم کرے گا، اُمید کے سوا میرے پاس اور کوئی وسیلہ و ذریعہ نہیں ہے اور تیرے عفو و کرم ہی کا سہارا ہے پھر یہ کہ میں مسلمان بھی ہوں''۔

وفات کے بعد ابونواس رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اُنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری توبہ قبول کی اور ان اشعار کی وجہ سے مغفرت فرمادی جو میں نے اپنی بیماری کے زمانہ میں کہے تھے۔

ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ عمل زیادہ مقبول ہے جس میں خلوص ہو۔

ارشاد فرمایا: کہ الحمد اللہ ہمارے اکابرین، علماء ربانین بھی تھے اور عارفین کاملین بھی تھے۔ پھر فرمایا کہ عارفین جو بھی عمل اور عبادت کرتے ہیں تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ بزرگوں اور اولیاء اللہ کے نزدیک بوقت عبادت جنت مطمع نظر نہیں ہوتی بلکہ صرف ذات باری تعالیٰ اور اس کی رضا ان کا مقصود اور مطلوب ہوتی ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ عارف باللہ کا اصل مقام یہ ہے کہ اس کی نظر نہ دنیا کی زینت پر ہو اور نہ آخرت کی نعمتوں پر بلکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا مطلوب بنالے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مل جائیں تو دونوں جہاں کی نعمتیں اور خوشیاں بھی حاصل ہو جائیں گی۔

ارشاد فرمایا: کہ عارف باللہ حضرت عبدالرحمن جامیؒ فرماتے ہیں:

بایار به گلزار شدم رهگذری
برگل نظرے فگندم از بے خبری
دلدار بطعنه گفت شرمت بادا
رخسار من ایں جا است تو درگل نگری

ترجمہ: (پہلا بند) یعنی میں اپنے محبوب کے ساتھ باغ پر گزرا بے خبری سے وہاں ایک پھول پر میری نظر پڑی۔

(دوسرا بند) محبوب نے بطور طعنہ کہا کہ شرم وحیا کر میرا چہرہ اور رخسار سامنے ہیں اور تو پھول کو دیکھ رہا ہے۔

ایک طالب علم نے لَا حَولَ وَ لَا قُوۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِی العَظِیمْ وظیفہ پڑھنے کی اجازت مانگی۔

ارشاد فرمایا: کہ بالکل اجازت ہے اسے دوسو بار پڑھا کرو۔

پھر فرمایا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریمؐ نے مجھ سے فرمایا کہ لَا حَولَ وَ لَا قُوۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کثرت سے پڑھا کرو کہ یہ

جنت کے خزانے سے ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ ملا علی قاری حنفیؒ نے مرقات شرح مشکواۃ میں لکھا ہے کہ اس کلمہ کو خزانہ کہا گیا جس کے حسب ذیل وجوہ ہیں۔

(۱) کیونکہ یہ کلمہ خزانے کی طرح لوگوں کی نظر سے محفوظ اور غائب تھا اور نبی کریمؐ کے ذریعے سے عطا فرمایا گیا۔

(۲) یا اس لئے کہ یہ کلمہ جنت کے ذخیروں میں سے ہے۔

(۳) یا اس لئے کہ جنت کی عمدہ عمدہ نعمتوں کو حاصل کرانے والا ہے۔

(۴) یا اس لئے یہ جنت کا خزانہ ہے کہ یہ کلمہ اپنے کہنے والے کے لئے جنت میں عمدہ ثواب کا خزانہ جمع کرتا ہے۔

ارشادفرمایا: بندہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تجھے بھی اس کی اجازت ہے۔

(بندہ تمام قارئین کو اس کی عام اجازت دیتا ہے۔)

ارشادفرمایا: پھر ان طلباء کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ دین کو لوگوں کا تابع مت کرو بلکہ لوگوں کو دین کا تابع کرو۔

ارشادفرمایا: کہ کسی کی عزت وقدر مال ودولت کے لحاظ سے مت کرو بلکہ علم وفضل اور تقویٰ وپرہیزگاری کے لحاظ سے کرنا چاہیے۔

ارشادفرمایا: کہ علم اس نیت سے حاصل کرنا چاہیے کہ میں اس پر خود عمل کروں گا۔ پھر فرمایا کہ عالم دین کی عزت اس میں ہے کہ علم کے ساتھ ساتھ اس میں تقویٰ بھی ہو اس لئے کہ تقویٰ اور پرہیزگاری کے بغیر علم کچھ بھی نہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

لَو کَانَ فِی الْعِلْمِ بِدُوْنِ التُّقیٰ شَرَفٌ

لَکَانَ اَشْرَفَ خَلْقِ اللّٰہِ اِبْلِیْسُ

ترجمہ: یعنی اگر علم میں بدون تقویٰ کوئی شرافت ہوتی تو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ ابلیس ہوتا۔

پھر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے دُعا فرمائی۔

+ + + + +

پانچ قسم کے لوگوں کیلئے جنت کی ضمانت

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں پانچ قسم کے لوگوں کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

(۱) نیک عورت جو اپنے خاوند کی تابعدار ہو۔

(۲) وہ بیٹا جو اپنے والدین کا فرمانبردار ہو۔

(۳) وہ شخص جو مکہ کے راستہ میں فوت ہو گیا۔

(۴) وہ شخص جو اچھے اخلاق والا ہو۔

(۵) وہ شخص جو کسی مسجد میں نیکی سمجھ کر ثواب کی غرض سے اذان دیتا ہو۔ (تنبیہ الغافلین)

☆☆☆☆☆☆

قرآن کریم صرف معجزہ ہی نہیں بلکہ معجزہ نما ہے کہ اس کی برکات وکرامات ہر دور میں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

دوسری مجلس

۱۹۵۵ء کو دارالعلوم حمایت الاسلام غلجی کنڈر خیل ورسک روڈ قطبِ وقت شیخ الحدیث حضرت مولانا میاں محمد جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں دستار بندی کا جلسہ تھا۔ جلسہ تین دن جاری رہا۔ آخری دن جلسہ کے اختتام پر شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی قدس سرہ رات گزارنے کے لئے دارالعلوم حمایت الاسلام میں ٹھہرے۔ عشاء کے بعد بڑی کثیر تعداد میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، مریدین، مسترشدین، معتقدین حضرت کے اِردگرد بیٹھ گئے۔ حضرت شمع محفل تھے اور اہلِ مجلس پتنگوں کی طرح حضرت کے گرد جمع تھے اور حضرت کے نورانی چہرے کے دیدار میں محو تھے۔

صحبتِ با اولیاء کی مثال

ارشاد فرمایا: کہ جس طرح مقناطیس میں لوہے کو کھینچنے کا اثر ہے، اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے علمائے حق اور اولیائے کرام کی صحبت میں اثر رکھا ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی   چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

ترجمہ: اگر تم پتھر کی طرح بے حس ہو لیکن جب کسی اہلِ دل کے پاس رہو گے تو موتی ہو جاؤ گے۔

ارشاد فرمایا: کہ علمائے حق اور اولیاء اللہ یہ حقیقت میں دنیا اور اہلِ دنیا کے لئے

روشنی کے مینار ہیں اور زمین کا حُسن اور زینت ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے ملانے والے ہیں۔

بزرگ شاعر عبدالرحمٰن بابا کا کلام:

ارشاد: حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ احقر کی طرف متوجہ ہوئے اور احقر سے ارشاد فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بابا رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے کرام کے بارے میں جو اشعار کہے ہیں وہ آپ کو یاد ہیں۔ پھر فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم عبدالرحمٰن باباؒ کے اشعار بہت اچھے انداز میں ترنم اور خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے ہوں۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت یہ سب آپ حضرات کی دُعائیں ہیں۔ فرمایا کہ اچھا وہ اشعار سناؤ جس کے اول میں یہ آتا ہے۔ ''عالمان دی روښنائی د دې دُنیا''۔ احقر نے ترنم سے یہ اشعار سنائے۔

عالمان دی روښنائی د دې دُنیا
عالمان دی د تمام جهان پیشوا

کۀ څوک لار غواړی د خدائے و هم رسول ته
عالمان دی د دې لارې راهنما

کیمیا کر کۀ د کیمیا په طلب گرځی
همدمی د عالمانو ده کیمیا

په مجلس د عالمانو به سرۀ زر شی
کۀ څوک کانړے وی کۀ لوټه س صحرا

جاهلان دی په مثال د مرد کانو
عالمان دی په مثال د مسیحاً

هر سړے چه رُتبه نهٔ لری د عِلم
سړے نهٔ دے خالی نقش دے گویا

زهٔ رحمانؒ حلقه بگوش د هر عالم یم
کهٔ عالی دے کهٔ اوسط دے کهٔ ادنیٰ

+ + + + +

تیرگی زیر و زبر ہے عالموں کے نُور سے
زندگی روشن بسر ہے عالموں کے نُور سے

معرفت کی راہ میں حق تک پہنچنے کے لئے
خود مسافر راہبر ہے عالموں کے نُور سے

عالموں کی ہم نشینی کیمیائے زندگی
آدمی تقدیر زر ہے عالموں کے نُور سے

ان کی صحبت سے ملے مٹی کے ڈھیلے کو شعور
سنگ بھی صاحب نظر ہے عالموں کے نُور سے

زندگی کی راہ میں جاہل ہے مُردے کی مثال
کار احیائے بشر ہے عالموں کے نُور سے

مُردہ دل کو عِلم و عرفاں کی مسیحائی ملے
مُردہ دل بھی زندہ تر ہے عالموں کے نُور سے

بندۂ بے علم ہے دُنیا میں سائے کی مثال
حاصلِ ہستی مگر ہے عالموں کے نُور سے

میں تو اے رحمانؔ ہر چھوٹے بڑے کا ہوں غلام
آدمی گر بہرہ ور ہے عالموں کے نُور سے

ارشادفرمایا: کہ ماشاء اللہ بہت بہترین اشعار تھے۔ پھر فرمایا کہ یہ بہت اونچے لوگ تھے۔ یہ لوگ کاملین تھے۔ ان کو تعلق مع اللہ نصیب ہوا تھا۔

سورۃ الملک کی فضیلت:

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض آئمہ حضرات جمعہ کی شب عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الملک (تبارک الذی) پڑھتے ہیں اور مقتدی سب خاموش بیٹھ کر سنتے ہیں، یہ عمل کیسا ہے؟

ارشادفرمایا: کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ آدمی ہر رات سوتے وقت اس کو پڑھا کریں۔

ارشادفرمایا: کہ ذخیرۂ احادیث میں سورۃ الملک کے اور بھی مختلف نام ذکر ہوئے ہیں جیسے المانعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عہدِ نبوت ﷺ میں اس سورۃ کو ہم مانعہ کہا کرتے تھے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک قبر پر نادانستہ طور پر مکان بنالیا گیا کہ ایک دن قبر سے سورۃ الملک کی آواز آئی اور پوری سورۃ کی تلاوت صاحب قبر سے سنی گئی۔ جب نبی پاک ﷺ کو خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ یہ سورۃ مانعہ اور یہ سورۃ منجیہ ہے جو اس کی تلاوت کرتا ہے اس کو عذاب قبر سے

نجات دلاتی ہے۔

فرمایا کہ ایک نام اس سورۃ کا مجادلہ ہے۔روایات میں آتا ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ نے ایک شخص سے فرمایا کہ کیا ہم تجھ کوایک تحفہ کی بشارت نہ دیں کہ تُو اس سے خوش ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ سورۃ الملک کی تلاوت کیا کر۔اور تُو اپنے اہل اور ساری اولاد اور گھر کے بچوں کو اور پڑوسیوں کو بھی سکھادے۔ یہ سورۃ اپنے پڑھنے والے کے لئے نجات دلانے والی ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کر کے بخشوانے والی ہے اور جہنم سے نجات کا اس کے لئے مطالبہ کرنے والی ہے اور اس کی تلاوت کی برکت سے تلاوت کرنے والا عذابِ قبر سے نجات پا جائے گا۔

فرمایا کہ اس کا نام واقیہ اور مناعہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ کتاب اللہ میں ایک سورۃ ہے جس میں تیس آیات ہیں اور وہ تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔ اپنے پڑھنے والے کے لئے شفاعت کرے گی۔ یہاں تک کہ وہ بخش دیا جائے۔

پورا مہینہ بلاؤں سے حفاظت:

ارشاد فرمایا: کہ ہم نے بعض شروحِ بخاری میں دیکھا ہے کہ اگر اس سورۃ الملک کو کوئی نیا چاند دیکھتے وقت پڑھ لے تو وہ پورے مہینہ تمام بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رہے گا۔

ارشاد فرمایا: کہ بعض عارفین کاملین فرماتے ہیں کہ سورۃ یاسین کی اسرار اس کے آخر میں ہیں اور سورۃ الملک کے اسرار اس کے اول میں ہے۔

تکالیف اور مشکلات حل کرنے کا وظیفہ:

ارشاد فرمایا: کہ سورۃ الملک کی ایک آیت ہے اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ وَ هُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ۔ بعض اہلِ خواص نے اس آیت کی بہت زیادہ فوائد بیان کئے ہیں۔

جیسے بلاؤں کوڈور کرتی ہے۔ مریض کونفع دیتی ہے۔ مشکلات اورتکلیفات کوڈور کرتی ہے۔ اس کے پڑھنے سے بڑے بڑے منصب ملتے ہیں۔

ارشاد: مجلس میں موجود علمائے کرام اوراحقر کی طرف دیکھ فرمایا کہ آپ سب کواس آیت شریفہ کے پڑھنے کی اجازت ہے۔دوسوبارعشاء کے بعد پڑھا کریں۔

ارشادفرمایا: کہ رضا بالقضاء اور قناعت بڑی مبارک صفت ہے اور اس کے مقابلے میں حرص نہایت تباہ کن خصلت ہے۔حرص اور لالچ سے بچنا چاہیے۔حلال رزق پر قناعت وصبر کرنا اور راضی ہونا بڑی سعادت ہے۔حرام رزق اورحرام دولت سے اجتناب کرنا ہرمسلمان پرفرض ہے۔ ہمارے اسلاف کرام تو مشتبہ رزق و مال سے بھی بڑی شدت سے اجتناب کرتے تھے۔

ابدالِ اُمت:

ارشادفرمایا: کہ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ جوآدمی حلال کھائے اورسنت پرعمل کرے وہ گویا اس اُمت کے ابدال میں سے ہے۔

ارشادفرمایا: کہ بعض سلف صالحین فرماتے ہیں کہ سب سے افضل چیزیں تین ہیں۔سنت کے مطابق عمل،حلال مال اور باجماعت نماز۔

رزقِ حرام موَجب آفات:

ارشادفرمایا: کہ حرام رزق و مال دُنیا وآخرت میں موَجب آفات و باعثِ عذاب ہے۔آج کل اکثر مسلمانوں کے دل مسلسل حرام کھانے پینے سے شدید زخمی اورسخت سیاہ ہو چکے ہیں۔حضرت عبدالرحمٰن باباؒ فرماتے ہیں:

د دُنیا په تماشه چې څوک نازیږی
خـو هم نن ئې تماشه ده صبا نهٔ ده

ترجمہ: جولوگ دنیا کے عیش وعشرت پر آج نازاں ہیں تو ان کا یہ عیش وعشرت آج ہے کل کو کچھ بھی نہیں ہے۔

عقلِ کامل دس اُمور پر موقوف ہے:

ارشادفرمایا: کہ حضرت وہب بن منبہؒ قدیم آسمانی کتابوں کے بہت بڑے عالم گزرے ہیں۔ وہ بڑے عابد، زاہد اور تارک دُنیا تھے۔ تاریخ کی کتابوں میں ان کے بیش بہا حکیمانہ اقوال اور عارفانہ مواعظ مذکور ہیں۔ حضرت وہبؒ فرماتے ہیں کہ شرعی و دینی لحاظ سے کسی شخص کی عقل کا کامل ہونا موقوف ہے دس اُمور پر۔ ان دس اُمور میں سے ایک اہم امر یہ ہے کہ وہ آدمی مالِ کثیر اور وافر مقدار رزق کی بجائے قوت لایموت یعنی بقدرِ گزارہ رزق پر پوری طرح راضی وقانع ہو۔ وہ دس اُمور یہ ہیں:

(۱) وہ شخص تکبر سے محفوظ ہو۔

(۲) رشد وہدایت اس شخص کے اندر ثابت وموجود ہو۔

(۳) دُنیا میں بقدرِ گزارہ رزق پر راضی ہو۔

(۴) جو چیز اس کے پاس ہو (مال و دولت میں سے یا کھانے پینے کی چیزوں میں سے) اُسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے۔

(۵) دُنیا میں اسے جاہ ومرتبہ کے مقابلہ میں تواضع پسند ہو۔

(۶) دُنیا میں معزز ہونے کی بجائے اسے فقیر ومسکین ہونا پسند ہو۔

(۷) عمر بھر وہ علمِ دین کا طالب رہے اور تنگ دل نہ ہو۔

(۸) طالبینِ خیر سے بھی تنگ دل نہ ہو (یعنی جو لوگ اس سے خیر و بھلائی کا استفادہ کرنا چاہیں ان سے تنگ نہ ہو)۔

(۹) غیر کی تھوڑی سی نیکی کو بھی زیادہ سمجھے اور اپنی کثیر نیکی کو بھی قلیل سمجھے۔

(۱۰) دسواں امر جس پر زندگی کے تمام اعمال کا دارومدار ہے وہ یہ ہے کہ انسان تمام لوگوں کو دو قسم پر سمجھے۔ ایک قسم کے وہ لوگ جو بہتر و افضل ہیں اور دوسری قسم کے وہ لوگ جو بُرے اور رذیل ہیں۔ لہٰذا انسان جب کسی بہتر، نیک اور افضل آدمی کو دیکھے تو وہ اس کے دل کو توڑ دے (یعنی دل میں انکساری پیدا ہو اور شدید خواہش اُبھرے کہ کاش میں بھی اس جیسا نیک ہوتا اور اس جیسا بننے اور اس سے ملنے کی تمنا کرے۔ اور جب کسی بُرے اور رذیل آدمی کو دیکھے تو یہ خیال و تصور کرے کہ شاید یہ آدمی جسے میں بُرا سمجھتا ہوں نجات پا جائے اور میں ہلاک ہو جاؤں اور شاید اس شخص کے اندر کوئی ایسا کمال ہو جو مجھ پر مخفی ہو اور اسی کمال کی وجہ سے یہ شخص مجھ سے اچھا ہو۔

عارف باللہ کی علامت:

ارشاد فرمایا: کہ جب تم کسی آدمی میں تین صفات دیکھو تو تم اس کے سچا ہونے اور عارف باللہ ہونے کی گواہی دو۔ ''پہلی صفت یہ کہ وہ آدمی مال و دولت کو محبوب نہ رکھتا ہو۔ دوسری صفت یہ کہ اس کا دل دو سوکھی روٹیوں پر مطمئن ہو جاتا ہو اور تیسری صفت یہ کہ اس کا دل لوگوں سے جدا ہو (یعنی بلاضرورت لوگوں کے ساتھ اختلاط سے پرہیز کرتا ہو)''۔

صحبتِ با اہلِ حق اور سات نعمتیں:

ارشادفرمایا: کہ جو شخص علمائے حق اور اولیاء اللہ کے پاس بیٹھتا ہے اگر چہ وہ ان کے علم کو محفوظ نہ کر سکے سات نعمتیں پھر بھی اس کو حاصل ہوں گی۔

(۱) طالب علموں کی فضیلت۔

(۲) جب تک اس مجلس میں رہے گا گناہوں سے محفوظ رہے گا۔

(۳) جب اپنے گھر سے طلبِ علم کے لئے نکلے گا تو اس پر رحمت نازل ہوگی۔

(۴) جب حلقۂ علم میں بیٹھے گا تو جو رحمت اہلِ علم پر نازل ہوگی اس میں سے اس کو بھی حصہ ملے گا۔

(۵) جب تک یہ دین کی باتیں سنتا رہے گا کراماً کاتبین اس کے لئے اطاعت لکھتے رہیں گے۔

(۶) اگر کوئی علمی بات نہ سمجھنے سے غمگین ہوگا تو یہ غم اس کے لئے قربِ الٰہی کا وسیلہ بنے گا۔جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔حدیث قدسی میں ہے کہ: اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ لِاَجْلِىْ ۔ (ترجمہ) ''میں ٹوٹے ہوئے دلوں سے بہت قریب ہوں''۔

(۷) اس عالم کا اعزاز اپنی آنکھوں سے خود دیکھے گا اور اس کے مقابلہ میں نافرمانوں کی ذلت دیکھے گا تو مشتاق سے اس کو نفرت ہوگی اور علماء کی طرف میلان ہوگا۔

اہلِ اللہ کی صحبت کیوں ضروری ہے؟:

ایک عالم دین نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے پوچھا کہ حضرت اہلِ اللہ کی

صحبت کیوں ضروری ہے۔ کیا کتابیں کافی نہیں؟

ارشادفرمایا: کہ آپ صحابی کیوں نہیں ہیں۔ اس نے کہا کہ صحابی کے لئے نبیﷺ کی صحبت ضروری ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ آپ تابعی بن جایئے۔ اس نے کہا کہ تابعی کے لئے صحابی کی صحبت کی ضرورت ہے۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ اچھا آپ تبع تابعی بن جایئے۔ تو اس نے عرض کیا کہ حضرت تبع تابعی بننے کے لئے تابعی کی صحبت ضروری ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد اس عالم نے کہا بس حضرت ہم سمجھ گئے۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کر دی
مرا با جانِ جاں ہمراز کر دی
(از احقر غفرلہ)

اختتامی گفتگو:

ارشاد: آخر میں حضرت نے سب حاضرین مجلس سے فرمایا کہ ہم آپ حضرات سے پورے خلوص سے کہتے ہیں کہ میاں صاحب (شیخ الحدیث حضرت مولانا میاں محمد جان صاحبؒ) کی صحبت اوران کے وجود کو غنیمت جانو۔ ایسے لوگ بار بار پیدا نہیں ہوتے۔ یہ کاملین میں سے ہیں۔

ارشاد: پھر احقر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم جب بھی ہماری مجلس میں آیا کریں تو آپ ضرور ہمیں حضرت عبدالرحمٰن باباؒ کے اشعار سنایا کریں گے۔

پھر حضرت کی دُعا پر مجلس ختم ہوگئی۔

+ + + + +

تیسری مجلس

۱۹۵۵ء بمقام مدرسہ پراچگان کوہاٹ

دن کو مدرسہ پراچگان کوہاٹ میں سالانہ جلسہ تھا۔ اس میں ضلع کوہاٹ کے علمائے کرام کے علاوہ بہت بڑی بڑی شخصیات تشریف لائیں تھیں۔ جیسے عمدۃ المحد ثین، سرتاج الاولیاء، شیخ المشائخ، عارف باللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی، خطیبِ اعظم امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ صاحب بخاری، ضیغمِ اسلام حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی، مجاہدِ ملت حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب، شیخ المحد ثین حضرت مولانا عبدالغنی صاحب قریشی قدس اللہ اسراھم رات کو شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیرن الدین صاحب غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام مدرسہ میں تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد بہت بڑی تعداد میں ضلع کوہاٹ کے علمائے کرام حضرت شیخ الحدیث صاحب کے مریدین، مسترشدین، معتقدین اور تلامذہ موجود تھے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب نعمت اللہ صاحب مدظلہ جو کہ حضرت کے مخلص مرید ہیں انہوں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت ذکر کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں۔

محبت، عشق اور اس کے درجات:

ارشاد فرمایا: کہ انسان کے اندر ایک عظیم قوت ہے جس کا نام محبت ہے۔ انسان کی جس چیز کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے اسی چیز کی یاد اس کو آنے لگتی ہے اور جب اس چیز کی محبت

دوسری چیزوں پر غالب آجاتی ہے تو اس کو عشق کہا جاتا ہے۔ پھر اسی عشق اور شدید محبت کے ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ تک بے شمار درجات ہیں اور اسی شدید محبت اور عشق میں عاشقِ صادق ساری کائنات سے کٹ کر اپنے محبوبِ حقیقی کی طرف بہہ نکلتا ہے اور جب محبت زیادہ شدت اختیار کر جاتی ہے اور وہ محبوب کی محبت میں ڈوبتا چلا جاتا ہے اور یہاں تک وہ محبوب کی خوشنودی میں گم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھی نہیں پا سکتا اور اس کی اپنی کوئی مرضی نہیں رہ جاتی اور حضرت شیخ الحدیث احقر کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰن باباؒ کے وہ اشعار سناؤ جس کے شروع میں یہ اشعار ہے

چې مې مینه خدائے په تا باندې پیدا کړه
ترکه ما په هغه ورځ خپله رضا کړه

اور فرمایا کہ ترنم سے سناؤ:

چې مې مینه خدائے په تا باندې پیدا کړه
ترکه ما په هغه ورځ خپله رضا کړه

اوس دا ستا رضا جفا کړې که وفا کړې
ما دا ستا جفا قبوله په وفا کړه

ګل په لعلو په ګوهر کله څوک پیري
بې له ما چې تا خندا کړه ما ژړا کړه

دوه یاران به دا رنګ چا نهٔ وی لیدلی
چې یوه ورته ښکنځل کړه بل دُعا کړه

دوسری چیزوں پر غالب آجاتی ہے تو اس کو عشق کہا جاتا ہے۔ پھر اسی عشق اور شدید محبت کے ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ تک بے شمار درجات ہیں اور اسی شدید محبت اور عشق میں عاشقِ صادق ساری کائنات سے کٹ کر اپنے محبوبِ حقیقی کی طرف بہہ نکلتا ہے اور جب محبت زیادہ شدت اختیار کر جاتی ہے اور وہ محبوب کی محبت میں ڈوبتا چلا جاتا ہے اور یہاں تک وہ محبوب کی خوشنودی میں گم ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھی نہیں پا سکتا اور اس کی اپنی کوئی مرضی نہیں رہ جاتی اور حضرت شیخ الحدیث احقر کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰن باباؒ کے وہ اشعار سناؤ جس کے شروع میں یہ اشعار ہے

چې مې مـینه خدائـے پـه تا باندې پیدا کړه
تـرکـه مـا پـه هغـه ورځ خپلـه رضا کړه

اور فرمایا کہ ترنم سے سناؤ:

چې مې مینه خدائے په تا باندې پیدا کړه
تـرکـه مـا پـه هغه ورځ خپله رضا کړه

اوس دا ستـا رضا جفا کړې کۀ وفا کړې
مـا دا ستـا جـفـا قبولـه پـه وفـا کړه

ګـل پـه لعلو په ګوهر کله څوک پيرى
بـې لـه مـا چـې تـا خـندا کړه ما ژړا کړه

دوه يـاران بـه دا رنګ چـا نۀ وى ليدلى
چـې يـوه ورتـه بنګنځل کړه بل دُعا کړه

ما و درست جهان ته شا و تا ته مخ کړه

تا و درست جهان ته مخ و ما ته شا کړه

هم په دائې تر هما په نام بلند شو

چې قبوله عندلیب د گل جفا کړه

عاشقان د یار تر سپو نه هم خاریږي

گني ما د رقیبانو څهٔ پروا کړه

زهٔ رحمان چې ستا د حُسن ثنا خوان شوم

ستا له رویه درست جهان زما ثنا کړه

+ + + + +

بخشا جو خدا نے تری چاہت کا لبادہ

میں نے بھی کیا ترک لذائذ کا ارادہ

ہر حال میں راضی ہوں وفا ہو کہ جفا ہو

دونوں مجھے مرغوب ہیں کم ہوں کہ زیادہ

میں نے تو دیئے لعل و گہر پھولوں کے بدلے

یہ گریہ و خندا کا ہے سودا بڑا سادہ

دشنام کوئی دے کوئی دیتا ہو دُعائیں

دو دوست نہ ہوں گے کہیں افراز و فتادہ

میں نے جو تمہیں دیکھا تو منہ پھیرا جہاں سے
تم نے جو مجھے دیکھا کیا اُلٹا اعادہ
بس عشق سے بلبل کو تفوق ہے ہما پر
پھولوں کے ستم سہتی ہے بالقصد و ارادہ
عاشق محبوب کے کتّے سے کرے پیار وگرنہ
پروائے رقیباں نہیں کرتا میں زیادہ
منزل پہ ثنا خوانی دنیا کی ہے رحمانؔ
ہے خوب ثنا خوانی محبوب کا جادہ

ارشادفرمایا: کہ ماشاءاللہ عجیب کلام ہے جزاک اللہ تعالیٰ۔

محبت کا مستحق کون؟:

ارشادفرمایا: کہ میرے عزیزو! انسان کی اس عظیم قوت کے مصرف کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جو محبت کا لائق و مستحق ہو۔ وہ ذات صرف اورصرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس میں انسان کی فلاح ونجات ہے۔ اسی میں راحت وسکون ہے اور دنیا اور دنیا کی چیزوں سے محبت سراسر پریشانی وسرگردانی، بےچینی و بےاطمینانی اور دنیا وآخرت کی ہلاکت ہے، کیونکہ دنیا کی چیزیں خواہ وہ مال ومتاع ہو یا جاہ ومنصب یا کوئی انسان، ہرحال فانی چیزیں اور ناپائیدار ہیں اس لئے ان تمام چیزوں کے ساتھ محبت کی وجہ سے انسان پریشان وسرگردان رہتا ہے۔

ارشادفرمایا: کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کیوں نہ کی جائے جبکہ وہ حیُّ القیوم ذات ہے۔

ساری چیزوں کے خزانے اسی کے پاس ہیں۔ حُسن و جمال اور ساری صفات کمال اس کی ذاتی اور لامحدود ہیں۔ جوان کے ساتھ تھوڑی سی بھی محبت کرتا ہے اور تھوڑا سا بھی ان کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو وہ اس سے بہت زیادہ محبت کرنے لگتے ہیں اور جس قدر زیادہ محبت کرتا ہے اسی قدر اس کو وہ اپنی رحمت کی آغوش میں لے لیتے ہیں اور جس کو وہ ذات اپنی رحمت میں لے لے تو ایسے شخص کو حزن وملال نہیں ہو سکتا اور نہ کسی کا خوف اور غم ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

ترجمہ: سن لو! اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور یہی اللہ تعالیٰ کے محبین حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے بعد اولیاء اللہ ہیں جو دنیا میں بڑے بڑے اصلاحی انقلابات لاتے ہیں۔

بدن اور روح:

ارشاد فرمایا: کہ اس دنیا میں ہر چیز کی زندگی روح سے ہے۔ محض بدن سے کوئی چیز زندہ نہیں رہ سکتی۔ جب تک بدن کے اندر روح ہے زندگی کہلاتی ہے جیسے ہی روح نکل جاتی ہے آدمی کو مُردہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اس قابل نہیں رہتا کہ اسے باقی رکھا جائے۔ وہی انسان جس سے محبت کا تعلق ہوتا ہے روح نکلنے کے بعد اس سے وحشت ہونے لگتی ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ اس سے معلوم ہوا کہ تعلق اور محبت درحقیقت بدن سے نہیں بلکہ اس کے اندر جو روح سمائی ہوئی ہوتی ہے اس سے ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اسی طرح پوری کائنات بھی کسی روح سے زندہ ہے جب تک یہ روح کائنات میں موجود ہے یہ زندہ کہلائے گی۔

جب یہ روح نکل جائے گی تو عالم کائنات کی موت واقع ہوجائے گی اور قیامت برپا ہوجائے گی۔

ارشاد فرمایا: کہ عالم کائنات کی روح کیا ہے؟ اس کے متعلق جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُقَالُ فِی الْاَرْضِ اَللّٰه اَللّٰه"۔

ترجمہ: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک اس دنیا میں ایک آدمی بھی اللہ اللہ کہنے والا موجود ہو۔

ذکر اللہ کی حقیقت:

ارشاد فرمایا: کہ بعض لوگ اپنے آپ کو ذکر، شاغل بلکہ صوفی بھی کہتے ہیں اور نوافل و مستحبات کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں لوگوں پر تنقید کرتے ہیں لیکن خود فرائض و واجبات سے غافل رہتے ہیں۔ وہ خود فرائض و واجبات کا اس قدر اہتمام نہیں کرتے جس قدر اہتمام نفلی عبادات کا کرتے ہیں۔ یہ جاہ پرستی ہے۔ ان لوگوں کو ذکر اللہ کی حقیقت حاصل نہیں ورنہ جن لوگوں کو ذکر اللہ میں کمال حاصل ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے رہتے ہیں اور فرائض و واجبات کا خوب اہتمام کرتے ہیں اور حرام سے بچنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

فضائلِ ذکر قرآن وحدیث کی روشنی میں:

ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے فضائل قرآن اور احادیث مبارکہ میں اس کثرت سے ذکر کئے گئے ہیں کہ اس کے لئے دفتر درکار ہیں لیکن ہم مختصراً کچھ عرض کردیتے ہیں۔

ارشادفرمایا: کہ اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں کہ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ۔ پس تم مجھے یاد کرو، میں تم کو یاد رکھوں گا اور میرا احسان مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔ میرے ان بے شمار احسانات اور انعامات کی وجہ سے جو میں نے تم پر کیے ہیں، تم پر یہ لازم ہے کہ تم اپنے دل، اپنی زبان اور اپنے عضاء وجوارح سے مجھے یاد کرو اور میں تمہیں یاد کروں گا اپنی رحمتوں اور عنایتوں کے ساتھ اور تمہاری طرف متوجہ رہوں گا اور دنیا وآخرت میں کامیابی ونصرت، فتح مندی وسرخروئی اور طرح طرح کے انعامات اور رحمتوں سے تمہیں نوازوں گا۔

ارشادفرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو ایک لمحہ بھی غفلت نہیں ہوتی کہ ان کی ظاہری عبادات تو اپنے اپنے اجرو ثواب حاصل ہی کریں گی، یہ ہر وقت کا ذکر وفکر پوری زندگی کے اوقات میں ستر گنا مزید بڑھا رہا ہے۔

جنید بغدادیؒ کا خواب میں شیطان سے ملاقات:

ارشادفرمایا: کہ یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دق کر رکھا ہے۔ پھر فرمایا کہ شیخ جنید بغدادیؒ کا واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ یہ کوئی آدمی ہیں۔ آدمی تو وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں۔ جنہوں نے میرے بدن کو دبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے۔ شیخ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں

شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں۔

ارشاد فرمایا: احقر کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰن باباؒ نے ذکر و شغل کے بارے میں کچھ فرمایا ہو، سناؤ۔ حضرت کے حکم پر احقر نے یہ اشعار سنائے۔

هسې یاد ئې همیشه مدام زما
چې اوراد ئې په هر صبح و شام زما

هر کلام چې زهٔ بې ستا له یاده اوکړم
سل توبې دی په هغه کلام زما

کهٔ بې تا د زړهٔ آرام کړم په سل رنګه
نهٔ شی نهٔ شی هیڅ رنګ آرام زما

ننګ و نام کهٔ ستا په مینه له ما درومی
ځار شه ستا تر مینې ننګ و نام زما

نن دِ وخت دے کهٔ مې آه و فریاد اورې
څو چې خاورې نهٔ دے هر اندام زما

زهٔ رحمانؒ به دا ناکام کوم تر کومه
وایه کله به حاصل کړې کام زما

+ + + + +

تمہاری یاد کو وردِ زباں مدام کیا
تمام عمر یہی کام صبح و شام کیا

وہ کوئی بات نہیں جس میں تیری بات نہ ہو
کیا ہے تیرے حوالے سے جب کلام کیا

کسی طرح بھی نہ بہلا یہ دل تمہارے بغیر
تمام صبر و سکوں ہجر میں حرام کیا

ہم اہلِ دل کو نہیں ننگ و نام سے رغبت
تمہارے نام پہ قربان ننگ و نام کیا

ابھی ہے وقت مری داستانِ غم سن لے
بدن جو ہوگیا مٹی تو کب کلام کیا

کہاں تلک رہے محروم مدعا رحماںؔ
کہ میکدے میں اسے تُو نے تشنہ کام کیا

ارشادفرمایا: ماشاء اللہ بہت مبارک اور بامعنیٰ اشعار ہیں۔ پھر فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰن باباؒ بہت بڑے آدمی اور بہت بڑے عارف وواصل تھے۔

ارشادفرمایا: کہ ذکر کی فضیلت میں اگرکوئی آیت نہ ہوتو صرف یہی ایک آیت اس کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔ ایک بندے کے لئے اس سے زیادہ فخر اوراس سے بڑاانعام اورکیا ہوسکتا ہے کہ معبودِ حقیقی اور پوری کائنات کا خالق و مالک اس کو یادکرنا بھی صرف یادکرنا نہیں بلکہ اس کا یادکرنا اپنے انعامات اوراحسانات وعنایات اورعزتوں اورعظیم کامیابیوں کا عطاءکرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کواپنی یادکی توفیق عنایت فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں یاد فرماتا ہے

ارشاد فرمایا: کہ ایک بزرگ کا واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک دن اس نے اہل مجلس سے فرمایا کہ میں اس وقت کو جانتا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ یاد فرماتے ہیں حاضرین نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو یہ کیسے معلوم ہو جاتا ہے۔تو انہوں نے فرمایا کہ قرآن کریم کے وعدے کے مطابق جب کوئی مؤمن اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اُسے یاد کرتا ہے۔اس لیے سب کو یہ سمجھ لینا آسان ہے کہ جس وقت ہم اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ہمیں یاد فرمائے گا۔

دینی جدوجہد میں ذکر سے کوتاہی عمل کو بے نور اور بے روح بنادیتی ہے

ارشاد فرمایا: کہ وعظ ونصیحت ہو یا دعوت وتبلیغ ہو یا دین اسلام کے لیے کوئی اور جدوجہد اور کوشش ہو اس میں بھی کثرتِ ذکر مطلوب ہے۔ بلکہ ایسے موقعوں پر ذکر میں کوتاہی بھی دینی جدوجہد اور کوشش کو بے نور اور بے روح بنادیتی ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں کو فرعون کے پاس بھیجا تو ان دونوں کو جو خاص تاکید کی تھی وہ کثرتِ ذکر اور ذکر میں کوتاہی نہ کرنے کی تھی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَاتَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ۔

ترجمہ: اے موسیٰ تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ جاؤ اور تم دونوں میرے ذکر میں سستی نہ کرنا۔

دعوت تبلیغ کا اصل سرچشمہ تعلق مع اللہ ہے

ارشادفرمایا: کہ وعظ ونصیحت اور دعوت وتبلیغ کا اصل سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ کیونکہ اس کی طرف اور اس کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے۔ لہٰذا وعظ ونصیحت اور دعوت دینے والے کا جس قدر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہوگا اس کی دعوت اور نصیحت میں جان اور قوت ہوگی اور اسی قدر اس سے خیر پھیلے گی۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ سے تعلق کمزور ہو جائے تو اس کی یہ دعوت ونصیحت بے روح اور بے جان ہو جاتی ہے۔

ذکر خفی اور ذکر جہری:

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذکرِ جہری افضل ہے یا ذکرِ خفی؟

ارشادفرمایا: کہ ذکرِ جہری اور ذکرِ خفی دونوں میں فضیلت ہے من وجہ، کسی وجہ سے جہری افضل ہے اور بعض وجہ سے خفی افضل ہے۔

اور فرمایا کہ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلق ذکر کا حکم فرمایا ہے۔ ''اُذْكُرُوا اللہَ كَثِيْراً ۔'' مطلق کے زد میں جو ہو مامور ہے اور البتہ فضائل خارجی مختلف ہوتے ہیں باعتبار ذکر اور وقت اور کیفیت ثمرات کے۔

ارشادفرمایا: کہ میرے عزیزو! اپنے دل کی ایک بات آپ حضرات کو سناتا ہوں، اسے غور سے سنو، اللہ تعالیٰ کا ذکر دل کو نرم وروشن اور اللہ تعالیٰ کی طرف مائل کر دیتا ہے اور اچھے اخلاق وجذبات سے دل کو سنوارتا ہے ذکرر کے نور سے ذاکر کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص نسبت وتعلق پیدا ہو جاتا ہے جس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اور اس کے قرب کو اپنا مقصد بنالیتا ہے۔

ایک مسترشد نے عرض کیا کہ حضرت ذکر میں دل نہیں لگتا،

ارشادفرمایا: کہ میرے عزیز اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر بہت زیادہ کیا کرو کہ اس نے آپ کے ایک عضو (زبان) کو ذکر میں لگا دیا ہے، اور دل کی توجہ کی دعا کرتے رہو۔

تسبیح دانوں کی اصل اور دلیل:

ایک مولانا صاحب (جو کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ) (کے شاگرد بھی تھے اور مرید بھی) نے عرض کی کہ حضرت یہ تسبیح جو ہے اس کی کوئی اصل ہے؟

ارشادفرمایا: کہ عظیم محدّث ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقات میں فرماتے ہیں کہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک عورت کے پاس آئے اور اس کے ہاتھ میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جس سے وہ تسبیح پڑھ رہی تھی۔ تو فرمایا ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہ یہ حدیث اصل ہے بزرگوں کے تسبیح رکھنے کی۔ اور نبی کریم ﷺ کا سکوت بھی جواز کی دلیل ہے خواہ تسبیح کے دانے الگ الگ ہوں یا پرو دیئے گئے ہوں۔ اس میں کوئی فرق نہیں اور یہ قول نا قابل توجہ ہے جو تسبیح کو بدعت کہتے ہیں اور فرمایا کہ حضرات مشائخ نے فرمایا ہے کہ تسبیح شیطان کے لیے کوڑا ہے۔ یعنی یہ غفلت نہیں پیدا ہونے دیتی۔

ارشادفرمایا: کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جبکہ وہ کامل ہو گئے تھے۔ ان کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی گئی تو ان سے کہا گیا کہ اب اس کی کیا ضرورت ہے؟ تو فرمایا کہ اس کی برکت ہی سے تو واصل ہوئے ہیں اس کو کیسے چھوڑ دیں۔

شیخ ومرشد کی ضرورت:

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ شیخ ومرشد کی ضرورت کیوں ہے کیا مرشد کے بغیر ذکر مفید نہیں؟

ارشادفرمایا: کہ حدیث شریف میں ایک دعا ہے۔ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ اَقْفَالَ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِكَ یعنی اے اللہ تعالیٰ ہمارے دل کے تالوں کو اپنے ذکر کی کنجی سے کھول دیجئے۔ فرمایا کہ اس دعا میں اشارہ ہے کہ ہر دل میں نسبت مع اللہ اور تعلق مع اللہ کی صلاحیت موجود ہے اور وہ سیل بند دل میں پڑی ہے۔ ذکر اللہ کی برکت سے اس کی سیل ٹوٹتی ہے۔ لیکن کنجی جب ہی کام کرتی ہے جب کسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ ہاتھ مرشد اور شیخ ہے۔ جس کی نگرانی اور تربیت اور توجہ اور دعا کے ساتھ ذکر اللہ کا اہتمام مفید ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ایک چرواہے کی حکایت:

ارشادفرمایا: کہ نبی کریم ﷺ نے جس طرح اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ترغیب دی اور تاکید فرمائی اسی طرح اس کے خاص کلمات بھی تلقین فرمائے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اس کا امکان تھا کہ علم ومعرفت کی کمی کی وجہ سے بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس طرح کرتے جو اس کے شایانِ شان نہ ہوتا، یا جس سے بجائے حمد وثناء کے معاذ اللہ تعالیٰ اس کی تنقیص ہوتی۔ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مثنوی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ایک چرواہے کی یہ حکایت بیان کی ہے۔

ارشادفرمایا: کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک مجذوب اور اللہ تعالیٰ کا عاشقِ صادق بکریاں چرایا کرتا تھا اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں مخلوق سے دور عشقِ الٰہی

میں چاک گریباں روتا پھرتا تھا۔اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا تھا کہ اے میرے اللہ! آپ مجھ کو کہاں ملیں گے؟ اگر آپ مجھ کو مل جاتے تو میں آپ کا نوکر ہو جاتا اور آپ کی گدڑی سیا کرتا اور آپ کے سر میں کنگھی کیا کرتا اور آپ کو کبھی بیماری پیش آتی تو میں آپ کی خوب غمخواری کرتا۔ اے اللہ! اگر میں آپ کا گھر دیکھ لیتا تو صبح و شام آپ کے لیے گھی دودھ لایا کرتا اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا اور آپ کے پیروں کی مالش کرتا اور جب آپ کے سونے کا وقت ہو جاتا تو آپ کے سونے کی جگہ کو جھاڑو سے خوب صاف کرتا، اے اللہ! آپ کے اوپر میری تمام بکریاں قربان ہوں، اے اللہ! بکریوں کے بہانے سے میں جو الفاظ ہائے ہائے کرتا ہوں وہ دراصل آپ کی محبت کی تڑپ میں کرتا ہوں۔بکریاں تو صرف بہانہ ہیں۔

اس طرح وہ چرواہا محبت کی باتیں اپنے رب سے کر رہا تھا کہ اچانک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس طرف سے گذر ہوا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ باتیں سنیں تو ارشاد فرمایا کہ اے چرواہے! کیا اللہ تعالیٰ کو نوکر کی ضرورت ہے؟ یا اس کا کوئی سر ہے کہ تو ان کے بالوں میں کنگھا کرے گا؟ یا ان کو بھوک لگتی ہے کہ تو ان کو بکریوں کا دودھ پلائے گا؟ اللہ تعالیٰ کیا بیمار ہوتے ہیں جو تو ان کی غمخواری کرے گا؟ اے جاہل! اللہ تعالیٰ کی ذات نقصان و احتیاج کی تمام باتوں سے پاک ہے۔تو جلد توبہ کر، تیری ان باتوں سے کفر لازم آتا ہے۔ بے عقل کی دوستی عین دشمنی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تیری ان خدمات سے بے نیاز ہے۔اس چرواہے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ باتیں سنیں تو بہت شرمندہ ہوا اور غلبۂ خوف اور شدتِ حزن و اضطراب سے گریبان پھاڑ ڈالا اور روتا ہوا جنگل کی طرف بھاگ گیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی۔

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

ترجمہ: اے موسیٰ (علیہ السلام) تم نے میرے بندے کو مجھ سے کیوں جدا کر دیا۔ تم کو میں نے بندوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے بھیجا ہے نہ کہ جدا کرنے کے لیے۔ تمہارا کام وصل کا تھا نہ کہ فصل کا۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے محترم بزرگو اور عزیزو! کسی بھی لمحہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہونا چاہیے اس لیے کہ:

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہِ کند آگاہ نباشی

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لمحہ کو بھی غافل نہ ہونا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ جس وقت وہ نگاہِ کرم فرمائیں اور تم کسی اور طرف غفلت سے مشغول ہو۔

اور حضرت کی دعا پر یہ مجلس برخاست ہوئی۔

+ + + + +

چوتھی مجلس

۱۹۵۵ء مقام غورغشتی ضلع اٹک

احقر اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب مسجد میں داخل ہوا تو حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ ظہر کی نماز سے فارغ ہوکر محراب میں تشریف فرما تھے۔ اور کثیر تعداد میں حضرت کے شاگرد، مسترشدین، معتقدین، صادرین اور واردین مجلس میں موجود تھے۔ ہم نے بھی ظہر کی نماز ادا کرلی اور مجلس میں حضرت کے قریب بیٹھ گئے۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! اخروی اجر وثواب کا شوق پیدا کرنے کے وسائل بہت ہیں۔ مثلاً عبادت، کثرت تلاوتِ قرآن کریم، احادیث نبوی، دینی کتابوں، ذکر اللہ کی کثرت، موت کو کثرت سے یاد کرنا، اور منازلِ آخرت کو کثرت سے یاد کرنا وغیرہ۔

مگر سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ صالحین کی مجلس اور اولیاء اللہ کی صحبت ہے۔۔۔

صحبت نیکاں اگر یک ساعتست

بہتر از صد سالہ زہد و طاعتست

یعنی ''صالحین کی ایک ساعت کی صحبت سو سال کی اطاعت وزہد سے بہتر ہے۔''

ارشاد فرمایا: کہ اسی بنا پر حضرت صوفیائے کرام کے یہاں صحبتِ اہل اللہ کو طریقۂ سلوک کا جزو اعظم قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ ایک شاعر نے درج ذیل اشعار میں اسی قسم کی ایک مجلس اہل حق کا ذکر کس بلیغ و دلگداز طریقے سے کیا ہے، صالحین کی ہر مجلس کا یہی حال ہوتا ہے جو ان اشعار میں مذکور ہے۔۔۔

مپرس از ذاکرانِ نیم شب ہا
کہ مشغول اند بادل ہا و لب ہا

چہ پرسی لطفِ دردِ صبح گاہی
کہ ایں لقمہ بہ است از مرغ و ماہی

دل اینجا مے کند اللہ ، اللہ
کہ ہر دم بشنود اللہ ، اللہ

چہ صحت بخش ہست اینجا فضائے
دل اینجا بے دوا یابد شفائے

بیائید اے طلبگاراں بیائید
بیائید اے دل افگاراں بیائید

کجائید اے خدا جو یاں کجائید
کجائید اے شفا جویاں کجائید

(ترجمہ)

(۱) کیا پوچھتے ہو نصف شب میں ذاکرین کے سوز کا حال بس وہ دل وزبان سے ذکر اللہ میں مشغول ہیں۔

(۲) پوچھتے کیا ہو کہ بوقت سحر ذکر اللہ و آہ و بکاء کے درد میں کتنا سوز ولطف ہے۔ ذکر اللہ کے یہ باطنی ایمانی لقمے مرغ و ماہی کھانے سے زیادہ لطف دہ ہیں۔

(۳) اس مبارک مجلس میں دل مسلسل اللہ اللہ کرتے ہوئے وہ ہر لمحہ چاروں طرف سے اللہ اللہ سنتا رہتا ہے۔

(۴) یہ مبارک فضا روحانی صحت بخش ہے، یہاں دل ظاہری دوا کے بغیر صرف ذکراللہ سے شفایاب ہوتا ہے۔

(۵) آؤ اس مجلس میں اور جلد آؤ اے طالبانِ جنت اور اے زخمی و غمگین قلوب والو۔

(۶) کہاں ہو اے اللہ تعالیٰ کے طلبگاروں اور اے روحانی شفا تلاش کرنے والوں جلدی آؤ۔

ارشادفرمایا: کہ میرے عزیزو! ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر کامل ایمان رکھتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر کامل یقین واطمینان اس بات پر موقوف ہے کہ اس کے دل کی اصلاح وتربیت ہوجائے، پھر فرمایا کہ اصلاح قلب وتربیت قلب وتزکیۂ نفس حاصل ہونے کے بعد ہی کوئی قلب اللہ تعالیٰ کی رزاقیت کے بارے میں مطمئن ہوسکتا ہے۔

ارشادفرمایا: کہ دل اعضائے بدن انسانی میں بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے اگر دل فاسد اور خراب ہو اور دنیا کی محبت سے لبریز ہو تو تمام اعضائے انسانی گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور اگر صالح و نیک ہو تو وہ تمام اعضاء بدن کو طاعت وحسنات وعبادات میں مشغول رکھتا ہے۔

ارشادفرمایا: کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اِنَّ فِی الْجَسَد لمضعةً اذا فسدت فسد البدن کله واذا صلحت صلح البدن کله الا وهی القلب۔

یعنی انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے کہ اگر وہ خراب اور فاسد ہو تو پورا بدن خراب اور فاسد ہوتا ہے۔ اور اگر وہ ٹکڑا ٹھیک اور صحیح ہو تو پورا بدن درست اور ٹھیک ہوتا

ہے،اور وہ دل ہے۔

ارشادفرمایا: کہ اس حدیث شریف کا مطلب ہے کہ انسان کے اعضاء سے جتنے اچھے یا برے اعمال سرزد ہوتے ہیں ان کا تعلق گوشت کے ایک ٹکڑے سے ہوتا ہے۔لہٰذا اگر وہ ٹکڑا فاسداور گندہ ہوتو انسان برے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے۔اوراگر وہ ٹکڑا درست اور صالح ہوتو جسم کے تمام اعضاء سے اچھے اعمال سرزد ہوتے ہیں اور گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہی ہے جو بدن میں امیراور بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

ارشادفرمایا: کہ اس حدیث شریف میں فساد وصلاح سے دینی واخلاقی صلاح وفساد مراد ہیں۔

ارشادفرمایا: کہ بہرحال اعضاء بدن میں دل امیر و بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا اس کی اصلاح بہت ہی ضروری ہے۔

ارشادفرمایا: کہ اصلاح قلب کے ذرائع واسباب بہت ہیں جو کتابوں میں ذکر کیے گئے ہیں۔ان اسباب و ذرائع میں سے ایک اہم وقوی ذریعہ صالحین وعلماء کاملین کی صحبت ہے۔

ارشادفرمایا: کہ میرے عزیزو! علماء کاملین وعارفین کا اجماعی فیصلہ ہے کہ دل کے علاج کا سب سے بہتر اور موثر ذریعہ یہ ہے کہ اولیاءاللہ اور علماءحق کی صحبت اختیار کی جائے اوران کی مجالس ومحافل میں بطورعقیدت ومحبت کثرت سے شرکت کی جائے۔

ارشادفرمایا: کہ اسی نکتہ کے پیشِ نظر صوفیائے کرام کسی شیخ صالح ومرشدِ کامل کی بیعت کوضروری قرار دیتے ہیں تاکہ نیک شیخ ومرشدِ کامل کی صحبت،تربیت،تزکیہ اورارشاد سے بیعت کرنے والے مرید وطالب کے قلب کی اصلاح ہوجائے۔پھر فرمایا کہ تجربہ و

مشاہدہ دونوں اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ صالحین کی صحبت فیض اثر سے بہتر طور پر دلوں کی اصلاح ہوسکتی ہے۔

ارشادفرمایا: کہ صحبت صالحین اور شیخ کامل کی اچھی تربیت کی برکت سے مختصر مدت میں طالبین ومریدین ومحبین کے دلوں میں کامل اخلاص پیدا ہوکر اللہ تعالیٰ کی معرفت سے ان کے سینے منور ہوجاتے ہیں۔اور ظاہری اعضاء طاعت وحسنات میں مشغول ہوکر قلبی اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے آئینہ بن جاتے ہیں۔

پھر اگر اخلاصِ قلبی ومعرفتِ باطنی و طاعاتِ ظاہری میں خوب ترقی نمودار ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے خصوصی کرامات سے نوازتے ہیں۔

ارشادفرمایا: کہ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں جن کا نام حضرت ابراہیم خواص ہیں وہ فرماتے ہیں کہ قلب کے امراض کا علاج پانچ امور سے ہوتا ہے:

(۱) قرآن کریم کی تلاوت کرنا جوغور وتدبر سے ہو۔

(۲) تہجد کی نماز مسلسل اور دائماً پڑھنا۔

(۳) خالی پیٹ رہنا یعنی بسیار خوری سے بچنا۔

(۴) بوقتِ سحر اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرنا۔

(۵) اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرنا۔

ارشادفرمایا: کہ جو آدمی یہ چاہے کہ اس کا دل حب دنیا کی بجائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے ہمکنار ہوجائے تو اسے ان پانچ امور پر عمل کرنا چاہیے۔ان امور میں سے ہر ایک امر نہایت جامع اور بے انتہا فوائد پر مشتمل ہے۔

ارشادفرمایا: کہ میرے عزیزو! ان پانچ امور میں سے آخری جو ہے اولیاء اللہ کی

صحبت اختیار کرنا اور ان کی مجالس میں بیٹھنا، اہل اللہ وصالحین کی مجالس پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں اور برکات نازل ہوتی ہیں اور اولیاء اللہ کی نصیحتیں اور ان کی تعلیم و تربیت اصلاحِ قلوب کے لیے تریاق کی حیثیت رکھتی ہیں، بزرگوں کی صحبت عظیم سعادت ہے---

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

یعنی ''نیک آدمی کی صحبت ومجلس تجھے بھی نیک کردے گی اور برے آدمی کی مجلس و صحبت تجھے بھی برا بنادے گی۔''

ارشاد فرمایا: کہ اردو زبان کے شاعر بزرگوں کی تاثیر نظر اور ان کی صحبت ومجالس کی عظمت اس طرح بیان کرتے ہیں---

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

ارشاد فرمایا: کہ مشہور عارف حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کی تعلیم و تربیت اور صحبت کے بارے میں کہتے ہیں---

مقام امن و مئے بے غش و رفیق شفیق
گرت مدام میسر شود زہے توفیق

یعنی'' جائے امن، بے فکرو بے اندیشہ زندگی اور مخلص دوست ورفیق اگر یہ تینوں چیزیں ہمیشہ میسر ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی توفیق اور بہت بڑا فضل ہے۔''

ارشاد فرمایا: کہ آپ حضرات نبی کریم ﷺ کی بعثت کے زمانے کا تصور کریں، وہ

جاہلیت کا زمانہ تھا۔ ہر آدمی انتہاء درجہ کی جہالت و ضلالت کا شکار تھا۔ خواہش پرستی اور من چاہی زندگی ہر آدمی کا شعار تھی، وہ اپنی اولاد کو زندہ در گور کر دینے کو اپنی عزت سمجھتے تھے۔ حق و ناحق کی طرفداری اور عصبیت ان کا شب و روز کا شیوہ تھا۔ قتل و فساد سے مطلقاً باک نہ کرتے تھے۔ ان کی بد اعمالیاں اور بد اخلاقیاں یہاں تک پہنچ چکی تھیں کہ ان کو انسان کہنا بھی مشکل تھا۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! باوجود اس جہالت و گمراہی کے نبی کریم ﷺ کی تعلیم و تربیت اور صحبت کا کیمیاوی اثر دیکھئے کہ جس شخص نے ہدایت پا کر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدقِ دل سے پڑھ لیا اور سرورِ کائنات فداہ اب امی ﷺ کے رُخ انور کو دیکھ لیا اور تھوڑی دیر کے لیے اسے صحبتِ نبوی نصیب ہوئی تو وہ ایسا کندن بن گیا کہ دنیا کا بڑے سے بڑا ولی اللہ اس کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ڈاکٹر اقبال مرحوم کہتا ہے۔۔۔

رُخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ

نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دوکانِ آئینہ ساز میں

ارشاد فرمایا: کہ بے شک بے شک ڈاکٹر صاحب نے کیا خوب کہا ہے، پھر احقر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ بھائی حضرت عبدالرحمٰن بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کوئی قصیدہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کے اس شعر کی مناسبت سے سناؤ۔ احقر نے عرض کیا کہ جی حضرت اور پھر احقر نے یہ اشعار سنائیں۔۔۔

په ښائست زما د یار نه دی خبر څوک
که خبر شی پرې به نه بړدی دغه در څوک

که زما د یار په مخ د چا نظر شی
وبه نه کا وبل مخ وته نظر څوک

که څو دلبران ډیر دی په جهان کښې
بل به نه وی زما یار غوندې دلبر څوک

د دیدن طاقت ئې هیچا سره نشته
و آفتاب ته کتے نه شی برابر څوک

مخ به بل خوا ته هرگز و نه جار باسی
چې شی ستا په خمارو سترګو ابتر څوک

وبه نه رسیږی تا ته په آسانه
ستا په غم چې خاورې نه کاندی په سر څوک

هغه نه کاندی نظر و سیم و زر ته
چې په لور د خپل اشنا کاندی نظر څوک

چې بیلتون په سترګو وینی اشنائی کا
د رحمانؒ په څهر به نه وی بے هنر څوک

+ + + + +

لوگوں میں کسی کو نہیں دلبر کی خبر تک
ہو جائے تو محدود رہے گا اسی در تک

اک بار مرے یار کی جو دیکھ لے صورت
پھر اور کسی سمت نہ پھیرے گا نظر تک

گو لاکھ یہاں عرش نشیں زہرہ جبیں ہیں
پہنچے نہ مگر کوئی مرے جانِ جگر تک

کوئی میرے دلدار کا دیدار کرے کیا
سورج پہ نظر کا نہیں ہوتا ہے گزر تک

مخمور نگاہوں سے نگاہیں جو ملا لے
خاطر میں نہ لائے گا کبھی شمس و قمر تک

غم خوردہ ہے جو خاک بسر ہو ترے غم میں
غم خوار جو رسمی ہو نہ لے گا وہ اثر تک

ہو جس کی نظر رہگزرِ یار کی مشتاق
رکھتا نہیں وہ دولتِ دنیا پہ نظر تک

فرقت میں بھی چاہت سے کبھی باز نہ آئے
رحمانؔ کو آتا نہیں الفت کا ہنر تک

ارشاد فرمایا: کہ جزاک اللہ تعالیٰ تم نے ہمیں خوش کر دیا اللہ تعالیٰ تمہیں خوش کرے۔

ارشاد فرمایا: کہ نبی کریم ﷺ کی مختصر صحبت وتربیت نے ادنیٰ درجے کے صحابی کو

بڑے سے بڑے ولی اللہ کا سرتاج بنا دیا۔غور کرنے سے اور قرآن واحادیث کی نصوص کی دلالت سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی صحبت فیض کا اثر کا نتیجہ تھا۔ پس معلوم ہوا کہ صحبت ایسی قوی التاثیر اور سریع الاثر شے ہے کہ ذرا دیر میں آدمی کوکہیں سے کہیں پہنچادیتی ہے۔

ارشادفرمایا: کہ شاعر کہتا ہے۔۔۔

صحبت نیکاں اگر یک ساعتست
بہتر از صد سالہ زہد و طاعتست

یعنی ''اگر ایک ساعت نیک لوگوں کی مجلس وصحبت اختیار کی جائے تو یہ سو سال کی زہدوعبادت سے بہتر ہے۔''

ارشادفرمایا: کہ علماء صالحین اور بزرگوں کی مجالس میں کچھ مدت تک بیٹھنا اچھے اخلاق سے آراستہ ہونے کا اور قلوب کی اصلاح کا بہترین ذریعہ ہے۔

ارشادفرمایا: کہ بقول شاعر کے۔۔۔

ہر ایک خواہد ہم نشینی با خدا
گو نشیند در حضورِ اولیاء

یعنی ''جوشخص یہ چاہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ہم نشین ہوتو اسے کہہ دیجئے کہ وہ اولیاء اللہ کی مجلس میں بیٹھے۔''

ارشادفرمایا: کہ میرے عزیزو! اہل اللہ واولیاء اللہ وعلماء صالحین کی صحبت، نصائح، تربیت اور تزکیہ ہی کے طفیل چمنستانِ اسلام تر وتازہ اور آباد رہا اور آباد رہے گا۔ ہمارے اکابر ہمارے اساتذہ وشیوخ سب کے سب الحمدللہ علماء ربانیین اور عارفین کاملین تھے۔

ارشاد فرمایا: کہ نیک صحبت کے متعلق شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک قطعۂ اشعار مجھے بہت پسند ہے میں اس کو اکثر پڑھا کرتا ہوں، وہ قطعہ یہ ہے۔۔۔

گلے خوش بُوئے در حمام روزے
رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مُشکی یا عبیری
کہ از بوئے دلاویز تو مستم

بگفتا مَن گِلے ناچیز بودم
ولیکن مُدتے باگل نشستم
جمالِ ہم نشین در مَن اثر کرد
وگر نہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(ترجمہ)

(۱) ایک دن حمام میں مجھے اپنے محبوب نے خوشبودار مٹی دی۔

(۲) میں نے اس مٹی سے کہا کہ تو مشک ہے یا عنبر کہ تیری دلاویز مہک سے میں مست اور خوشحال ہو گیا ہوں۔

(۳) اس نے بزبانِ حال کہا کہ میں تو ایک بے فائدہ چیز تھی لیکن ایک مدت تک خوشبودار پھول کی صحبت میں رہی۔

(۴) پس ہم نشین پھول کے جمال اور مہک ہی نے میرے اندر یہ اچھا اثر ظاہر کر دیا۔ اگر اس پھول کی صحبت نصیب نہ ہوتی تو میں بے فائدہ مٹی ہی رہتی۔

ارشاد فرمایا: پھر احقر کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اگر یہ اشعار آپ کو یاد ہو تو

انہیں ترنم کے ساتھ سناؤ۔ تو احقر نے عرض کیا کہ جی حضرت یاد ہیں اور پھر احقر نے ترنم کے ساتھ سنائے۔

ارشاد فرمایا: کہ اگر ذوق وشوق سے اور دلجمعی سے یہ قطعہ بار بار پڑھ جائے تو اس سے بزرگانِ دین صالحین اور علماء کی مجالس میں شرکت کی رغبت شدید پیدا ہوتی ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جی آج کل شیخ اور مرشد اچھے نہیں ملتے، اس لیے ہم کہاں اور کس کے پاس جائیں؟ مگر ان لوگوں کی یہ بات صحیح نہیں یہ اللہ تعالیٰ پر ایک طرح کا الزام ہے اس لیے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُو اتَّقُو الله وَكُوْنُو مَعَ الصَّادِقِيْنَ۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور عمل میں سچّوں کے ساتھ رہو۔

اور فرمایا کہ اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایسے صادقین کو پیدا فرماتے رہیں گے معلوم ہوا کہ ہر دور اور ہر عہد میں باصدق و باصفا مشائخ کا ہونا ضروری ہے تاکہ لوگوں کو ان کی صحبت ومعیّت کا شرف حاصل ہوتا رہا جس سے اللہ تعالیٰ کی یاد آئے دنیا کی محبت کم ہو اور آخرت کی فکر بڑھے۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! دیکھئے آج اگر آدمی بیمار ہو جائے تو وہ کسی ڈاکٹر اور حکیم کے پاس علاج کے لیے ضرور جاتا ہے آپ نے کسی بیمار کو یہ کہتے ہوئے نہیں دیکھا سنا ہوگا کہ آج کل ڈاکٹر اور حکیم اچھے نہیں ہیں۔ اس لیے مجھے اپنی حالت پر چھوڑ دو، میں علاج نہیں کراتا۔ تو جب لوگ اپنے امراضِ جسمانی میں اسی زمانے کے حکمائے جسمانی کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور شفا پاتے ہیں تو کیا اپنے امراضِ روحانی میں اس دور کے حکمائے روحانی سے ربط و تعلق پیدا کرکے ان امراض سے نجات نہیں پائیں گے؟ یقیناً

پائیں گے اگر لوگوں کے اندر اس کی فکر ہو اور مرض کا احساس ہو اور یہ خیال ہو کہ روح کی بیماری جسم کی بیماری سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ عشق کی دو کانیں ہیں جہاں عشق بکتا دیکھا ہے ایک تو دہلی میں شیخ المشائخ حضرت شاہ غلام علی صاحب قدس سرہ کا آستانہ خانقاہ مظہریہ اور دوسرا حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی قدس سرہ کا آستانہ تونسہ شریف، لیکن ہم نے تین دوکانیں دیکھی ہیں جہاں عشق بکتا تھا، پہلی دوکان حضرت خواجہ خواجگان خواجہ محمد سراج الدین صاحب قدس سرہ کا آستانہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف، دوسری دوکان شیخ التفسیر حضرت مولانا خواجہ حسین علی صاحب قدس سرہ واں بچھراں، تیسری دوکان شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کی۔

ارشاد فرمایا: کہ پاکستان میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی، حضرت مولانا خیر محمد صاحب خیر المدارس ملتان یہ سب حکمائے روحانی ہیں۔ ان میں سے جس کسی کے پاس آپ نیازمندانہ حاضر ہوں گے آپ کی بیماری روح انشاء اللہ تعالیٰ شفا پائے گی اور سکون ملے گا جسے آپ دنیا کی ساری دولت بھی خرچ کر کے حاصل نہیں کر سکتے۔

ارشاد فرمایا: کہ جس کے قلب میں اہلِ اللہ کی اور دین کی عظمت ہو یہ ضرور ایک روز رنگ لا کر رہتی ہے خالی نہیں جاتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت اور بڑی دولت ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کانٹے پھولوں کے دامن میں اپنا منہ چھپائے ہوئے ہیں ان کو باغبان گلستان سے نہیں نکالتا، لیکن جو خالص کانٹے

ہیں اور پھولوں سے اعراض کئے ہوئے ان سے مستغنی اور دور ہیں ان کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے فرماتے ہیں......

آں خارمی گریست اے عیب پوش خلق

شد مستجاب دعوت او گلعذار شد

کہ ایک کانٹا زبانِ حال سے رو رہا تھا کہ اے مخلوق کے عیب چھپانے والے اللہ! میرا عیب کیسے چھپے گا کہ میں تو کانٹا ہوں اس کی یہ فریاد و گریہ زاری قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے کرم نے اس کی عیب پوشی اس طرح فرمائی کہ اس پر پھول اُگا دیا جس کی پنکھڑیوں کے دامن میں اس خار نے اپنا منہ چھپا لیا۔

پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ اگر ہم کانٹے ہیں، نالائق ہیں تو ہمیں چاہیے کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہا کریں اس کی برکت سے انشاء اللہ اول تو ہم خلعتِ گل سے نواز دیئے جائیں گے یعنی اللہ والے ہو جائیں گے ورنہ اگر کاملین میں نہ ہوئے تو تابعین میں انشاء اللہ ضرور اُٹھائے جائیں گے۔ خار کی طرح محروم نہیں رہیں گے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض صحابہ کرامؓ کے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ بہت مالدار تھے جیسے حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تو دنیا تو مذموم چیز ہے انہوں نے کس طرح دنیا کو جمع کیا تھا۔

ارشاد فرمایا: کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بہت اونچے لوگ تھے ان کے دل نبی کریم ﷺ کی صحبت و تربیت کی برکت سے دنیا کی محبت سے خالی تھے۔ ان کے پاکیزہ قلوب صرف اللہ تعالیٰ کی اور نبی کریم ﷺ کی محبت سے معمور تھے، ان کی دولت آخرت کے لئے، دین کی عظمت کے لئے اور مسلمانوں کی خدمت کے لئے صرف ہوتی

حکایتِ ایاز اور حاسدین

شاہ محمود کے ایک مقرب درباری غلام آیاز نے ایک حضرہ تعمیر کیا اور اس میں اپنی گدڑی اور پرانی پوستین لٹکا دی اور اس حجرہ کو مقفل رکھتا تھا اور تنہا جا کر کبھی کبھی اپنی پھٹی پرانی گدڑی اور پوستین کو دیکھ کر رویا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اے اللہ! میں ایک غریب خاندان کا لڑکا تھا اور اس پھٹی حالت میں تھا کہ میرا لباس یہ تھا کہ جسے آج میں شرم وحیا سے مقفل رکھتا ہوں یعنی دوسروں کے سامنے پہننا تو درکنار دوسروں کو دکھانا اور دوسروں کے علم میں لانا بھی اپنی توہین اور ننگ سمجھتا ہوں اور اپنے کو سمجھایا کرتا تھا کہ اے آیاز! تو اب مقرب بارگاہ سلطان ہے اس شان وشوکت پر ناز نہ کرنا کہ تیری حقیقت صرف یہی پوستین اور گدڑی ہے۔ عمائد اور وزراء اس راز سے بے خبر تھے وہ آیاز کو اس حجرہ کی طرف آتے دیکھتے اور طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے۔

ایک دن تمام اراکین سلطنت جمع ہو کر تبادلۂ خیال کرنے لگے کہ آیاز تنہا اس حجرہ میں کیوں جاتا ہے اور اس کو مقفل بھی رکھتا ہے اس قفل گراں کی کیا ضرورت ہے۔ شاہ محمود اس کو عاشق اور درویش سمجھتا ہے اور یہ شاہ کی دولت اس حجرہ میں مخفی کر رہا ہے۔ اگر اس دفینہ کی خبر شاہ کو کر دی جاوے تو دو فائدے حاصل ہوں ایک تو یہ کہ ایاز کا تقرب ختم ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ شاہ کو جب دفینہ مل جائے گا تو ہم لوگوں کو انعام بھی ملے گا۔ چنانچہ یہ مشورہ طے پایا کہ شاہ محمود کو اطلاع کی جاوے پس ایک وفد نے شاہ سے کہا۔

شاہ را گفتند او را حجرہ ایست
اندر آنجا روپیم و خمرہ ایست

اس لئے خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی یہ شاہانہ حالت دیکھ کر مولانا جامیؒ نے بطورِ اعتراض وتنقید چپکے سے یا اپنے دل میں یہ مصرعہ پڑھا……

نہ مرداست آنکہ دنیا دوست دارد

یعنی ''دنیا سے محبت رکھنے والا شخص کامل انسان نہیں ہوسکتا'' یہ مصرعہ پڑھ کر مولانا جامی خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ایک مسجد میں آ کر سو گئے اور یہ خواب دیکھا کہ میدانِ حشر برپا ہے۔ اسی حالت میں کسی صاحبِ معاملہ نے آ کر مولانا جامیؒ کو پکڑ لیا اور کہا کہ میرے وہ پیسے لاؤ جو فلاں معاملہ میں دنیا میں تمہارے ذمہ رہ گئے تھے۔ اب مولانا جامیؒ ہر چند پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ آدمی چھوڑتا نہیں۔ مولانا جامیؒ بڑے پریشان ہیں، روتے ہیں اور جہنم کی آگ کو سامنے دیکھتے ہیں۔

اتنے میں مولانا جامیؒ نے دیکھا کہ خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی سواری آئی۔ یہ کشمکش دیکھی تو خواجہ صاحب نے اس شخص سے فرمایا کہ جامی فقیر کو کیوں تنگ کر رکھا ہے اسے چھوڑ دو۔ ہم نے یہاں مال ودولت کا خزانہ جمع کیا ہے وہ کس واسطے ہے اور اپنے خدام سے کہا کہ اس شخص کا مولانا جامی کے ذمہ جتنے مال کا مطالبہ ہے وہ مال تم میرے خزانے سے ادا کرو۔ چنانچہ خواجہ صاحب کے کہنے سے اور ان کی مالی اعانت کے طفیل مولانا جامی کو میدانِ حشر میں اس شخص سے رہائی ملی۔

اس خواب کے بعد جب مولانا جامیؒ کی آنکھ کھلی اور بیدار ہوئے تو دیکھا کہ واقعی خواجہ صاحب کی سواری آرہی ہے۔ مولانا جامیؒ وہاں سے اُٹھے اور بہت ہی نادم اور پشیمان ہوئے، خواجہ صاحب سے ملے۔

خواجہ صاحب چونکہ صاحب کشف تھے اور کشف کے ذریعہ انہیں اس سارے

ماجرا کا علم ہو گیا تھا اس لئے مولانا جامیؒ سے محبت آمیز لہجے میں فرمایا کہ اے جامی! وہ مصرعہ تو سناؤ جو تم نے پڑھا تھا۔ اب مولانا جامیؒ شرم و حیاء کے مارے پڑھتے نہیں لیکن خواجہ صاحب کے اصرار پر جامی نے وہ مصرعہ پڑھا......

نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کا یہ کلام ابھی ناتمام ہے یعنی پورا شعر نہیں ہے اس کے ساتھ یہ دوسرا مصرعہ ملانا چاہیے......

اگر دارد برائے دوست دارد

یعنی ''اگر دنیا اور ثروت کی فراوانی ہو بھی تو اپنے واسطے نہ ہو بلکہ دوست کے واسطے ہو، ایسی دنیا میں کیا حرج ہے''۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! اگر مخلصین اور کاملین کے پاس جو دنیا ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے وہ اسے اپنے پاس رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس میں مالکانہ تصرف نہیں کرتے بلکہ جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے وہاں صرف کرتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ بس بھائی میں بہت تھک گیا ہوں، دُعا کریں اور حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کی دُعا پر یہ مجلس برخاست ہوئی۔

+ + + + +

پانچویں مجلس

۱۹۵۵ء مقام غورغشتی ضلع اٹک

احقر ۱۹۵۵ء شوال کے مہینے میں عیدالفطر کے تقریباً پندرہ دن بعد شیخ المشائخ، رئیس المحدثین، سرتاج الاولیاء، عارف باللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیرالدین صاحب نورغشتوی قدس اللہ سرہ کی زیارت اور قدم بوسی کی نیت سے غورغشتوی حاضر ہوا تو اتفاقاً صحیح بخاری شریف کا افتتاح تھا اور طلباء سے مسجد بھری تھی۔ دورۂ حدیث میں تقریباً دوسو کے قریب طلباء تھے۔

ایک طالب علم نے بخاری شریف کی عبارت پڑھی۔ جب اس نے عربی میں کہا

بَابٌ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الخ۔

ارشاد فرمایا: حضرت نے روتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ باب مت کہو باغ کہو باغ۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! علم حدیث کے دو مرتبے ہیں۔ ایک مرتبہ باعتبار فضیلت، اور دوسرا مرتبہ باعتبارِ تعلیم۔ فرمایا کہ باعتبارِ فضیلت علم حدیث کا درجہ دوسرا ہے۔ پہلا درجہ علم تفسیر کا ہے، کیونکہ شریعت کے اصولِ اربعہ میں قرآن کریم پہلے درجے پر ہے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے درجے میں ہے اور باعتبارِ تعلیم علم حدیث کا درجہ سب سے آخر میں ہے۔ فرمایا اسی لئے دورۂ حدیث سب سے آخر میں ہوتا ہے۔ پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب نوراللہ مرقدہ علم حدیث کی تعریف، موضوع و غرض و غایت پر سیر حاصل بحث فرمائی۔

ارشاد فرمایا: کہ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث کی غرض و غایت **الفوز** بسعادۃ الدارین کو قرار دیا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ بات مجمل ہے اس لئے کہ علم **حدیث** کی غرض و غایت حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مشابہت **پیدا** کرنی ہے اور وہ مشابہت یوں ہوتی ہے کہ جیسے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم **جناب** نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں احادیث کا سماع کرتے تھے اور ان کو اخذ کیا کرتے تھے **ایسے ہی** مشتغلین بالحدیث بھی کرتے ہیں اور یہ سعادت دارین کی کلیہ ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ ایک شاعر یوں کہتا ہے:

اهـل الـحديث هم اهل النبی و ان

لـم يـصحبوا نفسـه أنفاسه صحبوا

یعنی حضرات محدثین نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص تعلق والے لوگ ہیں۔ **اگر چہ** ان کو نبی کریم ﷺ کی صحبت نصیب نہیں ہوئی لیکن یہ نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال **اور** صفات و تقاریر کے امین اور محافظ ہیں اور اس میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ بھی سعادت ہی کا عنوان ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ علم حدیث کی غرض و غایت کے لئے یہ سعادت کہا جا سکتا ہے کہ سننِ ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اِنَّ أَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلَاۃً، یعنی قیامت میں نبی کریم ﷺ کا قرب ان لوگوں کو زیادہ نصیب ہوگا جو آپ ﷺ پر زیادہ دورد بھیجنے والے ہوں گے اور یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرتِ محدثین کرام سے زیادہ جناب نبی کریم ﷺ پر کوئی اور درود بھیجنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس علم کی غرض و غایت نبی کریم ﷺ کا قیامت میں زیادہ قرب حاصل کرنا ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ شیخ المشائخ، امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ نے اپنے رسالہ فیوض الحرمین میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حرمین شریفین کے قیام کے دوران کچھ مبشرات نظر آئے۔ انہی مبشرات میں انکشاف ہوا کہ جناب نبی کریم ﷺ کے قلبِ مبارک سے نور کے دھاگے نکل رہے ہیں اور حضرت محدثین کرام کے قلوب تک وہ پہنچ رہے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ محدثین کرام کے لئے بڑی فضیلت اور شرف کی بات ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ عزیزو! علمِ حدیث میں سند ایک بنیادی چیز ہے، سند کے بغیر حدیث قبول نہیں کی جاتی۔ علمِ حدیث میں سند کی حیثیت بالکل واضح ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک قدس سرہ سند حدیث کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: الاسناد من الدین، و لو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء کہ سند دین میں سے ہے اور اگر اسناد نہ ہوتا تو جس کا جو جی میں آتا وہ کہتا۔

ارشاد فرمایا: کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ یہ ہمارے امام ابوحنیفہ قدس اللہ سرہ کے شاگرد ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ کبار محدثین کے استاد تھے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں آپ کے سند سے سینکڑوں حدیثیں موجود ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسناد **مؤمن کا** اسلحہ ہے اگر اسلحہ نہ ہوتو وہ کس چیز سے جنگ کرے گا۔

ارشاد فرمایا: کہ برصغیر پاک و ہند میں علم حدیث کے منتہی حضرت **شاہ ولی اللہ** صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ چنانچہ ہر فرقہ کی سند ان ہی سے جا کر ملتی ہے۔ چنانچہ **ہمارے** اکابر اور اساتذہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تک سند بیان کرتے ہیں اور **حضرت شاہ** صاحب سے لیکر مصنفین کتب تک ان کی اسانید ان کی کتاب **الارشاد الی مهمات الاسناد** میں مذکور ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ میرا سلسلہ سند صحیح بخاری شریف:

میں نے بخاری شریف درساً شیخ المشائخ حضرت مولانا قاضی قمر الدین صاحب چکڑالوی قدس سرہ سے پڑھی۔ انہوں نے استاذ الکل حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری سے، انہوں نے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب قدس سرہ سے، انہوں نے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہ سے اور انہوں نے مرکز اسانید حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ سے بخاری شریف پڑھی۔

ارشاد فرمایا: کہ صحاح ستہ میں سب سے مشہور صحیح بخاری ہے۔ امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام **الجامع المسند الصحيح المختصر من امور رسول الله تعالىٰ عليه وسلم وسننه و أيامه** لکھا ہے، جبکہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام **الجامع الصحيح المسند من حديث رسول الله تعالىٰ عليه وسلم** لکھا ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ صحیح بخاری کی سبب تالیف کیا ہے،

فرمایا کہ اس کتاب کی تالیف کے دو سبب کئے جاتے ہیں،

ایک سبب امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تہذیب الاسماء واللغات میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا قول نقل کیا ہے کہ ہم اپنے استاد اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں تھے کہ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے کہا لو جمعتم کتاباً مختصراً لصحیح سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس ساتھی کی اس بات کی وجہ سے میرے دل میں اس کتاب کی تالیف کا داعیہ پیدا ہوا۔

اور دوسرا سبب امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نقل کیا ہے کہ محمد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، میں آپ کے سامنے کھڑا تھا، میرے ہاتھ میں پنکھا تھا جس سے میں مکھیاں اڑا رہا تھا۔ بعض معبرین سے میں نے اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے کہا کہ أنت تذب عنه الكذب، اس خواب کے واقعہ سے میرے دل میں احادیث صحیح جمع کرنے کا شوق پیدا ہوا۔

ارشاد فرمایا: کہ تاریخ کی کتابوں میں اس کی کوئی تصریح موجود نہیں ہے کہ صحیح بخاری شریف کی تالیف کی ابتداء کب ہوئی؟ اور اختتام کب ہوا؟ البتہ بعض واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ابتداء ۲۱۷ھ میں ہوئی اور اختتام ۲۳۳ھ میں ہوا۔

ارشاد فرمایا: کہ ہم نے اپنے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے تراجم ریاض الجنۃ میں منبر مبارک اور روضۂ مطہرہ کے درمیان لکھے ہیں اور وہ ہر ترجمہ کے لئے دو رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔

ارشاد فرمایا: کہ صحیح بخاری کی روایت کی تعداد کتنی ہیں؟

فرمایا کہ ہم نے اپنے مشائخ حدیث سے سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ مکررات کو

شمار کر کے صحیح بخاری کی احادیث کی تعداد سات ہزار دوسو چھتر حدیثیں ہوئی ہیں اور مکررات کو حذف کرنے کے بعد چار ہزار احادیث بنتی ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ صحیح بخاری کی خصوصیات میں سے سب سے اہم خصوصیت اس کے تراجم ہیں۔ ایسے تراجم نہ ان سے پہلے کسی نے قائم کئے اور نہ ان کے بعد کسی نے قائم کئے۔

ارشاد فرمایا: کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کا افتتاح کیا:

باب :کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے افتتاح کتاب میں ایک نیا اور انوکھا انداز اختیار کیا ہے۔ ان کے علاوہ امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی رحمھم اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی کتابوں کا آغاز کتاب الطہارۃ سے کیا ہے۔ اس لئے نماز دین کے ارکان میں سے اہم رکن ہے اور اس کی صحت طہارت پر موقوف ہے اور قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور سنت کا تحفظ اور دین کی حفاظت چونکہ سند پر موقوف ہے، اس لئے سند کی اسی اہمیت کی بناء پر امام مسلم نے اسناد کے مباحث کو پہلے ذکر کیا لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سب سے جدا طریقہ اختیار کیا اور اپنی کتاب کا آغاز وحی کی بحث سے کیا۔ اس لئے کہ اس میں شک نہیں کہ سنت، طہارت، صلوٰۃ، اسناد کی اہمیت اپنی اپنی جگہ ضروری ہے لیکن ان تمام کا مدار تو وحی پر ہے اور تمام شرائع کا منبع وحی ہے اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وحی کی عظمت اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے وحی کی بحث سے اپنی عظیم الشان اور عظیم المرتبت کتاب کا افتتاح فرمایا۔

ارشاد فرمایا: کہ ہمارے استاذ شیخ المشائخ حضرت مولانا قاضی قمر الدین صاحب

محدث چکڑالوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عمدہ بات ارشاد فرمائی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ دراصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندوں کا جو تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہیں اور بندے مخلوق۔ اللہ تعالیٰ مالک ہیں، بندے مملوک۔ اللہ تعالیٰ معبود ہیں اور بندے عابد۔ یہ تعلق بذریعہ وحی ثابت ہوا ہے۔ اس تعلق کے ثبوت کے بعد پھر بندوں سے ایمان، علم اور اعمال و عبادات کے مطالبات ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی ترتیب سے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں سب سے پہلے وحی کا ذکر کیا کہ اس سے تعلق کا ظہور اور ثبوت ہوا ہے پھر اس کے مقتضیات، ایمان، علم اور اعمال کا ذکر کیا۔

ارشاد فرمایا: کہ امام بخاری رحمۃ للہ علیہ نے ترجمہ قائم کیا ہے۔ باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، یہاں عنوان میں لفظ باب ہے۔ باب اس کو کہتے ہیں جس میں ایک نوع کی اشیاء مذکور ہوں۔ چونکہ بدء الوحی میں بھی جملہ احادیث مبارکہ وحی سے متعلق ہیں اس لئے باب کا لفظ اختیار کیا گیا ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ لفظ باب کے تلفظ میں تین وجہیں لکھیں ہیں۔

پہلی وجہ: باب (تنوین کے ساتھ) بابٌ کیف کان بدء الوحی..... الخ

دوسری وجہ: باب (بغیر تنوین کے اضافت کے ساتھ) ھذا باب کیف کان، یعنی کان کیف ......الخ مضاف الیہ ہوگا۔

تیسری وجہ: باب (سکون کے ساتھ) نہ تنوین پڑھیں گے اور نہ رفع بلکہ سکون پڑھیں گے۔

ارشاد فرمایا: کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور علامہ بدرالدین عینی رحمۃ

اللہ تعالیٰ دونوں فرماتے ہیں کہ **بدء الوحی** سے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **کا مدّعا** یہ نہیں ہے کہ فقط وحی کی ابتداء کا ہوتا ہے۔ لیکن مقصود کل ہوتا ہے۔ چونکہ صحیح بخاری میں **باب** آئے گا، باب **بدء الاذان** وہاں آذان کے جملہ متعلقات مذکور ہیں۔

اسی طرح یہاں اگر چہ بدء کا ذکر ہے لیکن امام بخاری کی غرض فقط ابتداء وحی کی کیفیت کا بیان نہیں بلکہ مطلق وحی کی تمام کیفیات اور متعلقات کو بیان کرنا مقصود ہے۔

ارشاد فرمایا: اس ضمن میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **لفظ** کیف اور وحی کی اقسام پر پورے بسط کے ساتھ سیر حاصل بحث فرمائی۔

ارشاد فرمایا: پہلی حدیث شریف کے ضمن میں بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب نے حدثنا اور اخبرنا کے فرق کو بہت عمدہ انداز میں واضح کیا۔

ارشاد فرمایا: کہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح بخاری شریف میں بہت **عمدہ** انداز میں لطیف اشارات کرتے ہیں، جس کو اگر آدمی سمجھ لیں تو اس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے یہاں بھی ایک عجیب لطیفہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے سینکڑوں اساتذہ کرام میں سب سے پہلے امام حمیدی کی روایت ذکر کی ہے۔ یہ اس لیے کہ امام حمیدی قریشی ہیں، اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں جناب نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل کیا ہے۔ **قدموا قریشاً**، کہ قریش کو مقدم کرو۔ اور **الائمة من قریش**، کہ ائمہ قریش میں سے ہوں گے۔ تو گویا امام بخاری نے ان روایات کو **پیش نظر** رکھ کر اپنے استاد امام حمیدی کی روایت سے کتاب کا آغاز کیا۔

ارشاد فرمایا: کہ اور دوسرا لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ یہ امام حمیدی مکی بھی ہے اور اس روایت کے بعد دوسری روایت عبداللہ بن یوسف اخبرنا مالک کے طریق سے

مروی ہے اور امام مالک مدنی ہیں، چونکہ اسلام کا ورود مکہ مکرمہ میں ہوا اور ظہور مدینہ منورہ (علی منورها الف الف صلوٰة و تحيّة) میں ابتداء مکہ مکرمہ سے ہوئی اور اس کا فروغ مدینہ منورہ میں ہوا۔ تو گویا وحی پہلی منزل مکہ مکرمہ اور دوسری منزل مدینہ منورہ ہے، اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہلی روایت مکی اساتذہ کی اور دوسری روایت مدنی اساتذہ کی ذکر کی۔

ارشاد فرمایا: کہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دوسرا لطیف اشارہ ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں پہلی جو سند ذکر کی ہے اس میں ان کے استاد حمیدی ہیں اور کتاب کی آخری سند میں ان کے استاد احمد بن اشکاب ہیں۔ اور ان دونوں میں مادہ حمد موجود ہے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کتاب کی ابتداء اور انتہا محمود ہے اور اس میں امام بخاری کی حُسن نیت کی طرف اول و آخر میں اشارہ ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ صحیح بخاری شریف کی سب سے پہلی حدیث انما الاعمال بالنيات کی اہمیت۔

فرمایا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں سب سے پہلے درج کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام علماء اسلام کے نزدیک اس روایت کی صحت اور عظمت وجلالت متفق علیہ ہے۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ان احادیث مبارکہ میں داخل ہے جن پر اسلام کا مدار ہے۔ امام شافعیؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان هذا الحديث يدخل فيه نصف العلم، یعنی بے شک آدھا علم اس حدیث میں داخل ہے۔

اس کی توجیہ یہ ہے کہ اعمال کا تعلق یا جوارح سے ہوتا ہے یا دل سے، جوارح سے

متعلق ہوتو یہ بدنی عبادات اور قلب سے متعلق ہوتو یہ قلبی عبادات کہلائیں گی اور ظاہر ہے کہ نیت کا تعلق قلب سے ہوتا ہے۔

ارشادفرمایا: کہ بعض علماء کرام سے یہ منقول ہے کہ یہ حدیث **ثلث العلم** ہے اس کی توجیہ علماء کرام یہ فرماتے ہیں کہ بندہ کا عمل جوارح سے متعلق ہوتا ہے، یا زبان سے یا قلب سے، قلب کا عمل نیت ہے جو ثلث ہے۔

ارشادفرمایا: کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام کا مدار چار احادیث پر ہے۔

(۱) انما الاعمال بالنیات۔

(۲) من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه۔

(۳) الحلال بین و الحرام بین و بینهما مشتبهات۔

(۴) ازهد فی الدنیا یحبك الله۔

ارشادفرمایا: کہ البتہ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ نے (حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عمدہ القاری کھول کر عبادت پڑھی) چوتھی حدیث **ازهد فی الدنیا یحبك الله** کی بجائے **لا یکون المؤمن مؤمنا حتی یرضی لاخیه ما یرضی لنفسه** مذکور ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ باقی سبق انشاءاللہ کل ہوگا، اور حضرت کی دعا پر مجلس ختم ہوئی۔

+ + + + +

چھٹی مجلس

۱۹۵۵ء مقام سواتی پشاور صدر مولانا عبد الجمیل صاحب کا گھر بعد عشا۔

شیخ المشائخ، رأس الفقہاء والمحدثین، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، زبدۃ الصالحین، عارف باللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی نور اللہ مرقدہ پشاور تشریف لائے تھے اور رات کو قیام مولانا عبد الجمیل صاحب کے ہاں سواتی صدر میں تھا۔ کثیر تعداد میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے شاگرد، مریدین، مسترشدین اور معتقدین جمع تھے۔

ارشاد فرمایا: کہ ہمارے استاد شیخ المشائخ حضرت مولانا قاضی قمر الدین صاحب محدث چکڑالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ حدیث میں شیخ الکل فی الکل محدث کبیر حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد تھے اور تصوف میں قطب الواصلین، زبدۃ العارفین حضرت سیدی ومرشدی مولانا خواجہ محمد سراج الدین صاحب دامانی قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید اور خلیفہ راشد تھے۔ جن دنوں ہم چکڑالہ ضلع میانوالی میں حضرت الاستاد مولانا قاضی قمر الدین صاحبؒ سے حدیث پڑھتے تھے تو استاد محترم بہت اونچے الفاظ میں اپنے پیر ومرشد کا تذکرہ فرمایا کرتے اور جب کبھی استاد محترم اپنے پیر ومرشد کی زیارت اور قدم بوسی کے لیے موسیٰ زئی شریف تشریف لے جایا کرتے تو ہمیں بھی ساتھ لے جاتے اور ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ نصیر الدین حضرت پیر ومرشد سے بیعت کرلو کہ ایسے لوگ کہیں صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ان بزرگوں کا نمونہ ہے جن کے تذکرے کتابوں میں تم پڑھوں گے۔ تو ہم نے حضرت الاستاد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت

میں عرض کیا کہ حضرت جیسے آپ کی مرضی ہو پھر ہم نے قطب الواصلین حضرت **پیرومرشد** خواجہ محمد سراج الدین صاحب قدس سرہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کرلی۔

ارشادفرمایا: کہ حضرت الاستاد حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **فرمایا** کرتے تھے کہ حضرت قطب الواصلین مولانا خواجہ محمد سراج الدین صاحب قدس سرہ **کے** سفرحج میں بندہ بھی حضرت خواجہ صاحبؒ کے ہم رکاب تھا۔ جن دنوں میں **حضرت خواجہ** صاحبؒ مدینہ منورہ میں اقامت پذیر تھے۔ تو ایک دن آپ نے غسل فرمایا اور **حضرت سید** الکائنات ﷺ کے روضہ مبارک کی جانب تشریف لے گئے۔ ہم دو تین اشخاص بھی **حضرت** کے ساتھ تھے۔ جب حضرت کی روضہ مبارک کے مجاوروں سے ملاقات ہوئے **تو انہوں** نے تھوڑی دیر بات چیت کے بعد حضرت کے کپڑے لے لیے اور عربی لباس پہنا دیا۔ دائیں ہاتھ کی آستین کو آپ کے بازو پر رکھا اور ایک جلتی ہوئی موم بتی آپ کے **ہاتھ میں** دے دی۔ پھر آپ روضہ مطہرہ سید الکونین ﷺ میں داخل ہوئے۔ آپ نے داخل **ہونے** سے پہلے اُسی موم بتی سے دو قندیلیں اور روشن فرمائیں اور دیر تک آپ نے **روضہ مبارک** کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضرت سید الکونین ﷺ کی بارگاہ میں دعا اور **زاری فرمائی۔** پھر پورے ادب سے وہاں رخصت ہوکر باہر تشریف لائے۔ اور نئے کپڑے **مجاوروں کو** واپس دے کر اپنے کپڑوں کو زیب تن فرمایا۔ اور حتی الوسع وہاں کے مجاوروں **کوشکرانہ عطا** فرمایا۔ اور پھر حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ ایک جگہ گوشے میں بیٹھ کر بندہ **کوشرف بیعت** سے نوازا۔ اور پھر اپنی جگہ پر تشریف لائے۔

ارشادفرمایا: کہ حضرت الاستاد حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **نے فرمایا** کہ موم بتی جلانے کی وجہ یہ تھی کہ گویا ہمارے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ **خادموں کی**

مانند حضرت سید الکونین علیہ وسلم کی خدمت گزاری کے لیے داخل ہو رہے ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ حضرت الاستاد صاحبؒ نے فرمایا کہ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ادب تا جیست از لطف الٰہی

بنہ برسر برو ہرجا کہ خواہی

ترجمہ: ادب لطف الٰہی کا تاج ہے۔ جب بھی سر پر رکھو گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش آپ پر ہوگی۔

ارشاد فرمایا: کہ قدوۃ السالکین، زبدۃ الصالحین حضرت مولانا خواجہ محمد سراج الدین صاحب قدس سرہ جس وقت علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر سترہ (۱۷) سال تھی اور جب دستار زیب سر فرمائی تو اس وقت عمر اٹھارہ سال تھی۔ اور جب وصال فرمایا تو کل مدت عمر مبارک ۳۶ سال تھی۔

ارشاد فرمایا: کہ اس طرح رشد وہدایت کی کل مدت سترہ (۱۷) سال بنتی ہے۔ اس قلیل ترین مدت میں جو انوارات وفیوضات کا فیضان اکناف واطراف کے عالم کے خواص وعوام نے حاصل کیا۔ اس کی مثال کمیاب ہے۔ اس آفتاب عالمتاب کی ضیاء پاشیوں سے ہندوستان، کشمیر، بخارا وسمرقند وسرزمین عرب اور خراسان وغیرہ مما لک مستفیض ہوئے اور علم وعرفاں کا وہ مرکز جو ایک بوریہ نشین بزرگ قطب الواصلین حضرت مولانا خواجہ حاجی دوست محمد صاحب قندھاری قدس اللہ سرہ العزیز نے خاک داماں کے دامن کو صد رشک چمن بنایا تھا اس میں یوں بہار آئی کہ ایک عالم حیرت میں رہ گیا۔

ارشاد فرمایا: کہ اس وقت کے بڑے بڑے جبالِ علم وفضل جیسے شیخ القرآن والحدیث شیخی ومرشدی حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں، شیخ المشائخ حضرت

مولانا قاضی قمر الدین صاحب چکڑالہ، حضرت مولانا احمد خان صاحب کندیاں، حضرت مولانا غلام حسین صاحب کانپور، حضرت مولانا غلام حسن صاحب سواگ، حضرت مولانا فضل علی صاحب قریشی مسکین پورو غیرھم قدسنا اللہ باسرارھم کا ہجوم اس بات کی بیّن دلیل تھی کہ اس زمانہ کے اس گل سر سید خانوادۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ قدسنا اللہ باسرارھم کا وجود نعمت کبریٰ اور فیوضات کا ایک بے پایاں سمندر ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

ارشادفرمایا: کہ قدیم الایام سے جو علم وعرفان کی رقابت وکشمکش زبانِ زدِ خاص و عام تھی وہ یکسر ختم ہوگئی، یہاں دکھائی دیتا تھا کہ جتنا کوئی علم کا بڑا بحر بیکراں تھا اتنا ہی زیادہ عقیدت منداور خدمت گزار تھا، یہاں تک کہ حضرت خواجہ محمد سراج الدین صاحب قدس سرہ کے جو اساتذہ کرام تھے وہ بھی اس ذات گرامی قدر کے سامنے عقیدت مندانہ اور خادمانہ طریقہ سے حاضر ہوتے تھے۔

ارشادفرمایا: کہ ہمارے پیرومرشد اور ہادی شیخ التفسیر حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک رات صبح کے وقت ہم پر یہ منکشف ہوا کہ حضرت مولانا خواجہ محمد سراج الدین صاحب قدس سرہ نے بندہ کے واسطے اجازت نامہ تحریر فرمایا ہے۔اس میں جمیع مقامات سلوک کی اجازت تھی۔اور ساتھ ہی بندہ کو فرمایا جاتا ہے کہ جس قسم کا اجازت نامہ تمہارے لیے لکھا گیا ہے اور کسی کے لیے نہیں لکھا گیا۔

ارشادفرمایا: کہ ہمارے پیر ومرشد اور ہادی شیخ التفسیر حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بندہ نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ الٰہی بحرمت حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندھاریؒ پڑھنا طاعون کے دفعیہ کے لیے ازحد مفید ہے۔ اور الٰہی بحرمت حضرت مولانا خواجہ محمد سراج الدین صاحبؒ شیاطین اور وساوس کے دفعیہ

کے لیے مفید ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ ایک مرتبہ ہمارے حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ خانقاہ موسیٰ زئی شریف نور سے پُر ہوگئی اور وہ نور فرش سے عرش تک پہنچ گیا ہے۔ اور اُس نور پر حضرت سیّدی و مرشدی خواجہ محمد سراج الدین صاحبؒ سوار ہیں۔

پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احقر کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ بھائی حضرت عبدالرحمان بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کوئی قصیدہ مبارکہ سناؤ۔ تو بندہ نے موقع کی مناسبت اور مجلس کی مناسبت سے حضرت عبدالرحمان باباؒ کا یہ قصیدہ سنایا:

که نظر کا څوک په کار د درویشانو
خود به ووینی وقار د درویشانو

په دغه لاري به ورشي خدائے رسولؐ ته
که څوک یون کاندی په لار د درویشانو

هر گفتار به ئې د خدائے په در قبول وی
چې قبول ئې وی گفتار د دریشانو

هسې کرم بازار بل په جهان نشته
لکه کرم دے بازار د درویشانو

چې په یو قدم تر عرشه پورې رسی
ما لیدلے دے رفتار د درویشانو

هومره خلق ئې زیارت کا پس له مرګه
چې بازار وی په مزار د درویشانو

با دشاهان د دې دنیا واړه پراته دي
لکه خاورې په دربار د درویشانو

هر بهار لره خزان به جهان شته دے
خزان نه لري بهار د درویشانو

د جنت د باغ ګلونه به يې هير شي
که څوک ووینی ګلزار د درویشانو

چې دنیا ئې کړه د خدائے دپاره ترکه
صد رحمت شه په روزګار د درویشانو

په هر چا چې د غضب لینده کړي کشه
خطا نه درومی ګزار د درویشانو

د قارون و حال ته ګوره حال ئې څه شه
راشه مه کوه انکار د درویشانو

درست دیوان د رحمانؒ ځار تر دا غزل شه
چې بیان ئې کړو کردار د درویشانو

+ + + + +

دیکھے گا جو فقیروں کے لیل و نہار کو
سمجھے گا ذکر و فکر کو ان کے وقار کو

عرفاں و آگہی ہے فقط معرفت کی راہ
جائے نبیؐ کے بعد یہ پروردگار کو

دربارِ حق میں ہر دعا اس کی قبول ہو
رکھے جو دل میں گفتۂ اہلِ کبار کو

کیا دیکھتے ہو گرمئی بازارِ اہلِ حق
گرمی نہیں ملی یہ کسی کاروبار کو

ارض و سما میں ایک قدم کا ہے فاصلہ
درویش مانتا نہیں قرب و جوار کو

مرجع ہیں خاص و عام کا مرنے کے بعد بھی
بازارِ سائلاں کہو ان کے مزار کو

شاہانِ وقت کو وہی نسبت ملے یہاں
نسبت جو آستاں سے ہے گرد و غبار کو

ہر موسم بہار پہ آئے خزاں کو
بادِ خزاں یہاں نہیں لگتی بہار کو

دیکھے جو کوئی گلشنِ درویش کی بہار
وہ بھول جائے خلا کے نقش و نگار کو

واصل بحق ہوئے ہیں علائق کو چھوڑ کر
ہو عشق ان سے رحمتِ پروردگار کو

لگتی ہے ٹھیک اپنے ہدف پر نگاہِ قہر
پھر بھی جھیل سکتا نہیں ان کے وار کو

قاروں کو بہ نسبتِ درویش دیکھئے
کیا کچھ ملا ہے دولتِ دنیا کے یار کو

رحمانؔ اس غزل ہی ہو دیوان بھی نثار

لایا ہے اہل فقر و حقائق شعار کو

ارشادفرمایا: کہ جزاک اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ تجھے اسی طرح تروتازہ رکھے۔ پھر فرمایا کہ بڑے لوگوں کی باتیں بھی بڑی ہوتی ہیں۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل یہ حیات وممات کا جو اختلاف ہے اس کی حقیقت کیا ہے یہ ارشادفرمائیں۔

ارشادفرمایا: کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک میں زندگی ایسی ہے جس پر پھر موت وارد نہیں ہوگی بلکہ آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ کیونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

ارشادفرمایا: کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس عبارت میں نبی کریم ﷺ اور دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں میں زندگی صریح الفاظ میں بیان فرمائی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا ہے کہ قبر میں آپ کی زندگی مستمر اور دائمی ہے جس پر پھر موت طاری اور وارد نہیں ہوتی۔

ارشادفرمایا: کہ حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ جس طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور ان کے ارواح کا عالم علوی اور سفلی دونوں سے تعلق ہوتا ہے جیسا کہ دنیا میں تھا سو وہ قلب کے لحاظ سے عرشی اور جسم کے اعتبار سے فرشی ہیں۔

ارشاد: پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولانا عبدالجمیل صاحب سے فرمایا کہ مولوی صاحب تفسیر روح المعانی آپ کے پاس موجود ہے انہوں نے عرض کیا کہ جی حضرت موجود ہے فرمایا کہ جلد نمبر ۲۲ ذرالاؤ انہوں نے لاکر حضرت کو دے دی۔ حضرت نے کھول کر ایک جگہ سے عبارت پڑھی پھر فرمایا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ابوالقاسم ﷺ کی جان ہے کہ البتہ نازل ہوں گے حضرت عیسیٰؑ بن مریم پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہوکر یہ کہے گا: یامحمدؐ! تو میں ان کو جواب دوں گا۔

پھر فرمایا کہ علامہ آلوسیؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد ہمارے نبی ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہوکر آپ ﷺ سے براہ راست احکام حاصل کریں گے۔ جبکہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں استراحت فرما ہوں گے۔

ارشاد فرمایا: کہ یہ حدیث شریف جو ہے جس میں نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ، کہ جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا تو میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا تو میرے پاس وہ پہنچایا جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقات شرح مشکاۃ میں لکھتے ہیں کہ

من صلی علی عند قبری سمعتہ ای سماعاً حقیقیا بلا واسطۃ الخ،

یعنی جس شخص نے مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں خود اس کو سنتا ہوں یعنی حقیقی طور پر فرشتوں کے توسط کے بغیر میں خود سنتا ہوں۔

ارشاد فرمایا: کہ ہم نے اپنے مشکاۃ کے حاشیہ میں بھی لکھا ہے سمعتہ کی شرح میں

ہم نے صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ سماعاً حقیقیاً بلا واسطہ اور لفظ نائیاً کی شرح میں لکھا ہے کہ ای بعیداً یعنی جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا تو اس کی مجھے کسی فرشتہ کے ذریعہ سے خبر دی جاتی ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع صلوٰۃ و سلام کا مسئلہ کوئی کنایہ یا رمز نہیں بلکہ حقیقی سماع پر محمول ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ غور سے سنو! کہ یہی ہمارا اور ہمارے سب اساتذہ کرام، مشائخ عظام اور تمام اکابرین کا مسلک اور عقیدہ ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! حضرات محدثین کرام نے کتنی تکالیف اور مشقتوں سے علم حاصل کیا ہے۔ اور طلبِ علم اور طلب حدیث میں کتنی جانی و مالی قربانی برداشت کی ہے۔ ایک بہت بڑے محدث اور جرح وتعدیل کے امام گزرے ہیں جن کا نام یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں ان کے حالات میں علماء نے لکھا ہے کہ ان کے والد محترم نے مرنے کے بعد بڑی دولت چھوڑ دی تھی۔ اور وہ سب دولت آپ نے طلب علم حدیث میں خرچ کر دی تھی علماء نے ان کے حالات میں لکھا ہے کہ حتیٰ لم یبق عندہ نعلٌ و یمشی حافیاً یعنی ان کے پاس پہننے کے لئے چپل بھی نہیں رہی اور یہ بغیر چپل کے پھرا کرتے تھے۔ اب آپ حضرات غور کریں کہ پہلے بزرگوں نے کتنی تکالیف سے علم حاصل کیا تھا اور آج ہمیں ہر سہولت میسر ہے اور دین کا علم حاصل نہیں کرتے یہ ہماری کتنی بڑی بدبختی ہے۔

پھر حضرت الاستاد صاحب نے فرمایا کہ اس کے دو تین دن کے بعد حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کے کچھ معتقدین جو کہ بخارا کے بڑے تاجر تھے آئے اور حضرت کو دو ہزار

روپے کے دو چیک اشرفیوں کے بنوا کر دیئے اور عرض کیا کہ حضرت یہ ہدیہ قبول فرمالیں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے اپنے خادم حاجی محمد مقبول کو بلایا اور وہ رقم اسے دے کر فرمایا کہ حاجی صاحب یہ رقم لو اور راستے کے خرچہ پر لگاؤ اور ساتھ ہی مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ شعر پڑھا۔

بر توکّل گر بود فیروزیت

حق دہد مانند مرغان روزیت

فرمایا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے توکل کا شیوہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ تم کو پرندوں جیسی روزی عطا فرمائے گا۔

ارشاد فرمایا: کہ ہمارے پیر و مرشد شیخ التفسیر عارف باللہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم نے اپنے شیخ و مرشد زبدۃ الکاملین حضرت مولانا خواجہ محمد عثمان صاحب قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت ہمارے طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں دارومدار پیر و مرشد کی صحبت پر موقوف ہے تو ہمیں یہ نعمت خانگی مجبوریوں با کمال صحبت سے محرومی کے باعث میسر نہیں ہوسکتی۔ مگر ایسے باکمال ہستیوں کی بھی خاصی تعداد ملتی ہے جنہوں نے اپنے شیخ کی دائمی صحبت بھی اختیار نہیں کی اور ایک مدت قلیل اپنے شیخ کی صحبت اختیار کرنے پر بھی وہ صاحب کمال ہوگئے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کے جواب میں ہمارے شیخ و مرشد نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ صحبت اپنے شیخ کی ضروری ہے اور ترکِ مضر ہے۔ مگر ارباب تصوف کا ارشاد ہے کہ جو دس روز شیخ کی صحبت میں رہتا ہے واردین میں سے ہے اور جو شخص صحبتِ شیخ میں ایک ماہ رہتا ہے وہ زائرین میں سے ہے اور جو شخص اپنے آپ کو اپنے شیخ کے حوالے کرتا ہے وہ شیخ مریدین میں سے ہے۔

پھر مولانا عبدالجمیل صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بس آپ بہت تھک گئے ہیں دعا کریں پھر حضرت نے دعا فرمائی اور مجلس ختم ہوگئی۔

+++++

جس نے یہ دعا پڑھی اس نے والدین کا حق ادا کر دیا

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یہ دعا پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا کرے: ''یا اللہ! اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دیجئے''۔

اس نے والدین کا حق ادا کر دیا۔

نوٹ: والدین دونوں زندہ ہوں یا دونوں میں سے ایک یا دونوں فوت شدہ ہوں ثواب ہر حال میں پہنچایا جا سکتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ السَّمٰوَاتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ لَہُ الْکِبْرِیَاءُ فِی السَّمٰوَاتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ لَہُ الْعَظْمَۃُ فِی السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ وَ ھُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ھُوَ الْمَلِکُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَ رَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ وَ لَہٗ النُّوْرُ فِی السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَ ھُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔

(باجازت حضرت شیخ الحدیث صاحب غورغشتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ساتوی مجلس

۱۹۵۵ء مقام غورغشتی ضلع اٹک بعد عشاء

بندہ اپنے ساتھیوں حاجی تاج محمد اور میر اکبر کے ساتھ شیخ المشائخ، عمدۃ المحدثین، زبدۃ الصالحین، عارف باللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی نور اللہ مرقدہ کی زیارت اور قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا کھانا کھایا اور عشاء کی نماز حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی اقتداء میں پڑھی اور حضرت محراب میں مراقب ہوئے اور تمام حاضرین بھی مراقبہ میں شریک تھے۔ اور پھر حضرت نے سر مبارک اٹھا کر دعا کی۔ پھر حضرت کے نواسے حافظ محمد حسن صاحب نے عرض کیا کہ جی صاحب یہ ایک خط آیا ہے اور چند مسائل پوچھے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ پڑھو۔

سوال نمبر ۱: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کی دیواروں پر شرعاً یا اللہ یا محمدؐ لکھنا جائز ہے یا نہیں، یا لازماً اللہ محمدؐ لکھنا ضروری ہے؟

ارشاد فرمایا: کہ لکھو شریعت میں نہ تو اللہ محمدؐ، اور نہ ہی یا اللہ یا محمدؐ لکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی شریعت میں ایسا کہیں نہیں ملتا کہ یہ الفاظ مساجد میں ضرور لکھے جائیں۔ لیکن چونکہ ایسا کرنا ممنوع بھی نہیں لہذا یہ دیکھنا چاہیے کہ جن الفاظ کے لکھنے میں کوئی اور مفسدہ لازم نہ آئے وہ جائز ہوں گے۔ اور یا اللہ یا محمدؐ چونکہ عام طور پر اہل بدعت اپنی مساجد میں لکھا کرتے ہیں اور یا اس عقیدے کا اظہار مقصود ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح جناب نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس بھی ہر جگہ موجود ہے اور یہ عقیدہ غلط اور باطل ہے۔ لہٰذا ان الفاظ کا لکھنا جائز نہیں اور اگر کسی کا یہ عقیدہ بالکل نہ ہو تو جائز ہے۔ تاہم جس طرح شرک

سے بچنا ضروری ہے۔ اسی طرح شائبہ شرک سے بچنا بھی ضروری ہے لہٰذا جو الفاظ موہم شرک ہوں ان سے بھی اجتناب واجب ہے۔

سوال نمبر۲: بعض علماء کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر امت کے اعمال ہوتے ہیں کیا یہ صحیح ہے اور کیا یہ عرض اعمال اجمالی ہیں یا تفصیلی؟

ارشاد فرمایا: کہ لکھو عرضِ اعمال ثابت ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم مشکل مسئلے بیان کرو گے اور میری طرف سے ان کی حقیقت بیان کر دی جائے گی اور میری موت بھی تمہارے لیے بہتر ہوگی تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے سو جو اچھے ہوں گے میں ان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو بُرے ہوں گے میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سعید بن المسیّب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ پر آپ کی امت کے اعمال صبح وشام پیش نہ کیے جاتے ہوں۔ نیز یہ عرض اعمال اجمالی ہے تفصیلی نہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ یہ بھی لکھو کہ الغرض یہ حدیث بالکل صحیح ہے لیکن یہ یاد رہے کہ عرضِ اعمال سے امت کے تمام اعمال کا عرض مراد نہیں ہے جس طرح غالی قسم کے اہل بدعت کا باطل نظریہ ہے بلکہ یہ عرض صرف اجمالی ہے جس میں درود وغیرہ بعض اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

سوال نمبر۳: مقاصد کے حصول اور مشکلات کے حل کے لیے کوئی وظیفہ عنایت فرمائیں۔

ارشاد فرمایا: کہ لکھو تمام مقاصد کے حصول اور دینی و دنیوی مشکلات کے حل کے

لیے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا ختم مجرب ہے۔ اور ہمارے حضرات نقشبندیہ مجددیہ کے ہاں معمول ہے۔ اس ختم کا طریقہ یہ ہے۔

پہلے سو(۱۰۰) بار درود شریف، اس کے بعد حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلِ (صرف یہی الفاظ) پانچ سو بار اور آخر میں پھر سو (۱۰۰) بار درود شریف، ہمیشہ پڑھے تاکہ مقصود حاصل ہوجائے اور مشکلات رفع ہوجائیں۔ اس کا ثواب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی روح کو بخش کر اپنی حاجتیں ان کے طفیل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے طلب کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مقصد پورا ہوجائے گا۔

ارشاد فرمایا: کہ ہمارے پیرومرشد ولی کامل حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ہم نے اولاً بیعت حضرت قطب الواصلین مولانا خواجہ محمد عثمان صاحب دامانی موسیٰ زئی شریف قدس سرہ سے کی تھی۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے ہمارے پیرومرشد کو خلافت دے دی تھی اور میری عمر چونکہ کم تھی مجھے اجازت نہیں دی پھر ہم نے حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب قدس سرہ کی وفات کے بعد حضرت الاستاد مولانا قمر الدین صاحب چکڑالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم پر حضرت خواجہ محمد سراج الدین صاحب قدس سرہ سے بیعت کر لی۔

ارشاد فرمایا: کہ قطب الواصلین حضرت مولانا خواجہ محمد سراج الدین صاحب نور اللہ مرقدہ کی وفات کے بعد ہمارا ارادہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت کرنے کا تھا اور اس ارادہ سے ہم غورغشتی سے چلے بھی مگر راستے میں ہم نے سوچا کہ تھانہ بھون دور بھی ہے اور دوسرے حضرت مولانا تھانویؒ کے ہاں قیودات بھی بہت سخت ہیں خرچ بھی اپنا کرنا پڑتا ہے۔ اور ہم تو غریب لوگ ہیں اس لیے یہ

ارادہ ملتوی کرکے واپس وان بھچر ان آگیا اور شیخ التفسیر حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت کرلی۔

ارشاد فرمایا: کہ ہمارے پیر و مرشد شیخ التفسیر حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت مولانا خواجہ محمد عثمان صاحب دامانی قدس سرہ کے خاص الخاص اصحاب اور اجلہ خلفاء میں سے تھے۔ اور آپ حضرت مولانا خواجہ محمد عثمان صاحب دامانی قدس سرہ کے صاحبزادہ گان کے استاد تھے۔

ارشاد فرمایا: کہ ایک رات ہم نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کی خواب میں اور حضرت مولانا نے ہم سے فرمایا کہ آپ خفا مت ہونا ہم نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔

ارشاد فرمایا: کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے اساتذہ کرام اور مشائخِ عظام کے انتہائی متبع تھے۔ ایک مرتبہ ایک مولانا صاحب نے حضرت پیر و مرشدؒ کے ساتھ ملاقات کے دوران وان بھچر ان میں اشارہ بالسبابہ پر بحث کی اور احادیث سنائیں تو حضرت پیر و مرشد نے مکتوبات امام ربانی قدس سرہ کھول کر اس کو دکھائی اور فرمایا کہ ہمارے حضرات نقشبندیہ منع کرتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ ہمارے پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے دینی علوم کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ فہم قرآن کریم، علم حدیث، فقہ، علم کلام اور تصوف و سلوک میں بڑی ٹھوس اور مضبوط علمیت اور کامل استعداد کے مالک تھے۔ احادیث کی نقد و جرح اور ان کی تطبیق میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اس موضوع پر ان کی کتاب تحریرات حدیث محدثین کے نزدیک ایک انمول خزانہ ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ ہمارے پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث امیر المؤمنین فی الحدیث قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھی تھی۔ قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خاصانِ اللہ تعالیٰ میں سے تھے اور ان کا فیض انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا اور پھر فرمایا کہ گنگوہیؒ نے حدیث شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ مہاجر مدنی سے پڑھی تھی۔

ارشاد فرمایا: کہ ہمارے پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہیؒ قدس سرہ اپنے زمانہ میں حدیث کے بہت بڑے شیخ تھے۔ اگر انہیں اپنے زمانے کا بخاری و ترمذی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اور مذاہب اربعہ کی جزئیات پر ان کی نظر بہت گہری تھی۔ گویا کہ وہ مذاہب اربعہ کی فقیہ تھے اور فقہ حنفی میں تو سند اور اتھارٹی تھے۔

ارشاد فرمایا: کہ وہ عہد علمی اور روحانی اعتبار سے خاصا مردم خیز اور شاداب تھا۔ ایسے لوگ موجود تھے جن سے ہزاروں لوگ فیضیات ہوئے۔ چراغ سے چراغ جلا اور ان فرقہ پوشوں نے اپنے اپنے علاقوں میں قال اللہ وقال الرسول ﷺ کے عدیم المثال کارنامے سرانجام دیئے۔

شاہ عبدالغنی صاحب مہاجر مدنی، حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، نور اللہ مراقدھم، مسند حدیث پر فائز المرام ہو کر علوم حدیث کے وارث و امین قرار پائے۔

ارشاد فرمایا: کہ حضرت محمد مظہر صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث و فقہ میں بڑا ادراک رکھتے تھے۔ اور قرآن کریم کی تفسیر ایک خاص طرز و انداز سے پڑھاتے

تھے۔اور نہایت متقی پرہیزگار اور منکسر المزاج بزرگ تھے اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ سے بیعت تھے اور ان سے ان کو اجازت وخلافت بھی حاصل تھی۔

ارشاد فرمایا: کہ ہمارے پیر ومرشد حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم دورہ حدیث شریف کرنے گنگوہ مسند الہند حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوھی قدس سرہ کے پاس حاضر ہوئے۔ یہ ایسا وقت تھا جب دورہ حدیث کے اسباق شروع ہو چکے تھے۔اور طلباء میں کتابیں تقسیم ہو چکی تھیں۔اور ان کی خوراک و رہائش کا انتظام مختلف گھرانوں میں کیا جا چکا تھا۔

آپ کے لباس اور سادگی کو دیکھ دورہ حدیث میں شریک طلباء نے یہ سمجھا کہ یہ کوئی زمیندار مسئلہ دریافت کرنے کے لیے آیا ہے۔اور جب اسباق شروع ہوئے اور آپ سننے کے لیے وہاں بیٹھ گئے تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوھی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے آپ سے فرمایا: کہ بھائی تم کیسے بیٹھے ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ تو آپ نے عرض کیا: کہ دورہ حدیث پڑھنے کے لیے میانوالی ضلع پنجاب سے آیا ہوں تو حضرت گنگوھی قدس سرہ نے آپ سے فرمایا کہ ہمارے پاس صحاح ستہ کی کتابوں کے نسخے ختم ہو چکے ہیں اور روٹی کی گنجائش بھی نہیں ہے۔تاہم اسباق سن سکتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ حضرت پیر ومرشد رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے اسے منظور کیا اور محلہ کی ایک بڑھیا سے کہا: کہ میں ایک طالب علم ہوں اور بڑی دور سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آیا ہوں۔اگر آپ ایک وقت کی روٹی کا انتظام کر دیں تو میں آپ کا شکر گزار رہوں گا۔تو اس بڑھیا نے صرف ایک چپاتی ایک وقت کے لیے منظور کر لی۔

اور میں اس چپاتی پر گزارا کرتا تھا اور رات کو دوسرے طالب علم ساتھیوں کے پاس بیٹھ کر مطالعہ کرتا تھا اور مسجد میں سوتا تھا۔

ارشاد فرمایا: کہ حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے کہ میں کچھ دن تو دوسرے طلباء کی طرح خاموشی سے حدیث کے اسباق سنتا رہا۔ لیکن بعد میں دل میں خیال کیا کہ میں اتنی دور سے آیا ہوں اور اتنی تکلیف سے اسباق پڑھنے کا موقع ملا ہے لہٰذا اپنے شبہات دور کرنے چاہیے۔

چنانچہ ایک موقع پر میں نے حضرت گنگوھی قدس سرہ کی تقریر پر اعتراض کر دیا۔ انہوں نے جواب دیا میں نے پھر اعتراض کیا۔ چنانچہ یہ سلسلہ کچھ دیر چلتا رہا۔ جب اسباق ختم ہوئے تو حضرت الاستاد محترم نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ حسین علی! یہ میری ذاتی کتابیں ہیں، یہ تیرے پاس رہیں گی اور دو وقت کا کھانا ہمارے ہاں سے آئے گا۔ اور پھر فرمایا کہ اس کے بعد حضرت گنگوھی قدس سرہ اکثر حدیث مبارک کی عبارت مجھ سے پڑھوایا کرتے تھے۔

ارشاد فرمایا: کہ جب سال کے آخر میں دورہ حدیث کا امتحان ہوا تو ہمارے حضرت پیر و مرشد سب طلباء میں اول آئے۔ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوھی قدس سرہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنی زندگی میں اس طالب علم سے بڑھ کر کوئی طالب علم اس قدر ذہین اور محنتی نہیں دیکھا۔

ارشاد فرمایا: کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمی عظمت و رفعت کے لیے ان کے استاد حدیث امیر المؤمنین فی الحدیث، شیخ المشائخ عظیم محدث وفقیہ، عالم باعمل، سرتاج الاولیاء، قطب الاقطاب، عارف باللہ حضرت

مولانا رشید احمد صاحب گنگوھی قدس اللہ سرہ العزیز کے یہ الفاظ مبارک کافی وشافی ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ غرض یہ کہ ہمارے پیر و مرشد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عالم باعمل تمام دینی حلقوں میں مقبولیت رکھنے والی شخصیت، تواضع کے پیکر، زہد وتقویٰ کے حامل، حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی میں انتہائی مخلص، سنت کے حد درجہ عاشق وشیدائی، قرآن کریم کے عظیم عاشق، موحدین کے سرتاج، اور پرچم توحید کے علمبردار تھے۔

ارشاد فرمایا: احقر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ بھائی حضرت عبدالرحمان بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک قصیدہ سناؤ، احقر نے عرض کیا کہ جی حضرت اور پھر احقر نے یہ قصیدہ سنایا:

چې له مرګه بې پرواه ئې په هر دم
دغه هسې غم دې هير دې په کوم غم

نور همه واړه غمونه به دې هير شي
که يو ځل دربانديې راغې دا ماتم

د دې لارې تلل څه هسې اسان نه دی
مشکلات دي په هر دم په هر قدم

له هر چا سره چې کړې هغه به مومې
د هيڅ تخم ميوه نه درومی برهم

که هزار رنګه تالاش او تدبير اوکړې
د قسمت شوی به نه کړې زيات و کم

د لحد د تاريکی علاج به څه کړې
چې ته دلته کښې ويريږې په تور تم

مار چې سوړې لره ورشي ګوره سم شي
ته د ګور په غاړه راغلې نه شوې سم

نور عالم چې په تا ژاړي انصاف اوکړه
بې انصافه ته په څه ئې خوښ خرم

که زه نه وایم ته خپلې سترګې واکړه
کور د خور شه ته چارپائۍ ئې که آدم

اے رحمانه لکه ته چې په خدائے ګرم ئې
بل به نه وي په جهان کښې هسې ګرم

+ + + + +

موت کا غم اگر نہیں ھر دم
کون سے غم نے رد کیا یہ غم

دھر کسی غم کا آبرو نہ رہے
دل پہ آئے جو موت کا ماتم

ایسی آسان نہیں عدم کی راہ
مشکلیں ہیں وہاں قدم بہ قدم

سب ہے تخمِ عمل کی پیداوار
ظلم سے ظلم اور کرم سے کرم

لاکھ کوشش کرو ملے گا وہی
جو بھی مقسوم میں ہوا ہے رقم

نور ساماں کرے گا کون تمہیں
ظلمتِ قبر ہو اگر پیہم

سانپ تو اپنے بل میں سیدھا جائے
تم اب گور ار یہ پیچ و خم

منصفی میں قیاس خود پہ کرو
ہو گے کسی فیصلے پہ تم خرم

خود ہی دیکھو کوئی کہے نہ کہے
تم بہائم ہو یا بنی آدم

جیسے رحماںؔ تم ہو پیشِ خدا
ایسا ہو گا کوئی ملامت کم

ارشادفرمایا: کہ ماشآءاللہ تعالیٰ جزاک اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ آپ کوخوش رکھے۔

ارشادفرمایا: کہ ہمارے حضرت پیرومرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کومثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے والہانہ تعلق وشغف تھا۔ اوراپنی خانقاہ واں بھچر اں میں کبھی کبھی درساً پڑھایا کرتے تھے۔

ارشادفرمایا: کہ ہمارے حضرت پیرومرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مثنوی میں عشقِ الٰہی کی آگ بھری ہوئی ہے اوراپنے پڑھنے والوں کے سینوں میں بھی آگ

لگا دیتی ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں حضرت لقمان علیہ السلام کا قصہ لکھا ہے کہ وہ کسی رئیس کے یہاں نوکری کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور معیت سے ان کے اندر ایسے پاکیزہ اور عالی اخلاق و عادات موجود تھے جو انسانیت کی رفعت و شرافت ومقبولیت عنداللہ کے صحیح مصداق تھے اور جن کی تفصیل وتشریح اللہ تعالیٰ نے سورۃ لقمان میں بیان فرمائی ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کے ان اخلاق عالیہ کا ان کے آقا پر گہرا اثر ہوا یہاں تک کہ اس رئیس نے ان کو اپنا مقرب ومحبوب بنالیا اور خود ان کا محب اور باطناً غلام بن گیا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

از محبت شاہ

بندہ می شد

یعنی یہ محبت کی کرامت ہے کہ محبت سے بادشاہ اپنے محبوب کا غلام بن جاتا ہے۔ پھر اس رئیس کا یہ معمول ہوگیا کہ ہر نعمت کھانے سے پہلے حضرت لقمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتا اور جب حضرت لقمان علیہ السلام آسودہ ہوکر کھالیتے تو بچا ہوا یہ رئیس کھاتا۔ حضرت لقمان علیہ السلام اس رئیس کی محبت وعادت کی رعایت سے کھالینے کے بعد بقیہ اس کے لیے بھیج دیا کرتے۔ ایک دن آقا کی خدمت میں کہیں سے خربوزہ آیا اس وقت حضرت لقمان علیہ السلام موجود نہ تھے۔ رئیس نے ایک غلام کو بھیجا کہ حضرت لقمان علیہ السلام کو بُلا لاؤ۔ جب حضرت لقمان علیہ السلام تشریف لائے تو رئیس نے اپنے ہاتھ سے اس خربوزہ کی قاشیں بنائیں اور ایک ایک قاش محبت سے کھلاتا جاتا تھا۔ اور دل ہی دل میں

مسرور اور خوش ہو رہا تھا کہ میری اس محبت کا ان پر کیا اثر ہو رہا ہوگا۔ حضرت لقمان علیہ السلام خوشی خوشی ہر قاش کھاتے اور شکر بجالاتے یہاں تک کہ ستر قاشیں کھالیں اور ایک قاش باقی رہ گئی تو اس رئیس نے کہا کہ اس کو میں کھاؤں گا تا کہ دیکھوں کہ یہ خربوزہ کتنا شیریں تھا۔ یہ کہہ کر اس نے قاش کو منہ میں رکھا ہی تھا کہ اس کی تلخی سے نوکِ زبان سے حلق تک آبلے پڑ گئے اور ایک گھنٹہ تک بے ہوش رہا۔ جب افاقہ ہوا تو حضرت لقمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے جانِ جاں! آپ نے کس طرح اس خربوزہ کو حلق سے فرو کیا؟ اور اس قہر کو کس طرح لطف سمجھا؟ جب ایک قاش کھانے پر مجھ پر یہ بلا آئی تو ستر قاشوں کو آپ نے کس طرح برداشت کیا؟

حضرت لقمان علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے خواجہ! آپ کے دستِ نعمت سے صدہا نعمتیں کھائیں ہیں جن کے شکر کے بوجھ سے میری کمر خمیرہ ہو رہی ہے۔ پس مجھے اس بات سے شرم آئی کہ جس ہاتھ سے اس قدر نعمتیں ملی ہوں اسی ہاتھ سے آج اگر ایک تلخی عطا ہو رہی ہے تو اس سے انحراف و روگردانی کروں؟ اے خواجہ! شکر عطا فرمانے والے آپ کے ہاتھ کی لذت نے اس خربوزہ کی تلخی کو شیرینی سے مبدل کر دیا۔

لذتِ دستِ شکر بخش تو داشت
اندریں بطیخ تلخی کے گزاشت

(از احقر اس واقعہ کو حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑے اہتمام سے ارشاد فرمایا اور آخری شعر مذکور بہت ہی لذت سے بار بار پڑھا)۔

ارشاد فرمایا: کہ میں آپ لوگوں کو اس بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ ہر لحظہ اللہ تعالیٰ

کے بے شمار انعامات واحسانات بندوں پر ہو رہے ہیں لیکن اگر کوئی واقعہ یا حادثہ کبھی بظاہر تکلیف دہ پیش آجاتا ہے تو انسان ناشکرا اور بے صبرا ہو جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! جن بندوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور مقبول بندوں کے فیضِ صحبت سے دین کی خوش فہمی عطاء فرمائی ہے ان کا قلبِ سلیم رنج و تکلیف کی حالت میں بھی اپنے رب سے راضی رہتا ہے۔ اس وقت وہ بندے دین کی اس سمجھ سے کام لیتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ یہ دنیا شِفا خانہ ہے اور ہم سب مریض ہیں۔ طبیب کبھی مریض کو حلوہ کھلاتا ہے اور کبھی تلخ دوائیں پلاتا ہے اور دونوں حالتوں میں مریض ہی کا نفع ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہے، حاکم بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔ پس ہمارے اوپر تقدیرِ الٰہی سے جو حالات بھی آتے رہتے ہیں خواہ راحت کے ہوں یا تکلیف کے، ہر حال میں ہمارا نفع ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ تکلیف کی حالت میں بھی راضی رہے یعنی زبان پر شکایت اور دل میں اعتراض نہ لائے۔ البتہ گناہوں سے استغفار اور عافیت کی دعا خوب کرتا رہے کہ اے اللہ ہم کمزور ہیں، بلاؤں کے تحمّل کی طاقت نہیں، آپ اپنی رحمت سے اس نعمتِ بلا کو عافیت کی نعمت سے تبدیل فرما دیجئے۔ مصیبت و بلا کو مانگنے کی ممانعت ہے اور عافیت طلب کرنے کا حکم ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ آپ سب حضرات کو ایک وظیفہ بتاتا ہوں اور ساتھ ہی آپ سب کو اس کی اجازت بھی دیتا ہوں وہ وظیفہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو آدمی نماز جمعہ کے بعد قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس سات سات بار پڑھ لے تو یہ آدمی دوسرے

جمعہ تک ہر قسم کی تکلیف دہ چیزوں سے مامون رہے گا۔

(ازاحقر اس وظیفہ کی اجازت میں نے اپنے بیٹے مفتی محمد قاسم سلمہ کو دی ہے۔

پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ نے دعا فرمائی اور مجلس ختم ہوگئی۔

+ + + + +

آٹھویں مجلس

۱۹۵۵ء مقام غورغشتی ضلع اٹک بعد از ظہر

احقر اپنے ساتھیوں کی معیت میں شیخ المشائخ، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، برکۃ العصر، سید الفقہاء والمحدثین، زبدۃ الکاملین، عارف باللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی قدس اللہ سرہ کی قدم بوسی و زیارت کی نیت سے غورغشتی حاضر ہوا۔ حضرت نماز ظہر کی تیاری کر رہے تھے ہم نے بھی وضو کیا اور حضرت کی اقتداء میں نماز ظہر پڑھی۔ حضرت محراب میں تشریف فرما ہوئے ہم نے بھی مصافحہ کیا اور حضرت کے قریب بیٹھ گئے حضرت کے کچھ پرانے شاگرد اور مرید تشریف لائے تھے حضرت نے ان کے ساتھ کچھ دیر باتیں کی پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! یہ دنیا فانی ہے اور ہماری زندگی بھی فانی ہے۔ ہمیں اس دنیا میں چند روزہ زندگی اس لیے ملی ہے کہ ہم اس میں آخرت کے لیے کچھ کمائیں اور جنت حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اوامر و نواہی کے مطابق کچھ محنت و مشقت کریں۔ کسی کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ موت کب آئے گی۔

یہ چمن یوں ہی رہے گا اور ہزاروں بلبلیں
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گی

سچے تاجر کا مقام:

ارشاد فرمایا: کہ ترمذی شریف کی روایت ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ

عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سچا اور امانتدار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء کرام، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! جناب نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے پاکیزہ پیشہ ان تاجروں کا پیشہ ہے کہ جب وہ بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں، اور جب انہیں امانتدار بنایا جائے اور امانت ان کے سپرد کی جائے تو خیانت نہ کریں، اور جب وہ وعدہ کریں تو وعدہ خلافی نہ کریں، اور جب وہ کسی سے کوئی چیز خریدیں تو اس چیز کی ناجائز مذمت نہ کریں (یعنی اس چیز کو خواہ مخواہ ناقص قرار نہ دیں) اور جب وہ کوئی چیز بیچیں تو اس کی بے جا تعریف نہ کریں، اور جب ان پر کوئی قرض وغیرہ واجب الاداء ہو تو وہ ٹال مٹول نہ کریں، اور جب ان کا کوئی حق قرض وغیرہ کسی کے ذمہ واجب الاداء ہو تو وہ حق وصول کرنے میں سختی نہ کریں۔

ارشاد فرمایا: کہ عزیزو! اس حدیث مبارک کا مضمون نہایت جامع اور مبارک ہے۔اس میں نیک وصالح سوداگر کی سات علامتیں بتائی گئی ہیں۔

پہلی سچ بولنا اور جھوٹ نہ بولنا۔

دوسری امانت دار ہونا اور خیانت سے احتراز کرنا۔

تیسری وعدہ پورا کرنا اور وعدہ خلافی سے اجتناب کرنا۔

چوتھی دوسرے تاجروں کی چیزوں کی بے جا تنقیص و مذمت نہ کرنا۔

پانچوی اپنی چیزوں کی بے جا تعریف سے بچنا۔

چھٹی قرض کی ادائیگی میں حتی الوسع عجلت کرنا اور ٹال مٹول نہ کرنا۔

ساتوی قرضداروں سے قرض وصول کرنے میں نرم رویہ اختیار کرنا اور سختی

وشدت سے پرہیز کرنا۔

پھر فرمایا کہ یہ سات اصول کتنے مبارک اور جامع ونافع ہیں۔اگر ہمارے تاجر حضرات ان سات اصولوں پر عمل پیرا ہو جائیں تو ان کی تجارت میں، رزق میں، دوکانوں میں بلکہ سارے بازار میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی خصوصی برکتیں نازل ہوں گی اور سارے شہر امن اور مسرتوں کے گہوارے بن جائیں گے۔اور معاشرے سے فساد بالکل ختم ہو جائے گا اور ہر گھر سکون وراحت سے ہمکنار ہو جائے گا

ارشاد فرمایا: کہ افسوس صد افسوس! آج کل کے اکثر تاجروں میں مذکورہ سات علامات میں سے ایک علامت بھی موجود نہیں ۔جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کل افراتفری، تباہی وبربادی، بے اطمینانی، بے قراری، جنگ وجدال اورفساد وعناد کا ایک طوفان برپا ہے۔کہیں بھی امن نہیں، سکون نہیں، ہر شخص نالاں ہے، پریشان ہے۔

دردمندانہ اپیل:

ارشاد فرمایا: کہ ہم آپ حضرات علماء کرام سے دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ آپ حضرات تاجروں کو خرید وفروخت کے مسائل واحکام بیان کیا کریں اور عام لوگوں کو روزمرہ مسائل نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ تقاریر میں بتلا دیا کریں تاکہ وہ مسائل سے آگاہ ہو جائیں۔

ارشاد فرمایا: کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میرے لئے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعا (جس کی دعائیں قبول ہوں) بنادیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے سعد! تو اپنا کھانا پاکیزہ وحلال بنا لے تو پھر تو مستجاب الدعاء ہوجائے گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے جو بندہ حرام مال کا ایک لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالے تو چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ اور جس آدمی کا گوشت حرام مال سے پیدا ہوا اور بڑھا پوسا آگ ہی اس گوشت کے لیے زیادہ لائق ہے۔ (یعنی جہنم کی آگ ہی اس کے لیے زیادہ مناسب ہے)۔

ارشاد فرمایا: کہ یہ کتنی خطرناک اور تباہ کن بات ہے کہ ایک لقمۂ حرام کھانے والے مسلمان کی نماز، روزہ اور دیگر عبادات چالیس دن تک مردود ہوجاتی ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ افسوس آج کل کے مسلمان حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ عبادتیں بے اثر ہیں۔ فتنوں میں اور آفتوں ومشکلات میں مبتلا ہیں۔ مسلمانوں کے موجودہ حال کے بارے میں ایک شاعر کہتا ہے:

بہ زمیں چوں سجدہ کردم ز زمیں ندا برآمد

کہ مرا خراب کردی تُو بسجدۂ ریائی

بہ طوافِ کعبہ رفتم بہ حرم رہم نہ دادند

کہ بروں در چہ کردی کہ درونِ خانہ آئی

(۱) یعنی زمین پر جب میں نے سجدہ کیا تو زمین سے یہ آواز آئی کہ تو نے مجھے خراب اور پلید کردیا کیونکہ تیرا یہ سجدہ ریاکاری کا سجدہ ہے۔

(۲) پھر کعبۃ اللہ کے طواف کے لیے حرم شریف گیا تو حرم میں اللہ تعالیٰ نے داخل ہونے کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ میرے گھر یعنی حرم شریف سے باہر تو نے کون سے نیک اعمال کیے کہ اب میرے گھر کے اندر آرہا ہے۔

عقل مند کون ہیں؟:

ارشادفرمایا: کہ سب لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بڑے عقل منداوردانا ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی عقل مند ہیں یانہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑے عقل مند وہ لوگ ہیں جن کے اعمال نیک ہوں۔ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی محبت ہو۔ ذکراللہ کی محبت' عبادۃ اللہ کی محبت' قرآن کریم کی محبت' احادیث نبویہ کی محبت اوراسلام کی محبت کا غلبہ ہو۔

پھر فرمایا کہ حضرت عبدالرحمان بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

دا دنیا پہ احمقانو دہ ودانہ
دانا نہ کا پہ دنیا باندې غرض

دنیا کی بے ثباتی:

پھر احقر کی طرف دیکھ کر ارشادفرمایا کہ بھائی عبدالرحمان بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کوئی قصیدہ سناؤ دنیا کی بے ثباتی کے متعلق احقر نے عرض کیا کہ جی حضرت اور پھر احقر نے یہ قصیدہ سنایا۔

هوښیار مہ گنړہ هوښیار د دې دنیا
بے وقوف دے وقوف دار د دې دنیا

پوچ گوئی دہ چې ئې اهل د دنیا کا
هر کلام او هر گفتار د دې دنیا

همیشه به بې وقوف او بې شعور وی
چې مخمور وی په خمار د دې دنیا

د شرابو هم لا هومره مستی نه وی
لکه مست وی خمر خوار د دې دنیا

هر بیمار لره دارو په جهان شته دے
دارو نه لری بیمار د دې دنیا

هر چې اچوے و اور ته واړه سوزی
مور به نه شی طلبګار د دې دنیا

ګرفتار ئې همیشه په غم کښې ډوب وی
هیڅوک مه شه ګرفتار د دې دنیا

څه و بُت و ته سجده څه و دنیا ته
بُت پرست دے پرستار د دې دنیا

زوئ او لُونړه یتیمان کا ځنې دروَمی
بې وفا دی مور او پلار د دې دنیا

هر سړی لره چې ورشې ځنې دروَمی
ما لیدلے دے رفتار د دې دنیا

چې پیدا شی همګی واړه فنا شی
راشه او ګوره ناتار د دې دنیا

په یوه ګړی بهار وی بیا خزان شی
بقا نه لری بهار د دې دنیا

بې مقراضه غوڅوي د سړي عمر
هم د الیل او هم نهار د دې دنیا

عاقبت خو به یو موټی شي د خاورو
گلعذار او گل رخسار د دې دنیا

برابر به له گدایه سره پاڅي
شهزاده او شهریار د دې دنیا

د قانع تر قناعته صدقه شه
هم دنیا هم دنیا دار د دې دنیا

تر قیامت به دغه شل او دغه سل وي
پوره نه کړو هیڅ شمار د دې دنیا

چه ایام پرې د کفن د غسل ورشي
بې پردې شي پرده دار د دې دنیا

په تخته باندې بیرون شي له حجابه
شرمناک او شرمسار د دې دنیا

واړه غم دے که ئې پیرے پائے پلورے
نور څه نشته په بازار د دې دنیا

چې نظر د چا په دین او په ایمان وي
هغه نه کا انتظار د دې دنیا

یو فساد به ئې بیان په رحمانؒ نه شي
فسادونه دي بسیار د دې دنیا

+ + + + +

رقیب عقل کرے کاروبار دنیا کا
کہ ہوش مند نہیں ہوشیار دنیا کا

تمام دفترِ دنیا ہے ریت کی تحریر
مٹے گا تذکرہ گر ہو ہزار دنیا کا

ہوائے ہوش و خرد کی نہ لہر آئے گی
رہے گا سر میں ترے گر خمار دنیا کا

کبھی تو ہوش بھی آتا ہے بادہ نوشوں کو
مگر سنبھلتا نہیں بادہ خوار دنیا کا

جہاں میں یوں تو ہے موجود ہر مرض کی دوا
مریض رہتا ہے زار و نزاد دنیا کا

شکم تو بھرتا ہے نیت کبھی نہیں بھرتی
ہمیشہ بھوکا ہی رہتا ہے یار دنیا کا

رہا ہوا نہ کبھی دام سے وہ جیتے جی
جو ایک بار ہوا ہے شکار دنیا کا

وہ بے شمار خداؤں کا ایک بندہ ہے
بنا رہے جو عبادت گزار دنیا کا

دیا ہے داغِ یتیمی خود اپنے بچوں کو
کہ ساتھ چھوڑ گیا رشتہ دار دنیا کا

یہ بے قرار تلوّن مزاج ہے ہر دم
یہی رہا ہے ازل سے شعار دنیا کا

یہ زندگی ہے تری موت کا سفر ہُشیار
نصیب نہ سکے گا قرار دنیا کا

یہ موسموں کا تغیر یہ وقت کی کروٹ
بدلتا رہتا ہے دلیل و نہار دنیا کا

یہ عمر ہے تری مقراضِ وقت کی زد میں
نہ کوئی لیل نہ کوئی نہار دنیا کا

مالِ کار اسے مشتِ خاک ہونا ہے
وہ گل بدن ہے کہ ہے گل عذار دنیا کا

اٹھے گا قبر سے اپنی مگر گدا کی طرح
وہ شہزاد ہو یا شہریار دنیا کا

نہ حرص ہے نہ ہوس بندۂ قناعت میں
اسی پہ صدقہ کرو دنیادار دنیا کا

یہاں شمار کنندہ ہیں بیش وکم کہ تمام
تمام ہو نہ سکے گا شمار دنیا کا

بروزِ غسل وکفن اس کا اٹھ گیا پردہ
جو زندگی میں رہا پردہ دار دنیا کا

جو آیا غسل کے تختے پہ بے حجاب ہوا
کھلا ہے کیسا یہاں شرمسار دنیا کا

یقین ہو جسے ایمان و دین پر اپنے
نہیں کرے گا کبھی انتظار دنیا کا

جو صرف ایک ہو رحماں بھی بیان کرے
مگر فساد تو ہے بے شمار دنیا کا

ارشاد فرمایا: کہ اُف کیا عجیب کلام ہے۔ بڑے لوگوں کی باتیں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ کس عجیب انداز میں دنیا کی بے ثباتی بے اعتباری دنیا کی بے فائدگی دنیا کی بے وفائی اہل دنیا کی بے وفائی اور بے بسی کو بتلایا گیا ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! اس زمانے میں مسلمان بڑی غفلت کے شکار ہیں۔ اخروی زندگی کی مسرات، راحتیں، خوشحالیاں اور اخروی اجر وثواب کے حصول کا انہیں شوق نہیں ہے۔ شب وروز دنیوی مسرات وخواہشات کی تحصیل میں مشغول ہیں۔ اس طرح وہ اس قیمتی زندگی کو بے فائدہ وفانی کاموں میں ضائع کر رہے ہیں۔ موت کے وقت ان کی یہ غفلت زائل ہو جائے گی۔ اور خواب غفلت سے بیدار ہو کر انہیں یہ یقین ہو جائے گا کہ نہ مسرات دنیا باقی ہیں اور نہ دنیوی بزم وبہار باقی ہیں۔ اور نہ دلکش رنگ لیل ونہار باقی ہیں۔ وہ مجسم حسرت وندامت بنے ہوئے با چشم خوں فشاں گریاں ہوں گے۔ مگر بے وقت ندامت وحسرت سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ کا قرب:

ارشاد فرمایا: کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار بصرہ شہر میں ساحلِ دریا پر ایک شکاری کو دیکھا جو مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی ایک چھوٹی بچی بھی تھی۔ وہ مچھیاں پکڑ پکڑ کر اپنی بچی کے حوالے کر رہا تھا تا کہ وہ ان مچھلیوں کی نگرانی اور حفاظت کرے۔

کافی دیر کے بعد وہ شکاری اپنی بچی کے پاس آیا۔ اس کا خیال تھا کہ میں نے کافی مچھلیاں پکڑ لی ہیں۔ مگر اسے حیرت ہوئی کہ وہاں ایک مچھلی بھی موجود نہ تھی۔ اس نے بچی سے پوچھا کہ مچھلیاں کہاں گئیں؟ بچی نے بڑا قیمتی جواب دیا۔ کہنے لگی اے ابا جان! میں نے آپ سے نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث مبارک سنی تھی کہ جال میں وہ مچھلی گرفتار ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جائے۔ (لہٰذا یہ مناسب نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل مچھلیوں کا گوشت کھائیں چنانچہ میں ان مچھلیوں کو دریا میں واپس پھینکتی رہی) یہ سن کر وہ شخص رونے لگا اور جال اور دوڑ کو پھینک دیا۔ اور ذکر اللہ وعبادت کا مشغلہ اختیار کیا۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کے قرب میں جو عزت ہے وہ اور کہیں نہیں مل سکتی۔ ہر قسم کی عزت وعظمت اور رزق ومال اللہ تعالیٰ عزوجل کے قبضے میں ہیں۔ عربی کا ایک شاعر کیا خوب کہتا ہے:

لَقَدْ ضَيَّعْتَ حَظَّكَ مِنْ وِصَالِيْ
وَبِعْتَ بِاَبْخَسِ الْاَثْمَانِ كَنْزًا
فَكَيْفَ رَضِيْتَ يَا هٰذَا بِدُوْنِيْ
وَقُرْبُكَ مِنْ جَنَابِيْ كَانَ عِزًّا
سَتَعْرِفُنِيْ اِذَا جَرَّبْتَ غَيْرِيْ
وَتَعْلَمُ اَنَّنِيْ لَكَ كُنْتُ حِرْزًا

(۱) یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اے میرے بندے! افسوس تو نے میرے قرب میں سے اپنا حصہ ضائع کر دیا اور چند ردی روپے کے بدلے تو نے بڑا خزانہ بیچ ڈالا۔

(۲) اے محب! میرے سوا کسی غیر کے قرب پر تو کیسے راضی ہوا جبکہ میری

ذات کا قرب ہی تیرے لیے بڑی عزت کا باعث تھا۔

(۳) اے محب! میری قدر تجھے اس وقت معلوم ہوگی جب تو میرے سوا کسی غیر کو آزمالے گا۔ اس وقت تجھے پتہ چل جائے گا کہ میں تیرے لیے سرمایۂ افتخار تھا۔

ارشاد فرمایا: کہ ایک قصہ سناتا ہوں۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک دولت مند و امیر آدمی مشہور صوفی و بزرگ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر پر گذرا۔ اس نے پینے کے لیے پانی مانگا۔ گھر والوں نے پانی دیا۔ پانی پینے کے بعد اس امیر آدمی نے ان کے گھر والوں کو کچھ مال دیا۔ اسے دیکھ کر اس کے دیگر رفقاء نے بھی کچھ نہ کچھ تحفہ تحائف دیئے۔ گھر والے بہت خوش ہوئے۔ صرف ایک بچی جو حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیٹی تھی رونے لگی۔ کسی نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے بڑا ہی عارفانہ و حکیمانہ جواب دیا جو کہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

اس بچی نے کہا کہ مخلوق کی ادنیٰ سخاوت اور معمولی نگاہِ شفقت سے ہم غنی ہو گئے تو خالقِ کائنات کی نگاہِ شفقت و سخاوت کا کتنا بڑا اثر ہوگا۔

آخرت کی فکر:

ارشاد فرمایا: کہ ہمارے شیخ و مرشد ثانی قطب الواصلین حضرت مولانا خواجہ محمد سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں آخرت کی فکر اور جنت کا شوق محبت ڈال دیں اور ذکر اللہ و عبادت و ذکر موت کی طرف ہمارے قلوب کو متوجہ فرمادیں۔

اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ دنیا عیش و عشرت کی جگہ نہیں ہے یہاں کی سب چیزیں

فانی ہیں۔ یہاں کی فانی رونقیں جی لگانے کے قابل نہیں ہیں۔

تلہ گنگ کے ایک بڑے عالم نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ مجذوب صاحبؒ کے اس بارے میں بہت بہترین اشعار ہیں سناؤں تو حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے فرمایا کہ ضرور سناؤ تو انہوں نے یہ اشعار سنائے۔

وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی
جہاں تک میں ہر گھڑی ہو اجل ہو

بس اب اپنے اس جہل سے تو نکل بھی
یہ طرز معیشت اب اپنا بدل بھی

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

جب اس بزم سے اٹھ گئے دوست اکثر
اور اٹھتے چلے جا رہے ہیں برابر

یہ ہر وقت پیش نظر جب ہے منظر
یہاں پر ترا دل بہلتا ہے کیونکر

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

یہ دنیائے فانی ہے مرغوب تجھ کو
ہوئی واہ کیا چیز مرغوب تجھ کو

نہیں عقل اتنی بھی مجذوبؔ تجھ کو
سمجھ لینا اب چاہیے خوب تجھ کو

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ نے ان مولانا صاحب سے پوچھا کہ یہ خواجہ مجذوب صاحب کون صاحب ہے؟ بہت بہترین اشعار کہیں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ پہلے بہت بڑے افیسر تھے لیکن جب حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت ہوئے تو افسری اور نوکری سب چھوٹ گئی اور حضرت تھانوی کی درگاہ میں پڑے رہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کا مقام:

ارشاد فرمایا: کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت بڑے آدمی تھے بہت سو کو انہوں نے بامِ عروج تک پہنچا دیا تھا۔

ارشاد فرمایا: کہ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

گر تو سنگ و خارۂ و مرمر شوی
چو بصا حبدل رسی گوہر شوی

چونکہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہل دل میں سے تھے۔ اس لیے جو بھی ان کے ہاں پہنچ گیا وہ کندن بن گیا۔

ارشاد فرمایا: کہ ایک مرتبہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے کہا، کہ اے ابو سعید! یہاں ایک شخص ہے، ہم نے اسے ہمیشہ تنہا پتوں کی آڑ میں بیٹھا ہوا دیکھا ہے۔

ایک دن حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرف گئے اور اس سے فرمایا۔ کہ اے شخص تم خلوت پسند معلوم ہوتے ہو۔ کیا وجہ ہے کہ لوگوں سے نہیں ملتے۔ اس شخص نے کہا کہ ایک کام میں مشغول ہوں جس کی وجہ سے لوگوں سے ملنے کی مہلت نہیں۔ تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے فرمایا کہ یہاں حسن بصری رہتے ہیں ان کے پاس تو جایا کرو اور ان کے پاس بیٹھا کرو۔

اس شخص نے کہا کہ جس کام کی وجہ سے لوگوں سے نہیں مل سکتا۔ اسی وجہ سے حسن بصری کو بھی نہیں مل سکتا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے ایسا کیا کام ہے۔ اس نے کہا کہ جب صبح کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اپنے گناہ دیکھتا ہوں پس نعمتوں کا شکر اور گناہوں سے استغفار کرتا ہوں۔ تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے فرمایا کہ اے عبداللہ! تو حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ سمجھدار ہے اپنے کام پر قائم رہو۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ:

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! ہمیں ہمارے پیر و مرشد سید العارفین، قطب الواصلین حضرت مولانا حسین علی صاحب طیب اللہ ثراہ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ساتھ ساتھ باقی تمام سلاسل میں بھی اجازت عنایت فرمائی تھی۔ ہمارے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں حضرت ابراہیم بن ادھم قدس اللہ سرہ بڑی شان کے بزرگ گذرے ہیں۔ ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دوستوں

نے آپ کو بچشم حقارت دیکھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو سیدنا کے لفظ سے مخاطب فرمایا۔ چنانچہ امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دوستوں نے شرمندہ ہو کر پوچھا کہ یہ سعادت ان کو کہاں سے حاصل ہوئی؟

امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مصروف و مشغول رہتے ہیں جبکہ ہم دوسرے کاروبار بھی کرتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ شیخ المشائخ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دفعہ مسافرت کی حالت میں رات کے وقت جامع مسجد دمشق پہنچے۔ نماز عشاء کے بعد مسجد کا دروازہ بند کر دیا جاتا تھا۔ آپ نے امام مسجد سے درخواست کی کہ مجھے مسجد میں رات رہنے کی اجازت دی جائے اس لیے کہ میں مسافر ہوں۔ امام مسجد نے طنزیہ انداز میں کہا کہ بڑا ابراہیم بن ادھم آیا ہے کہ رات بھر عبادت کرے گا اور غصے سے دروازہ بند کر دیا۔

آپ ساری رات سخت سردی میں مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھے عبادت میں مشغول رہے۔ صبح کی نماز کے وقت مسجد کا دروازہ کھلا تو آپ اندر چلے گئے نماز کے بعد بعض لوگوں نے آپ کو پہچان لیا اور شور مچ گیا کہ حضرت ابراہیم بن ادھم تشریف لائے ہیں۔ ہر طرف سے لوگ ان کی زیارت کے لیے ٹوٹ پڑے۔

مسجد کے امام صاحب بہت شرمندہ ہوئے اور بار بار آپ سے معذرت کرتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ معذرت کس بات کی۔ آپ نے اپنا فرض ادا کیا۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! آخر میں حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک اور سبق آموز قصہ آپ کو سناتا ہوں۔ جس کو فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے۔

کہ ایک روز حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی شخص کے مکان پر دعوت میں گئے جب دسترخوان پر بیٹھے تو لوگوں نے ایک شخص کا نام لے کر پوچھا کہ فلاں شخص نہیں آئے تو ایک آدمی نے کہا کہ اس کا جسم بھاری ہے اس وجہ سے آنے میں دیر ہوئی جب حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ غیبت سنی تو اُٹھ کر چلے گئے اور اپنے نفس سے کہنے لگے کہ تیری وجہ سے یہ غیبت سننے کی نوبت آئی۔ اور اس کے بعد تین روز تک کھانا نہیں کھایا اور نفس کو سزا دی۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! یہ بہت سچے لوگ تھے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی اتباع نصیب فرمائے اور پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب نے دعا کی اور مجلس ختم ہوگئی۔

+ + + + +
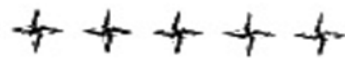
نویں مجلس

١٩٥٦ء مقام غورغشتی ضلع اٹک بعد ظہر

احقر شیخ الحدیث حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں ظہر کے بعد عمدۃ المحدثین، زبدۃ الکاملین، برکۃ العصر، بقیۃ السلف، عارف باللہ، ابوذر زمانہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی قدس سرہ کی قدم بوسی اور زیارت کی نیت سے غورغشتوی حاضر ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ہم نے مصافحہ کیا اور ایک طرف بیٹھ گئے۔ اس روز حضرت کے پرانے شاگرد و مریدین اور کثیر تعداد میں مختلف علاقوں پنجاب و سرحد سے علمائے کرام تشریف لائے تھے۔

نزولِ رحمت:

ارشاد فرمایا: کہ مشہور محدث اور حافظ حدیث حضرت علامہ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَۃ کہ جس مجلس میں بزرگوں اور نیک لوگوں کا تذکرہ ہوتا ہے وہاں پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت نازل ہوتی ہے اس لئے آج آپ سب حضرات کو کچھ بزرگوں کے واقعات سناتا ہوں تاکہ ان بزرگوں کی برکت سے اور ان کے طفیل اللہ تعالیٰ ہمارا انجام اور ہماری عاقبت اچھی کرے۔

ارشاد فرمایا: کہ ہمارے بزرگوں میں ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں جن کا نام حضرت مالک بن دینار تھا۔ دینار نام کہنے کی وجہ سے بعض کہتے ہیں کہ دینار آپ کے

والد کا نام تھا اور بعض اس کے متعلق ایک اور روایت یوں بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ آپ کشتی پر سوار تھے۔ جب کشتی درمیان دریا کے پہنچی تو ملاحوں نے مسافروں سے اپنی مزدوری طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں جس پر ملاحوں نے آپ کو بُری طرح مارا حتیٰ کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب آپ ہوش میں آئے تو پھر مارنا اور اُجرت طلب کرنی شروع کر دی اور کہا کہ اگر تم اُجرت نہ دو گے تو تمہیں باندھ کر دریا میں پھینک دیا جائے گا۔ اس وقت دریا کی مچھلیاں ایک دینار منہ میں پکڑے ہوئے کشتی کے گرداگرد آئیں اور مچھلی سے دینار لے کر آپ نے ملاحوں کے حوالے کر دیا۔ جب لوگوں نے یہ ماجرا دیکھا تو اپنے سلوک کو دیکھ کر سخت شرمندہ ہوئے''۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توبہ کا سبب:

حضرت مالک ابن دینارؒ سے کسی نے ان کے توبہ کرنے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ ''میں ایک شرابی آدمی تھا جو ہر وقت شراب کے نشہ میں ڈوبا رہتا۔ میری ایک چھوٹی سی بچی تھی جسے میں بہت چاہتا تھا۔ وہ پاؤں چلتے ہوئے میرے پاس آئی اور مجھ سے شراب چھین کر میرے کپڑوں پر رہ جاتی۔ لیکن جب وہ دو برس کی ہوئی تو اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے صدمہ سے میری حالت بہت خراب ہو گئی۔

نصف شعبان گزر چکا تھا ایک دن اتفاق سے جمعہ کی شب تھی، میں شراب پی کر سو رہا تھا۔ عشاء کی نماز بھی نہیں پڑھی تھی، خواب میں دیکھا کہ حشر برپا ہے اور اہل قبور قبروں سے نکل نکل کر آ رہے ہیں۔ میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔

مجھے اپنے پیچھے کچھ آہٹ سی محسوس ہوئی میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک بہت بڑا

کالا سانپ میری طرف منہ کھولے ہوئے دوڑا آرہا ہے۔ میں خوف کے مارے اس کے آگے آگے بھاگا جارہا ہوں۔ راستہ میں مجھے ایک بوڑھے آدمی سفید کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے ہوئے ملا۔ میں نے ان سے گریہ وزاری کی کہ ''مجھے اس سانپ سے بچائیے''۔

انہوں نے فرمایا کہ ''میں ضعیف آدمی ہوں اور یہ مجھ سے زیادہ زورآور ہے۔ اس لئے میں تمہیں اس سے نہیں بچا سکتا لیکن تم ڈرو نہیں۔ آگے جاؤ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کا کوئی سبب پیدا کردے''۔ یہ سن کر میں اور زیادہ تیز بھاگا اور ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا۔ وہاں سے دوزخ کی لپٹیں اور اس کے طبقے نظر آنے لگے۔

قریب تھا کہ دوڑتا ہوا میں دوزخ میں گرجاتا۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی کہ ''پیچھے ہٹ، تُو دوزخی نہیں ہے''۔

یہ سن کر مجھے کچھ اطمینان ہوا اور میں واپس لوٹا، تو دیکھا کہ وہ سانپ بھی میرے پیچھے ہی لوٹ آیا ہے۔ مجھے پھر وہی بوڑھے صاحب راستے میں ملے۔ میں نے ان سے کہا کہ ''میں یہ چاہتا تھا کہ آپ مجھے اس سانپ سے بچادیں لیکن آپ نے قبول نہیں کیا''۔

تو یہ سن کر وہ رونے لگے اور فرمایا ''میں خود کمزور اور ناتواں ہوں، پھر انہوں نے کہا کہ تم اس پہاڑ پر جاؤ۔ وہاں مسلمانوں کی امانتیں جمع ہیں۔ اگر تمہاری بھی کوئی شے بطور امانت رکھی ہوگی تو اس سے امداد مل جائے گی''۔

میں اس پہاڑ کی طرف دوڑا۔ وہ ایک گول پہاڑ تھا جس میں بہت سے دروازے بنے ہوئے تھے اور ان پر ریشمی پردے پڑے ہوئے تھے اور ہر دروازے کی دونوں چوکھٹیں سونے کی یاقوت اور موتی جڑے ہوئے۔ جب میں قریب پہنچا تو پردے اُٹھا دیئے گئے۔ دروازے کھول دیئے گئے۔

وہاں بہت سارے چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ان میں میری بچی بھی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی ہائے ابا کہتی ہوئی میری پاس آئی اور ایک ہاتھ سے مجھے پکڑ کر ایک نورانی مکان میں لے گئی اور دوسرے ہاتھ سے سانپ کو ڈرایا تو وہ فوراً واپس چلا گیا۔ پھر اس نے مجھے بٹھا لیا اور خود میری گود میں بیٹھ گئی اور میری داڑھی پر ہاتھ مار کر کہا:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔ (الحدید)

''کیا اہل ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا ...... کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے خوف کھا کر جھک جائیں''۔

اس پر میں رونے لگا۔ میں نے پوچھا کہ ''بیٹی! کیا تم یہاں قرآن شریف بھی سیکھتی ہو؟''

اس نے کہا کہ ہم آپ ہی سے سیکھتے ہیں۔میں نے کہا ''اچھا یہ بتاؤ کہ یہ سانپ جو مجھے کھانے کو آتا تھا یہ آخر کیا بلا تھی؟''

اس نے کہا ''یہ آپ کے گناہوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ تھا۔آپ نے ہی اسے بڑھا بڑھا کر اتنا قوی کر دیا تھا کہ آپ کو دوزخ میں جھونکنا چاہتا تھا''۔

پھر میں نے پوچھا ''وہ بوڑھے صاحب کون تھے جن کے کہنے پر میں یہاں آیا؟''

اس نے کہا: ابا وہ آپ کے نیک اعمال تھے۔آپ نے انہیں اس قدر ضعیف، کمزور اور ناتواں کر رکھا تھا کہ ان کے پاس بداعمال کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں تھی''۔

پھر میں نے پوچھا کہ ''تم اس پہاڑ پر کیا کرتی ہو؟''

اس نے کہا: ''ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں۔آپ لوگوں کے آنے کا قیامت تک انتظار کرتے ہیں تا کہ آپ لوگوں کی سفارش کر سکیں''۔

تھوڑی دیر بعد میری آنکھ کھلی تو میں گھبرایا۔ صبح ہوئی تو جو کچھ میرے پاس تھا، دے دیا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کی۔ بس یہی میری توبہ کا باعث ہوا''۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں؟:

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں؟ آپ حضرات اس واقعہ میں غور فرمائیں کہ آدمی زندگی بھر شراب پیتا رہا۔ اللہ تعالیٰ اس کی نافرمانیوں کو دیکھتے رہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو اپنا محبوب بنانے کے لئے اس کی بچی کو ذریعہ کے طور پر استعمال کیا تو کیا یہ دلیل اس بات کی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرابی جیسے گنہگار کو اپنا دوست بنا سکتا ہے تو چھوٹے چھوٹے گناہوں میں مبتلا ہو جانے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کیوں مایوس ہو جائیں۔ کیا اللہ تعالیٰ انہیں اپنا دوست نہیں بنا سکتا؟

اللہ تعالیٰ ماں سے زیادہ مہربان ہے:

ارشاد فرمایا: کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ ایک مجلس میں تشریف فرما ہیں۔ ایک صحابیؓ چادر میں ایک پرندہ کو بچوں سمیت باندھ کر لاتے ہیں اور واقعہ عرض کرتے ہیں:

کہ یارسول اللہ! میں نے ایک جھاڑی سے ان بچوں کو اکٹھا کر کپڑے میں لپیٹ لیا۔ ماں نے یہ دیکھا تو میرے سر پر منڈلانے لگی۔ میں نے ذرا کپڑے کو کھول دیا تو وہ فوراً آ کر میرے ہاتھ پر بچوں پر گر پڑی۔

تو حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کیا بچوں کے ساتھ ماں کی اس محبت

پر تم کو تعجب ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ جو محبت اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے بدرجہا زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ماں سے ستّر گنا زیادہ محبت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جناب نبی کریم ﷺ کہیں سفر میں تشریف فرما تھے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ کسی گاؤں میں آپ کا قیام تھا۔ وہاں کسی جگہ پر ایک عورت اپنا چھوٹا سا بچہ اپنی گود میں لئے ہوئے روٹیاں پکانے کا تندور جھونک رہی تھی۔ جب اس نے تندور میں آگ کی لپٹ باہر آئی تھی۔ تو وہ عورت بہت کوشش سے اپنے بچے کو آگ سے بچاتی تھی کہ کہیں اس کو آگ کی گرمائی یا سینک نہ لگے۔

پھر جب اس عورت کو جناب نبی کریم ﷺ کے آنے کا حال معلوم ہوا تو وہ اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے حبیب مہمانؐ! کیا آپ ہی جناب رسول اللہ ﷺ ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا نَعَمْ ۔ ہاں میں ہی اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

یہ سن کر اس عورت نے آپ سے سوال کیا۔ کیا اللہ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ مہربان ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا نَعَمْ ۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ مہربان ہے۔

پھر اس عورت نے سوال کیا، کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں سے ستّر گنا زیادہ مہربان ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نَعَمْ ۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں سے ستر گنا ہز یادہ مہربان ہے۔

یہ سن کر اس عورت نے کہا کہ ماں اپنے بچے کو آگ سے بچاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دوزخ کی آگ میں کس دل سے جلائے گا۔

ارشاد فرمایا: کہ یہ روایت مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

سو آدمیوں کے قاتل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا محبت کا معاملہ:

ارشاد فرمایا: کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تم سے پہلے زمانے میں ایک آدمی تھا جس نے ننانوے (۹۹) قتل کیے تھے۔ اُس نے عالم کے بارے میں دریافت کیا تو اسے ایک راہب کا پتہ بتایا گیا۔ وہ راہب کے پاس حاضر ہوا۔۔ اور کہا کہ میں نے ننانوے قتل کیے ہیں۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس راہب نے کہا کہ نہیں۔ اس پر اُس نے راہب کو بھی قتل کر کے سو کا عدد پورا کر دیا۔ اُس نے پھر زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا۔۔۔ تو اُسے ایک عالم کا پتہ بتایا گیا۔

اس نے عالم سے کہا: میں نے سو قتل کیے ہیں۔ کیا میری توبہ قبول ہونے کی کوئی صورت ہے؟ اس عالم نے کہا کہ ہاں۔ توبہ کے اور اس کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟ تم فلاں علاقہ میں چلے جاؤ۔ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ تم بھی ان کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اپنی اس زمین کی طرف واپس مت آنا۔ یہ بُرائی کی زمین ہے۔ وہ آدمی وہاں سے چل پڑا۔

جب ٹھیک درمیان راستے میں پہنچا تو اس کی موت کا وقت آ گیا۔ اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑ پڑے۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ توبہ کر کے چلا تھا اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف موڑ چکا تھا۔ عذاب کے فرشتوں نے کہا۔ اس نے قطعاً کوئی نیک کام نہیں کیا۔ اب ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں ان کے پاس آیا۔ فرشتوں نے اُس (آدمی نما فرشتے) کو اپنا فیصل بنالیا۔ اس (فیصلہ دینے والے) فرشتے نے کہا۔

''دونوں مقامات کے درمیان کا فاصلہ ناپ لو۔ جس مقام سے وہ قریب ہے اسی میں اس کا شمار کرلو۔ فرشتوں نے پورے فاصلے کو ناپا تو جس علاقے کی طرف اُس کا رُخ تھا وہ قریب تر نکلا۔ لہٰذا رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح قبض کی''۔

ایک دوسری روایت میں ہیں:

''وہ آدمی نیک لوگوں کی بستی کے ایک بالشت قریب تھا۔ چنانچہ اسے نیک لوگوں میں شمار کیا گیا''۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے بُرے علاقے کی زمین کو حکم دیا کہ تو دُور ہو جا (لمبی ہو جا) اور نیک علاقے کی زمین کو حکم دیا کہ قریب ہو جا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان دونوں علاقوں کا رقبہ ناپ لو۔ چنانچہ اسے نیک علاقے کی طرف ایک بالشت قریب پایا گیا۔ نتیجتاً اس کی بخشش ہوگئی''۔

لہٰذا کون ہے جو بندے اور توبہ کے درمیان حائل ہو سکے۔ توبہ کے سچے طلبگار بھائیو! کیا تمہارا ابھی یہی خیال ہے۔ کہ تمہارے گناہ اُس آدمی کے گناہوں سے بھی زیادہ ہیں جس نے سو آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول فرمائی تو پھر تمہارے

مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

مذکورہ حدیث کی شرح میں علماء کے چند اقوال:

بعض مرفوع احادیث میں دونوں بستیوں کا نام مذکور ہیں۔ چنانچہ جس بستی میں قاتل رہتا تھا اس کا نام ''کفرۃ''۔۔۔اور جس دوسری نیک لوگوں والی بستی میں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا اس کا نام ''نصرۃ'' تھا۔

اور شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کفر وشرک کے علاوہ تمام گناہوں کی معافی ہوسکتی ہے کیونکہ قرآن مجید کی رُو سے کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ ناحق قتل ہے اور جب اس قصہ سے اس کی معافی ثابت ہے۔ تو باقی گناہوں کی معافی بطریقہ اولیٰ ثابت ہوگی۔

اس پر ایک سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ قتل ناحق ظلم ہونے کے ساتھ ساتھ حقوق العباد سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ تو مظلوم کا حق ادا کئے بغیر معافی کس طرح ہوگئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب قاتل کی سچی توبہ کی وجہ سے معاف فرمادیا۔ تو اُمید ہے کہ مقتول کو اپنی طرف سے بیش بہا عنایات عطا فرما کر راضی کردیں۔

ارشاد فرمایا: کہ مذکورہ واقعہ میں توبہ قبول نہ ہونے کے بارے میں جس راہب کا قول ہے اس سے متعلق علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے (حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے مرقات کھول کر یہ تقریر فرمائی)

کہ وہ راہب عابد و زاہد اور خلق سے کنارہ کش تھا۔ خالق کی یاد میں مشغول تھا اور اس پر خوفِ الٰہی کا غلبہ تھا۔

راہب نے جوتوبہ نہ قبول ہونے کا کہا تو اس کی تین وجوہ ہوسکتی ہیں۔

(۱) ''اِمَّا جَهلاً مِنهُ بِعِلمِ التَّوبَةِ''۔

یا تو توبہ کے بارے میں صحیح علم سے بےخبر تھا۔

(۲) وَاِمَّا لِغَلَبَةِ الخَشيَةِ عَلَيهِ۔

یا خشیت کے غلبہ کی وجہ سے۔

(۳) وَ اِمَّا لِتَصَوُّرِ عَدمِ اِمكَانِ اِرضَاءِ خُصُومِهٖ عَنهُ۔

یعنی اس تصور کے سبب کہ مظلوم فریق کے راضی کرنے کا امکان نہ رہا تھا۔ اور اس نے راہب کو اس بناء پر قتل کیا کہ جب میری توبہ قبول ہی نہیں ہے۔ تو ننانوے بجائے سو (۱۰۰) پورا کردو۔

اُصول شرع کے مطابق اس واقعہ پر اعتراض:

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! ''اس شخص کی مغفرت پر ایک اشکال اصول شرع کے مطابق وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حقوق العباد صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے جب تک کہ اہل حقوق کو راضی نہ کیا جائے''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خوش ہو جاتے ہیں اور اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔ تو اس کی جانب سے اہل حقوق کو راضی کر دیں گے اور اہل حقوق کے حقوق کو اس بندہ کی طرف سے خود ادا فرمادیں گے۔

درمیان میں حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے۔ پھر حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت کے شاگرد تھے

اور مرید بھی تھے کی طرف دیکھ کر ان سے حال احوال پوچھا اور تدریس کا پوچھا کہ تدریس کرتے ہو کہ نہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت کرتا ہوں۔ پھر احقر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ دو مہینوں سے تم نہیں آئے کیا بات تھی۔ حضرت عبدالرحمان بابا رحمۃ اللہ علیہ تم جیسے محبوبوں کے متعلق فرماتے ہیں:

تــر ابـدې ورځـــې پـورې بـه جفـا کـړې
کـــه بـــه مهـــر وفـا هم چـرې پیدا کـړې

مـعشـوقـــې کـلـــه جـفـا کلـه وفـا کـا
مـی بـایـد چـې کـلـه هغـه کلـه دا کړې

چــې دغه اوښکې زما دغه ستا خوئی وی
داپـټ راز به مې په درست جهان رُسوا کړې

ستـا ځـــهٔ لاس رابـانـدې نـهٔ رسی دلبره
چـې پـــه لاس د رقـیبـانـو مې سزا کړې

پـه درسـت عـمـر به هېڅ لیدلے نهٔ وی
هـغه چارې چې تهٔ هر ساعت په ما کړې

مـا رنځور په کټ کښې پرېږدې چې کېږم
تـــهٔ لا کـر ځـې د رقـیـب سره خندا کړې

لاس تـرغـــاړه د رقـیـب سـره خندا کړې
چــې مـا اووینــې لـه قصده راته شا کړې

هـر بېګـاه وائـې چــې خُلهٔ به سبا درکړم
دا بېګـاه بـه پـه رحـمـانؔ کله سبا کړې

(ترجمہ)

وفا جفا میں رہے توازن یہی ہے دستور بزم جاناں
کبھی وفا ہو کبھی جفا ہو تو شکر ہم بھی ادا کریں گے

ہمیشہ ظلم و ستم کریں گے ہمیشہ جور و جفا کریں گے
وہ دن محبت میں آئے گا کب کہ آپ جس دن وفا کریں گے

جہاں میں آخر کریں گے رسوا ہمارے آنسو تمہاری عادت
ابھی تو پردہ پڑا ہوا ہے جو کھل گیا راز کیا کریں گے

جو آپ کی دسترس میں ہیں ہم تو درمیان دستِ غیر کیوں ہے
بدستِ دشمن سزا نہ دیجئے جو خود کریں گے بجا کریں گے

کسی نے پوری حیات میں بھی نہ دیکھے ہوں گے مظالم ایسے
جو ایک ساعت میں ہم پر آئے کبھی نہ اہلِ جفا کریں گے

مریضِ غم سے نظر بچا کر جو غیر کے ساتھ جائیں گے وہ
غضب کریں گے ستم کریں گے ہمیں جو بے آسرا کریں گے

عدو کی گردن میں ہاتھ ڈالے ہوئے جو ہم دیکھتے ہیں تم کو
تو ہم سے منہ پھیرتے ہو جاناں گلہ ہم برملا کریں گے

جو رات کو مانگتا ہوں بوسہ ہمیشہ کرتے ہیں کل کا وعدہ
وہ کل کب آئے گی ہم پہ رحماںؔ کب تلک ہم جیا کریں گے

اور پھر احقر کو قریب بلا کر احقر کے ماتھے کا بوسہ لیا۔ اور احقر نے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں کو چوما اور آنکھوں پر رکھا۔

اور پھر احقر کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بابا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قصیدہ سناؤ۔

دوباره دې راتلـــهٔ نشته پـــه دُنـيـا
نـن دې وار دے کهٔ دروغ کړې کهٔ رښتیا

هـره چار چې تر وخت تېره شي عنقا شي
عـنـقـا نـهٔ دے پـه دام نښتے د هېچا

تـر ورخ تېرې اوبـهٔ بېـرتـه نهٔ جاروځي
نـهٔ جاروځـي تېـر سـاعـت په بيرته بيا

تېـر سـاعـت په مثال مړے د لحد دے
مـــړی چـا دی ژونـدی کـړی پـــه ژړا

کـهٔ مقصود لرې تلوار کړه وخت کوتاه دے
غـــره مـــهٔ شـــه د دې عـمـر پــه بـقـا

پـــه اُمـيـد اُمـيـد ئـــې خـلق نـااُميدکړ
د اَيـــام لـــه مـکـره مـــهٔ شـــه بې پـروا

هـلـک نهٔ ئې چې ه زور دې څوک تعليم کا
هـم عـــاقـل ئـــې هـم بـالغ ئـــې هم دانـا

پـــه عـــمـل د نيک و بـدو فـهـم اوکـړه
چـې په دا کښې دې بهبود دے کهٔ په دا

سر دننه ه کریوان کړه سترګې رونې
ډېر په پورته مۀ ځه سر هوا
سر هوا سر هوا مۀ ځه و آسمان ته
تۀ په اصل کښې له زمکې ئې پېدا
هغه ناوې چې په خپله بنائسته نۀ وی
څوک ئې څۀ کاندی بنائست د مور او نیا
داخبره زۀ و ځان ته کړم اے یاره!
دلګیر مۀ شه کۀ مې نوم واخست د تا
نوم د ستا او د بل اخلم ځان ته وایم
نۀ مې کار نۀ مې غرض شته په بل چا
هر چې وایم همه واړه ځان ته وایم
دا عیبونه دی همه واړه زما
کۀ مې ځائې د دې غمونو ے په زړۀ کښې
ما به څۀ لره کوله دا انشا
چې د مرګ سختې خوارئ د ستا په خوا دی
اے رحمانهؒ! ولې نۀ مرې لا پخوا

ارشاد فرمایا: کہ جزاک اللہ تعالیٰ خیرالجزاء۔ پھر فرمایا کہ تمہارے آنے سے ہمیں بہت خوشی ہوئی ہے۔ جلدی جلدی آیا کرو۔

پھر باطل و حق دیکھے یہ موقع نہیں ہوتا
انسان دوبارہ یہاں پیدا نہیں ہوتا،

ہر آنِ گذشتہ یہاں عنقا کی طرح ہے
عنقا تو کبھی دام میں آیا نہیں ہوتا،

اک بار نکل جائے اگر بند سے باہر
پھر بند میں واپس کبھی دریا نہیں ہوتا،

گذرا ہوا ہر لمحہ تو مردہ ہے لحد کا
رونے سے تو مُردہ کوئی زندہ نہیں ہوتا،

کچھ کرے یہاں فرصت ہے بہت کم
یہ وقت کا دریا ہے جو ٹھہرا نہیں ہوتا،

اُمید کی دُنیا تو ہے گلدستۂ کاغذ
اُمید نہ ہو کوئی تو دھوکا نہیں ہوتا،

ہوتی ہے زباں بند اگر تیرِ اجل سے
پھر حمد و ثنا کا کوئی موقع نہیں ہوتا،

بالغ بھی ہو عاقل بھی ہو بچے تو نہیں ہو
تعلیم تمہیں دے کوئی ایسا نہیں ہوتا،

کر عقل کے آئینے میں اعمال کی پہچان
اچھا ترے حق میں کوئی ہوتا نہیں ہوتا،

کھول آنکھ ذرا جھانک گریباں میں اپنے
اونچا جو بہت اُڑتا ہے اونچا نہیں ہوتا،

تو خاک ہے اُڑ کر نہ پہنچ بامِ فلک تک
ان تیز ہواؤں کا بھروسہ نہیں ہوتا،

دیکھیں گے تو دیکھیں گے ترا دفترِ اعمال
اور دفترِ اعمال میں رشتہ نہیں ہوتا،

خوش شکل جو دلہن نہیں کیا اس کو سجانا
ناخوب سزاوارِ تماشہ نہیں ہوتا،

میں خود کو بُرا کہتا ہوں پردے میں تمہارے
دل کوئی دکھانا مرا منشا نہیں ہوتا،

دنیا کو بُرا کہتے ہوئے روتا ہوں خود کو
تم لوگوں سے مطلب کوئی میرا نہیں ہوتا،

میں جو بھی بتاتا ہوں وہ سب عیب ہیں میرے
دنیا کو بُرا کہنا تو اچھا نہیں ہوتا،

میں کر نہ سکا ضبط بیاں کر دیا ہر غم
گر حوصلہ ہوتا کبھی ایسا نہیں ہوتا،

رحمانؔ ہر اک کام ہے اب موت کی سختی
پہلے ہی جو مر جاتا یہ جھگڑا نہیں ہوتا،

ارشاد فرمایا: کہ آپ حضرات علمائے کرام ہیں۔ آپ دین کی خدمت کرتے ہیں۔ ہم نے تو زندگی ضائع کر دی۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے ہماری آخرت اچھی کر دے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ محترم علمائے کرام اور میرے عزیزو! تذکرہ ہو رہا تھا حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا۔ ان کی توبہ کا ایک دوسرا واقعہ بھی کتابوں میں لکھا ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کا دوسرا واقعہ:

ایک دفعہ آپ ایک دیوار کے سائے میں آرام فرما رہے تھے کہ ایک سانپ نرگس کی شاخ منہ میں لے کر آپ کو پنکھا کر رہا تھا۔ آپ بیان فرماتے ہیں کہ "میں مدت سے جہاد میں شریک ہونے کی خواہش رکھتا تھا لیکن جب جہاد کا موقع آیا تو میں بیمار ہو گیا اور نہ جا سکا۔ اسی غم میں نیند آ گئی تو کیا دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے یہ تپ تیرے حق میں خدا کی نعمت ہے کیونکہ اگر تو جہاد میں شامل ہوتا تو گرفتار ہو جاتا اور دشمن تجھ کو سور کا گوشت کھلاتے چنانچہ میں نے خواب سے بیدار ہو کر شکرِ الٰہی ادا کیا"۔

تواضع ہو تو ایسی:

مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ "اگر کوئی شخص مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر پکارے کہ تم میں سے جو شخص بدترین ہے، وہ باہر چلا جائے تو میں سب سے پہلے باہر نکل آؤں اور

کوئی شخص میرے آگے نہ نکل سکے سوائے اس کے کہ مجھے پکڑ کر زبردستی پیچھے دھکیل دیں''۔

یہ بات جب عبداللہ ابن مبارکؒ تک پہنچی تو انہوں نے کہا: ''مالک جبھی تو اتنے بزرگ ومحترم ہیں''۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! تواضع اور عاجزی میں عزت ہے اس سے اللہ تعالیٰ آدمی کو اونچے اونچے درجات تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم میں عاجزی اور تواضع پیدا فرمائیں۔ آمین

پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احقر اور حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو چپکے سے ارشاد فرمایا کہ آپ دونوں رات کو ٹھہر جائیں۔ ہم نے عرض کیا کہ حضرت ضرور ٹھہریں گے۔

کتا بُرے دوست سے اچھا ہے:

ایک بزرگ فرماتے ہیں ''میں نے مالک بن دینارؒ کو دیکھا کہ ان کے سامنے کتا بیٹھا ہے۔ میں نے اسے ہٹانا چاہا تو آپ نے فرمایا رہنے دو یہ اس دوست سے اچھا ہے جو لوگوں کی غیبت کرے''۔

ارشاد فرمایا: کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

دور شو از اختلاطِ یار بد
یارِ بد بدتر بود از مارِ بد
مارِ بد تنہا ہمی برجاں زند
یارِ بد برجان و برایماں زند

(ترجمہ)

یعنی بُرے دوست کی ہم نشینی سے اپنے آپ کو دُور رکھا۔ اس لئے کہ بُرا دوست خطرناک اور زہریلے سانپ سے بھی بُرا ہے۔

زہریلا سانپ اگر آپ کو ڈس لے تو اس سے آپ کی جان چلی جائے گی اور بُرے دوست کی ہم نشینی سے آپ جان وایمان دونوں سے ہاتھ دھوڈالیں گے۔

ارشادفرمایا: کہ میرے عزیزو! بُروں کی ہم نشینی سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے اور اچھے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا چاہیے۔ اس سے آدمی نیک بن جاتا ہے۔

+ + + + +

دسویں مجلس

۱۹۵۶ء مقام غورغشتی ضلع اٹک بعد عشاء

چونکہ حضرت عمدۃ المحدثین، زبدۃ الکاملین، سند الفقہاء والمحدثین بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، قطب وقت، عارف باللہ، ابوذر زمانہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی نوراللہ مرقدہ کے ہاں عشاء کی نماز ثلث اللیل کے بعد پڑھی جاتی تھی۔ اس لئے عشاء کی نماز حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پڑھی۔ نماز کے بعد حضرت مسجد کے ہال کے قریب اپنے چھوٹے سے کمرے میں جو کہ حضرت کا خلوت خانہ تھا، تشریف لے جانے لگے اور احقر اور حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اشارہ کیا تو ہم بھی اس کمرے میں چلے گئے اور حضرت کے کہنے پر احقر نے دروازہ بند کردیا۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! ایک خاص چیز آپ دونوں کو بتاتا ہوں جو مجھے میرے پیر و مرشد رئیس المفسرین، امام الموحدین، عارف باللہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتائی تھی۔ وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی پانچ آیتیں ایسی ہیں جن میں سے ہر ایک میں دس دس قاف ہیں۔ جو ان آیتوں کو پابندی کے ساتھ صبح و شام تین تین بار پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو سحر سے، مصیبتوں سے، آفات و بلیات سے، دشمنوں کے شر سے، حاسدین کے حسد سے، ماکرین کے مکر سے، محفوظ رکھے گا اور ان آیتوں کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ شوکت و ہیبت اور رفعت و بلندی عطاء فرمائے گا اور اس کو دشمنوں پر غلبہ عطا فرمائے گا اور اس کو حشرات الارض اور موذی جانور نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور ان کے پڑھنے

والے کو اللہ تعالیٰ ظاہری و باطنی اور علوی و سفلی طور پر اہل تصرف میں سے کر دے گا۔ وہ پانچ آیتیں اور ان کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاءِ مِنْ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّھُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ ھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا قَالُوْا وَمَا لَنَا اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَائِنَا فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْھُمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیْنَ۔ (سورۃ البقرہ)

(قَدِیْرٌ عَلٰی مَا یُرِیْدُ) (یہ بریکٹ میں بند الفاظ تین بار پڑھنا) (ہر آیت شریفہ کے آخر میں ان جیسے الفاظ لکھے ہوں گے ان کو تین تین بار پڑھنا ہے از مفتی محمد قاسم)

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ۔ سَنَکْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَھُمُ الْاَنْبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ۔ (سورۃ آل عمران) (قَوِیٌّ لَا یُحْتَاجُ اِلٰی مُعِیْنٍ) ۳ بار

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ کَخَشْیَۃِ اللّٰہِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَۃً ۚ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا اَخَّرْتَنَا اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۚ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَّ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا۔ (سورۃ النساء) (قَھَّارٌ لِّمَنْ طَغٰی وَ

عَصٰی) تین بار وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَ لَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ط قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔ (سورۃ مائدہ) (قُدُّوْسٌ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ) تین بار قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ ط قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَیْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ (سورۃ رعد) (قَیُّوْمٌ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ الْقُوَّةَ) تین بار

ارشاد فرمایا: کہ یہ ایک خاص الخاص چیز ہے۔ اس کو علی الدوام پڑھنا ہے۔ اس کی برکات آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اس میں بہت تاثیر ہے۔ اس میں تسخیر بھی ہے۔

(احقر مولانا بجلی گھر صاحب نے ان کی اجازت اپنے بیٹے نورِ چشمی مفتی محمد قاسم کو دی ہے۔)

ارشاد فرمایا: کہ آپ دونوں کو ایک درود شریف کی اجازت دیتا ہوں۔ اس کو بھی علی الدوام پڑھنا چاہیے۔ اس کو درود خمسہ کہتے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْهِ، وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْهِ، وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی اَنْ

تُصَلِّیَ عَلَیْهِ، وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ کَمَا یَنْبَغِیَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْهِ، وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَنَا بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْهِ۔

ارشاد فرمایا: کہ اس درود شریف کو صبح و شام گیارہ گیارہ بار پابندی سے پڑھنا چاہیے۔

ارشاد فرمایا: کہ قطب الواصلین حضرت فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ اپنے متوسلین اور متعلقین کو اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

ارشاد فرمایا: کہ ہمیں اس کی اجازت اپنے استاد محدثِ کبیر حضرت مولانا قاضی قمر الدین صاحب چکڑالوی رحمۃ اللہ علیہ نے عنایت فرمائی تھی اور فرمایا کہ ہمیں اس درود کی اجازت اپنے استاد الحدیث شیخ المشائخ، محدثِ وقت حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی تھی۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! چونکہ حضرات علمائے کرام میں خلوص وللّٰہیت کی کمی آگئی ہے اس لئے بحث ومباحثوں اور مناظروں سے فائدے کی بجائے نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ ایک فریق باطل پر ہوتے ہوئے بھی یہ نہیں کہتے کہ حق دوسرے فریق کے ساتھ ہے اور ہم شکست تسلیم کرتے ہیں اور حق کی اتباع کرتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! ہمارے بزرگوں میں ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں جن کا نام عارف باللہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا ایک قصہ آپ کو مختصراً سناتا ہوں۔

حضرت بایزید بسطامی اور عیسائی پادری کے مابین

حیرت انگیز مکالمہ

حضرت بایزید بسطامی کا ایک عیسائی پادری سے ایک مکالمہ ذکر کیا ہے جس میں مذکورہ سوالات و جوابات عجیب وغریب اور انتہائی محیر العقول ہیں، میرے عزیزوں! میں وہ آپ کو سناتا ہوں۔ کتابوں میں لکھا ہے:

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن مراقبہ میں اپنی خلوت و راحت سے لذت حاصل کر رہا تھا، نیز اپنے فکر میں مستغرق اور اپنے ذکر سے انسیت حاصل کر رہا تھا، اچانک میرے گوشۂ دل میں آواز آئی کہ اے بایزید دیرِ سمعان جاؤ اور وہاں کے راہبوں کے ساتھ ان کی عید و قربانی میں شرکت کرو، اس میں ہمارے لئے بڑی خیر اور عزت ہے۔

حضرت بایزید فرماتے ہیں، میں نے اس آواز کو وسوسہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہی اور کہا میں اس وسوسہ کی پرواہ نہیں کرتا۔ پس جب رات ہوئی تو ہاتف غیبی نے خواب میں آکر وہی بات دُہرائی (کہ اے بایزید دیرِ سمعان جاؤ) میں لرزتے اور کانپتے ہوئے بیدار ہوا۔ مجھ پر اس کلام کا اس قدر اثر تھا کہ مفلوج آدمی سنے تو کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ مجھے دورانِ مراقبہ آواز دی گئی کہ (اے بایزید) آپ پر کوئی حرج نہیں۔ آپ ہمارے نزدیک اولیاء اخیار میں سے ہیں اور آپ کا نام نیک لوگوں کے رجسٹر میں لکھا ہوا ہے۔ آپ راہبوں کا لباس پہن لو اور ہماری خاطر زنار باندھ لو۔ اس سلسلے میں آپ پر کوئی گناہ اور نکیر نہ ہوگی۔

حضرت بایزید فرماتے ہیں کہ میں صبح سویرے اُٹھا اور حکم خداوندی کو پورا کرنے میں مصروف

ہو گیا۔ میں نے راہبوں کا لباس پہنا اور ان کے ساتھ دیر سمعان چلا آیا۔ پس جب ان راہبوں کا بڑا پادری آیا اور یہ سب اس کے پاس جمع ہوئے اور خاموش ہو گئے، تا کہ اس کا کلام سنیں تو اس کے لئے کھڑا ہونا مشکل ہو گیا اور اس میں بات کرنے کی طاقت نہ رہی۔ گویا اس کے منہ میں لگام ڈال دی گئی ہے۔ تمام راہبوں نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا، حضور آپ کو کونسی چیز بات کرنے سے روک رہی ہے۔ ہم تو آپ کے کلام سے راستہ پاتے اور آپ کے علم کی اقتدا کرتے ہیں۔

پادری نے کہا، مجھے کلام کرنے اور تقریر کی ابتداء کرنے میں اور کوئی رکاوٹ نہیں، سوائے اس کے کہ تمہارے درمیان ایک محمدی شخص آ گیا ہے اور وہ تمہارے دین کا امتحان لینے اور تم پر زیادتی کرنے آیا ہے۔ وہاں موجود تمام لوگوں نے کہا کہ حضور آپ ہمیں بتائیے وہ کون ہے؟ ہم ابھی اسے قتل کر دیتے ہیں۔ اس پادری نے کہا کہ نہیں کسی کو بلا دلیل و برہان قتل کرنا درست نہیں۔ پس میں چاہتا ہوں کہ میں اس رجُل محمدی کا امتحان لوں اور اس سے علم الادیان کے متعلق کچھ مسائل دریافت کروں۔ اگر اس نے ان کا صاف اور واضح جواب دے دیا تو ہم اسے چھوڑ دیں گے، ورنہ قتل کر دیں گے اور ضابطہ بھی ہے کہ امتحان کے وقت آدمی کی یا تو عزت ہوتی ہے یا توہین ہوتی ہے۔ پس تمام لوگوں نے اس بڑے پادری کو کہا کہ جو آپ کا ارادہ ہے۔ آپ اس کے مطابق عمل کریں۔ ہم تو استفادے کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ بڑا پادری اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا اور یوں آواز دی، کہ اے محمد کو ماننے والے شخص، تجھے محمد کا واسطہ تُو اپنی جگہ پر کھڑا ہو جا تا کہ تجھے نگاہیں دیکھ سکیں۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کھڑے ہوئے اور زبان سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور پاکی بیان کرنے لگے۔ پادری نے آپ کو کہا کہ اے محمدی! میں آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ ان

کے جوابات نہ دے سکے تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے۔ حضرت بایزید نے پادری کو کہا کہ منقولات ومعقولات میں سے جو جی چاہے پوچھو اور ہماری گفتگو پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ پس پادری نے آپ سے درج ذیل سوالات پوچھے۔

(۱) آپ ہمیں ایسا ایک بتایئے جس کا دوسرا نہیں؟

(۲) اور ایسے دو جن کا تیسرا نہیں؟

(۳) اور ایسے تین جن کا چوتھا نہیں؟

(۴) اور ایسے چار جن کا پانچواں نہیں؟

(۵) اور ایسے پانچ جن کا چھٹا نہیں؟

(۶) اور ایسے چھ جن کا ساتواں نہیں؟

(۷) اور ایسے سات جن کا آٹھواں نہیں؟

(۸) اور ایسے آٹھ جن کا نواں نہیں؟

(۹) اور ایسے نو جن کا دسواں نہیں؟

(۱۰) اور ہمیں عشرۂ کاملہ کے بارے میں بتایئے؟

(۱۱) اور گیارہ کے بارے میں بتایئے؟

(۱۲) اور بارہ کے بارے میں بتایئے؟

(۱۳) اور تیرہ کے بارے میں بتایئے؟

(۱۴) اور ہمیں بتایئے کہ وہ کون سی قوم ہے جس نے جھوٹ بولا اور جنت میں گئی اور وہ کون سی قوم ہے جس نے سچ بولا اور جہنم میں گئی؟

(۱۵) اور تمہارے جسم میں تمہارے نام کے رہنے کی جگہ کہاں ہے؟

(۱۶) اور وہ چیز بتایئے جو بغیر روح کے سانس لیتی ہے؟

(۱۷) اور ان چودہ کے بارے میں بتایئے جنہوں نے رب العالمین کے ساتھ کلام کیا؟

(۱۸) اور وہ قبر بتایئے جو اپنے مردے کو لئے پھرتی ہے؟

(۱۹) اور ایسا پانی بتایئے جو نہ زمین سے نکلا اور نہ ہی آسمان سے برسا؟

(۲۰) اور ان چار کے بارے میں بتایئے جو نہ باپ کی پیٹھ سے نکلے اور نہ ماں کے پیٹ سے؟

(۲۱) اور بتایئے کہ سب سے پہلے زمین پر کونسا خون بہایا گیا؟

(۲۲) اور وہ چیز بتایئے جسے اللہ نے پیدا کیا اور پھر خرید لیا؟

(۲۳) اور وہ چیز بتایئے جس کو اللہ نے پیدا کیا اور پھر اسے ناپسند فرمایا؟

(۲۴) اور وہ چیز بتایئے جس کو اللہ نے پیدا کیا اور اسے عظیم بتایا؟

(۲۵) اور وہ چیز بتایئے جسے اللہ نے پیدا کیا اور اس کے بارے میں سوال کیا؟

(۲۶) اور بتایئے کہ عورتوں میں سب سے افضل عورتیں کون سی ہیں؟

(۲۷) دریاؤں میں سب سے افضل دریا کون سے ہیں؟

(۲۸) پہاڑوں میں سب سے افضل پہاڑ کون سا ہے؟

(۲۹) چوپایوں میں سب سے افضل چوپایہ کون سا ہے؟

(۳۰) مہینوں میں سب سے افضل مہینہ کون سا ہے؟

(۳۱) راتوں میں سب سے افضل رات کون سی ہے؟

(۳۲) وہ درخت کونسا ہے جس کی بارہ ٹہنیاں ہیں۔ ہر ٹہنی پر تیس پتے اور ہر پتے پر پانچ پھول ہیں جن میں سے دو دھوپ اور تین سائے میں کھلتے ہیں؟

(۳۳) اور وہ کونسی چیز ہے جس نے بیت اللہ کا حج اور طواف کیا حالانکہ اس پر نہ حج فرض ہے اور نہ اس میں روح ہے؟

(۳۴) اور اللہ نے کتنے نبی بھیجے؟

(۳۵) اور ان میں سے کتنے رسول ہوئے؟

(۳۶) اور بتائیے کہ کتا اپنے بھونکنے میں کیا کہتا ہے؟

(۳۷) اور گدھا اپنی آواز نکالنے میں کیا کہتا ہے؟

(۳۸) بیل کیا بولتا ہے؟

(۳۹) گھوڑا ہنہناتے وقت کیا کہتا ہے؟

(۴۰) اونٹ بلبلاتے وقت کیا کہتا ہے؟

(۴۱) مور کیا کہتا ہے؟

(۴۲) تیتر کیا گاتا ہے؟

(۴۳) بلبل اپنے چہچہانے میں کیا کہتی ہے؟

(۴۴) مینڈک اپنے ٹرٹرانے میں کیا کہتا ہے؟

(۴۵) ناقوس سے کیا آواز نکلتی ہے؟

(۴۶) ایسی قوم بتائیے کہ اللہ نے اس کی طرف وحی کی حالانکہ وہ نہ انسان ہے نہ جن اور نہ ہی فرشتہ؟

(۴۷) اور ہمیں بتائیے کہ دن کے آنے پر رات اور رات کے آنے پر دن کہاں رہتا ہے؟

(جب پادری مذکورہ بالا سوالات کر کے خاموش ہو گیا) تو حضرت بایزید نے فرمایا، کہ آپ کا ان سوالات کے صحیح اور واضح جوابات دے دوں تو کیا تم اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ گے۔ سب نے کہا ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔ حضرت بایزید نے فرمایا، اے اللہ تعالیٰ! جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں تُو اس پر گواہ ہے۔ پھر حضرت بایزید نے مذکورہ بالا سوالات کے یہ جوابات دیئے۔

(۱) ایسا ایک جس کا دوسرا نہیں وہ اللہ واحد وقہار ہے۔

(۲) اور ایسے دو جن کا تیسرا نہیں پس وہ رات اور دن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قول وَ جَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آیتوں کی بناء پر۔ (ترجمہ) اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا۔

(۳) اور ایسے تین جن کا چوتھا نہیں وہ عرش، کرسی اور قلم ہے۔

(۴) اور ایسے چار جن کا پانچواں نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی تورات، زبور، انجیل اور قرآن چار کتابیں ہیں۔

(۵) اور ایسے پانچ جن کا چھٹا نہیں وہ پانچ نمازیں ہیں جو ہر مسلم مرد و عورت پر فرض کی گئی ہیں۔

(۶) اور ایسے چھ جن کا ساتواں نہیں وہ چھ دن ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ میں ذکر فرمایا ہے۔ (ترجمہ) بنائے ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں۔

(۷) اور ایسے سات جن کا آٹھواں نہیں وہ سات آسمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان اَلَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا کی بناء پر۔ (ترجمہ) وہی ذات ہے

جس نے تہہ بہ تہہ سات آسمان بنائے۔

(۸) اور ایسے آٹھ جن کا نواں نہیں تو وہ حاملین عرش آٹھ فرشتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فرمان وَ یَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ کی وجہ سے۔(ترجمہ) اور اس دن آپ کے پروردگار کا عرش آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

(۹) اور ایسے نو جن کا دسواں نہیں تو وہ شہر میں فساد کرنے والے ان نو آدمیوں کا گروہ ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَ كَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ۔(ترجمہ) اور اس شہر میں نو افراد تھے جو ملک میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے ہیں۔

(۱۰) اور عشرۃ کاملہ سے مراد وہ دس دن ہیں جن میں ہدی نہ ہونے کی صورت میں متمتع روزہ رکھتا ہے چنانچہ حکم خداندی ہے فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ (ترجمہ) پس حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اور سات روزے اس وقت جب تم واپس لوٹو، یہ پورے دس دن ہوئے۔

(۱۱) اور آپ کا سوال گیارہ کے بارے میں تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی جانب سے حکایۃ کیا ہے چنانچہ فرمایا إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا (ترجمہ) میں نے گیارہ ستاروں (بھائیوں) کو (خواب میں) دیکھا۔

(۱۲) اور بارہ کے متعلق تمہارے سوال کا جواب بارہ مہینے ہیں۔ارشادِ خداوندی ہے اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللّٰهِ (ترجمہ) بیشک اللہ کے ہاں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں۔

(۱۳) اور تیرہ کے متعلق تمہارے سوال کا جواب حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب ہے۔فرمانِ خداوندی ہے اِنِّي رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سَاجِدِيْنَ (ترجمہ) بیشک میں نے (خواب میں) دیکھا ہے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو، میں نے دیکھا انہیں کہ یہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

(۱۴) اور رہا ایسی قوم کے بارے میں جس نے جھوٹ بولا اور جنت میں گئی۔تمہارے سوال کا جواب تو وہ بردرانِ یوسف ہیں جنہوں نے کہا تھا اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ (ترجمہ) ابا جان ہم آگے نکلنے کو دوڑنے لگے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے تو اسے بھیڑیے نے کھالیا۔یہ بات انہوں نے جھوٹ کہی تھی لیکن پھر بھی جنت میں گئے (اس وجہ سے کہ انہوں نے توبہ کر لی تھی) اور تمہارے اس قوم کے بارے میں سوال کا جواب کہ جس نے سچ بولا اور جہنم میں گئی یہود و نصاریٰ ہیں جنہوں نے کہا تھا وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ وَ قَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ (ترجمہ) یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی راہ پر نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی کسی راہ پر نہیں۔ان دونوں نے یہ بات سچ کہی لیکن پھر بھی جہنم میں گئے۔(حضور ﷺ پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے)

(۱۵) اور تمہارا یہ سوال کہ تمہارے جسم میں تمہارا نام رہنے کی جگہ کہاں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا نام رہنے کی جگہ تمہارے کان ہیں۔

(۱۶) اور وہ چودہ جنہوں نے رب العالمین سے کلام کیا تو وہ ساتوں زمین اور ساتوں آسمان ہیں۔ ارشاد ربانی ہے فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا وَّ كَرْهًا قَالَتَا اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ (ترجمہ) پس فرمایا آسمان وزمین کو کہ چلے آؤ خوشی یا ناخوشی سے انہوں نے کہا کہ آئے ہم خوشی سے۔

(۱۷) اور ایسی قبر جو اپنے مردے کو لئے پھرتی رہی پس وہ یونس علیہ السلام کی مچھلی ہے (جو یونسؑ کو نگل کر دریا میں لئے پھرتی رہی۔)

(۱۸) اور وہ چیز جو روح کے بغیر سانس لیتی ہے وہ صبح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ (ترجمہ) اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لیتی ہے۔

(۱۹) اور وہ پانی جو آسمان سے برسا اور نہ ہی زمین سے نکلا سو وہ گھوڑے کا پسینہ ہے جو بلقیس نے قارورہ میں ڈال کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ان کا امتحان لینے کی غرض سے روانہ کیا۔

(۲۰) اور ایسے چار جو نہ باپ کی پیٹھ سے نکلے اور نہ شکمِ مادر سے پیدا ہوئے۔

(۱) وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں آنے والا مینڈھا۔ (۲) حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی۔ (۳) حضرت آدمؑ (۴) اور حضرت حوا سلام اللہ علیہا ہیں۔

(۲۱) اور وہ خون جو سب سے پہلے زمین پر بہایا گیا وہ ہابیل کا خون ہے جسے قابیل نے قتل کر دیا تھا۔

(۲۲) اور وہ چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور پھر خود ہی خرید لیا وہ مؤمن کی جان ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ نے خرید لی ہیں ایمان والوں کی جانیں اور ان کے مال کو اس کے بدلے میں ان کے لئے جنت ہے۔

(۲۳) اور وہ چیز جسے اللہ نے پیدا کیا اور پھر اس کو ناپسند فرمایا سو وہ گدھے کی آواز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ (ترجمہ) بیشک سب سے بُری آواز گدھے کی آواز ہے۔

(۲۴) اور وہ چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اسے بڑا بتایا وہ عورتوں کا مکر و فریب ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ (ترجمہ) بیشک تمہارا مکر و فریب بڑا ہے۔

(۲۵) اور وہ چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور پھر اس کے بارے میں خود ہی سوال کیا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَا مُوْسٰى قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ (ترجمہ) اے موسیٰ آپ کے داہنے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ عرض کیا یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس کے ساتھ بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں۔

(۲۶) اور عورتوں میں سب سے افضل حضرت حواء اُم البشر، حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ، حضرت آسیہ اور حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہن اجمعین ہیں۔

(۲۷) دریاؤں میں سب سے افضل دریا سَیحُونْ، جَیحُونْ، دِجْلَه، فُرَاتْ اور مصر کا نیل ہیں۔

(۲۸) پہاڑوں میں سب سے افضل طور ہے۔

(۲۹) چوپایوں میں سب سے افضل گھوڑا ہے۔

(۳۰) مہینوں میں سب سے افضل مہینہ رمضان ہے۔ ارشاد ربانی ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرآن (ترجمہ) رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

(۳۱) راتوں میں سب سے افضل لیلۃ القدر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (ترجمہ) لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔

(۳۲) اور ایسا درخت جس کی بارہ ٹہنیاں ہیں۔ ہر ٹہنی پر تیس پتے ہیں۔ ہر پتے پر پانچ پھول ہیں۔ جن میں سے دو دھوپ میں کھلتے ہیں اور تین سایہ میں۔ تو اس سوال میں درخت سے سال، بارہ ٹہنیوں سے بارہ مہینے اور تیس پتوں سے مہینے کے تیس دن اور ہر پتے پر پانچ پھول سے دن اور رات کی پانچ فرض نمازیں مراد ہیں جن میں سے دو ظہر اور عصر دھوپ میں پڑھی جاتی ہے اور تین فجر، مغرب اور عشاء سایہ میں پڑھی جاتی ہیں۔

(۳۳) اور وہ شے جس نے بیت اللہ کا حج اور طواف کیا حالانکہ اس پر نہ حج فرض ہے اور نہ ہی اس میں جان ہے، وہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔

(۳۴) اور رہا تمہارے سوال کہ اللہ تعالیٰ نے کتنے نبی بھیجے، کا جواب تو وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام مبعوث فرمائے۔

(۳۵) اور ان میں سے تین سو تیرہ کو رسول بنایا۔

(۳۶) اور کتا اپنے بھونکنے میں کہتا ہے وَيْلٌ لِأَهْلِ النَّارِ مِنْ غَضَبِ الْجَبَّارِ
(ترجمہ) اللہ جبار کے غصہ کی وجہ سے جہنمیوں کے لئے ہلاکت ہے۔

(۳۷) اور گدھا شیطان کو دیکھ کر اپنی آواز میں کہتا ہے لَعَنَ اللّٰهُ الْعُشَّارَ وَ هُوَ الْمُكَاسُ (ترجمہ) چنگی پر محصول لینے والے پر خدا کی لعنت ہو۔

(۳۸) اور بیل سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ کہتا ہے۔

(۳۹) گھوڑا سُبْحَانَ حَافِظِیْ إِذَا الْتَقَتِ الْأَبْطَالُ وَاشْتَغَلَتِ الرِّجَالُ بِالرِّجَالِ کہتا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جو میری حفاظت کرتی ہے۔ اس وقت جب بہادر لوگ ملتے ہیں اور لڑائی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

(۴۰) اونٹ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا کہتا ہے۔

(۴۱) مور اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى کہتا ہے۔
تیتر کہتا ہے ''رحمان نے عرش پر قرار پکڑا''

(۴۲) اور رہا یہ سوال کہ بلبل کیا کہتی ہے تو وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ کہتی ہے۔

(۴۳) مینڈک سُبْحَانَ الْمَعْبُوْدُ فِي الْبَرَارِيْ وَالْقِفَارِ سُبْحَانَ الْمَلِكُ الْجَبَّارُ کہتا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس کی عبادت کی جاتی ہے، بیابان، جنگلوں اور بے آب و گیاہ وادیوں میں، پاک ہے وہ ذات جو شہنشاہ اور جبار ہے۔

(۴۴) ناقوس سے آواز نکلتی ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ حَقًّا حَقًّا اُنْظُرْ يَا ابْنَ آدَمَ فِي

هٰذِہِ الدُّنْیَا غَرْبًا وَّ شَرْقًا مَا تَرٰی فِیْھَا اَحَدًا یَبْقٰی (ترجمہ) اللہ

کی ذات پاک ہے حق اور سچ ہے اے ابن آدم اس دنیا میں مشرق و مغرب۔

(۴۵) اور ایسی قوم جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی کی حالانکہ وہ نہ انسان ہے نہ جن اور نہ ہی فرشتہ تو وہ شہد کی مکھی ہے، جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اَوْحٰی اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ (ترجمہ) اور وحی کی تیرے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کی طرف کہ بناؤ پہاڑ اور درختوں پر گھر اور جہاں لوگ چھپر باندھتے ہیں۔

(۴۶) اور رہا یہ سوال کہ دن کے آنے پر رات اور رات کے آنے پر دن کہاں رہتا ہے تو اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ وہ راز ہے جس پر کوئی نبی مرسل مطلع ہوا اور نہ ہی کوئی مقرب فرشتہ۔

ان تمام سوالات کے جوابات دینے کے بعد ایک مرتبہ پھر حضرت بایزید نے پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی اور سوال ہے؟ اگر ہے تو پوچھ لو۔ سب نے کہا، اب ہمارا کوئی سوال نہیں رہا۔ اس پر حضرت بایزید نے فرمایا کہ اب تم بھی میرے ایک سوال کا جواب دو۔ یہ بتاؤ کہ آسمانوں اور جنت کی چابی کیا ہے؟ بڑا پادری اس پر خاموش رہا۔ مجمع کے تمام لوگوں نے اسے کہا کہ آپ نے ان سے کئی سوال پوچھے اور انہوں نے ان سب کا جواب دے دیا اور انہوں نے آپ سے صرف ایک ہی سوال پوچھا اور آپ اس کا بھی جواب نہیں دے رہے۔ اس پر پادری نے کہا کہ میں ان کی بات کا جواب دینے سے عاجز نہیں ہوں لیکن مجھے خطرہ اس بات کا ہے کہ اگر میں نے ان کے سوال کا جواب دے دیا تو تم میری موافقت نہیں کرو گے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں ہم آپ کی ضرور موافقت کریں گے کیونکہ آپ

ہمارے بڑے ہیں۔ آپ نے ہمیں جب بھی کچھ کہا ہم نے اسے سنا اور اس پر آپ کی موافقت کی۔ تو پادری نے کہا اچھا پھر سن لو آسمانوں اور جنت کی چابی لا الـٰـه الا الله محمد الرسول الله کہنا ہے۔ جب انہوں نے پادری سے یہ سنا تو ان سب کے سب نے اسلام قبول کر لیا اور گرجے کو گرا کر اس کی جگہ مسجد بنا دی اور سب نے اپنے زنار توڑ ڈالے۔ پس وہاں حضرت بایزید بسطامی کو غیب سے آواز آئی۔ اے بایزید! تم نے ہمارے لئے ایک زنار باندھا، ہم نے تمہاری خاطر پانچ سو زناروں کو توڑ دیا۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور عیسائی عالم کے درمیان مکالمہ آپ صاحبان نے سنا۔ میرے عزیزو! کس طرح اللہ تعالیٰ نے حق کے بول کو بلند و بالا کیا اور عیسائی عالم اور دوسرے عیسائیوں نے کس طرح کھلے دل سے اپنی شکست کو تسلیم کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اسلام کی دولت سے مالا مال کیا اور آخرت کی ہمیشہ کی ذلت و رسوائی سے نجات پا گئے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

ارشاد فرمایا: کہ عزیزو! حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ آئمہ مجتہدین میں ایک جلیل القدر امام اور بہت بڑے محدث اور حافظ الحدیث ہیں۔ انہوں نے بھی حق کے لئے بہت سختیاں اور تکالیف برداشت کیں تھیں اور وقت کے امراء اور بادشاہوں کے زیر عتاب رہے لیکن انہوں نے حق کا دامن نہیں چھوڑا اور امت مسلمہ کو گمراہ ہونے سے بچایا اور ہر قسم کی تکالیف برداشت کیں۔

ارشاد فرمایا: کہ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ جو کہ مشہور حافظ حدیث ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

هَلْ اَفْسَدَتْ دِيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ
وَ اَحْبَارُ سُوْءٍ وَ رُهْبَانُهَا

ترجمہ: کہ ہر زمانے میں دین کو جن لوگوں نے بہت نقصان پہنچایا ہے وہ تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک بے دین امراء وحکام اور دوسرے بے ضمیر علماء اور تیسرے دین فروش پیروں نے۔

ارشاد فرمایا: کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات تفصیل سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشکواۃ شریف کی شرح مرقات میں لکھے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دورِ طالب علمی بڑی تنگ دستی میں گزرا حتی کہ حال یہ تھا کہ سوتے وقت سر کے نیچے تکیہ کی جگہ اینٹ رکھ لیا کرتے تھے۔

تحصیل علم حدیث:

جب آپ نے اپنی عمر کے سولہویں سال میں قدم رکھا تو علم حدیث کی تحصیل کا آغاز کیا۔ آپ فرماتے ہیں: حدیث کا پہلا سبق میں نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کیا۔ سب سے پہلے آپ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سب سے بڑے شاگرد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درس حدیث کے حلقہ میں بیٹھے اور آپ سے حدیث سیکھی۔ فقہ کے نادر مسائل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دوسرے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتابوں سے بیان کرتے تھے۔

ساری ساری رات عبادت میں گزارنا:

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کرتا تھا کہ

آپ بچپن کی حالت میں بھی ساری رات عبادت میں گزارتے تھے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے تین سال تک فقہ اور حدیث کا علم حاصل کرتے رہے۔ اس دوران امام محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے بھی استفادہ کیا۔ اس کے بعد چار سال تک بغداد میں امام ہیثم بن بشیر بن ابوحازم رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے علم حاصل کرتے رہے۔ آپؒ نے حصول علم کے لئے طویل طویل سفر کئے۔ راستے میں زادِ راہ ختم ہوگیا تو محنت مزدوری کی۔ آپؒ یمن اور شام گئے۔

دس لاکھ سے زائد احادیث یاد تھیں:

آپؒ بصرہ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ اس سفر میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے ملاقات ہوئی۔ دوسری بار بغداد میں ملے اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے علم حاصل کیا۔ پھر امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ جب تک بغداد میں رہے، آپؒ ان سے جدا نہ ہوئے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو بھی آپؒ سے بہت محبت تھی اور وہ آپؒ کے تقویٰ کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ امام احمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے تحصیل حدیث کے لئے جو سفر کئے، ان کے نتیجے میں آپ کو دس لاکھ سے زائد احادیث حفظ ہوگئیں۔ آپؒ کے اساتذہ کی تعداد سو سے زائد ہے۔

مجلس درس کا انعقاد:

چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو آپؒ نے بغداد کی جامع مسجد میں باقاعدہ حلقہ درس قائم کیا۔ آپ کی مجلس درس عام طور پر نماز عصر کے بعد منعقد ہوتی تھی۔ نہایت باوقار مجلس منعقد ہوتی تھی۔ آپؒ کے درس میں سامعین کی تعداد پانچ پانچ ہزار تک ہوتی تھی۔ جن میں

پانچ سوتو صرف لکھنے والے ہوتے تھے۔ آپؒ کے شاگردوں میں امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداوٗدؒ، امام ترمذیؒ، ابوزرعہؒ جیسے عظیم المرتبت محدثین تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات:

ایک مرتبہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خط لکھا کہ بہت عرصہ ہوا، آپ تشریف نہیں لائے۔ آپؒ سے ملاقات کو جی چاہتا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ استاد ہیں اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے شاگرد ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قیام مصر میں تھا اس لئے وہاں شوافع زیادہ ہیں۔ جواب میں حضرت احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فوراً اپنا پروگرام لکھ کر بھیج دیا کہ میں فلاں دن فلاں تاریخ کو آپ کی خدمت میں مصر حاضر ہو رہا ہوں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے گھر والوں کو اپنے ملنے جلنے والوں کو اور دوست احباب اور دوسرے علماء کو ان کے آنے کی اطلاع دی۔ پھر ان کی دعوت اور ان کے استقبال کا خصوصی اہتمام کیا اور لوگوں کو بتایا کہ وہ اگرچہ میرے شاگرد ہیں، مگر وہ بھی ایک بڑے امام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ جس دن ان کو پہنچنا تھا اس دن امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شاگردوں اور دوسرے علماء کو لیکر ان کے استقبال کے لئے شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ اس وقت مصر کے جو بادشاہ تھے، وہ بھی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معتقد تھے، وہ بھی امام صاحبؒ کے ساتھ استقبال کے لئے چلے آئے اور پھر بادشاہ کے ساتھ اس کے ارکان دولت بھی وزراء اور امراء بھی آ گئے۔ وقت مقررہ پر حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پہنچ گئے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کا بڑا

شاندار استقبال کیا اور پھر عزت و احترام کے ساتھ ان کو لیکر گھر پہنچ گئے اور ان کے لئے بہترین کھانے کا انتظام کیا۔

خلاف معمول زیادہ کھانا کھانا:

اس زمانے میں عام طور پر اولیاء کرام اور بزرگوں کی شان یہ تھی کہ وہ کھانا بہت کم کھایا کرتے تھے اور رات بھر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ جب حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھانا کھانے بیٹھے تو دیر تک اس طرح کھانا کھاتے رہے جیسے کئی روز کے بھوکے ہیں۔ لوگ کھانا کھا کر اُٹھ گئے مگر وہ کھاتے رہے۔ لوگ بہت متعجب ہوئے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو ان کی تعریف کی تھی کہ یہ بڑے اللہ والے ہیں اور بزرگ انسان ہیں مگر یہ تو خوب پیٹ بھر کر کھانا کھا رہے ہیں۔ لوگوں میں اور گھر والوں میں ان کے بارے میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واپس تشریف لائے تو گھر والوں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ وہ بہت بڑے اللہ والے اور بہت بڑے بزرگ ہیں مگر رات کو انہوں نے کھانا بھی خوب کھایا اور رات کو ہم نے ان کے وضو اور استنجاء کے لئے پانی اور ڈھیلے رکھے تھے، وہ بھی استعمال نہیں ہوئے۔ معلوم ہوا کہ رات کو تہجد کی نماز بھی نہیں پڑھی۔

اب حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی تشویش ہوئی۔ لہٰذا انہوں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بلایا اور تنہائی میں لیکر ان سے پوچھا کہ اس طرح کی باتیں سننے میں آرہی ہیں کہ آپ نے کھانا بھی غیر معمولی طور پر کچھ زیادہ کھایا اور جس کمرے میں آپ کے لئے سونے کا انتظام کیا گیا تھا اس کمرے میں آخری شب میں

استعمال کے لئے جو چیزیں رکھی گئی تھی وہ بھی استعمال میں نہیں آئیں۔ کیا بات ہوئی؟ آپ پہلے تو ایسے نہیں تھے۔ کیا یہاں سے جانے کے بعد آپ کے مزاج میں کچھ تبدیلی آ گئی ہے؟

حلال کھانے کے انوارات و برکات:

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضرت میرے بارے میں جو باتیں ہو رہی ہیں وہ درست نہیں ہیں بلکہ بات کچھ اور ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں جس وقت کھانا کھانے کے لئے آپ کے دسترخوان پر پہنچا اور جس وقت میں نے اس کمرے میں قدم رکھا تو میں نے یہ دیکھا کہ اس کھانے کے حلال اور طیب ہونے کی وجہ سے وہ کمرہ نور سے چکا چوند ہو رہا ہے اور یہ دیکھا کہ آسمان سے لیکر اس دسترخوان تک نور کی بارش ہو رہی ہے۔ جب میں نے یہ صورتِ حال دیکھی تو میں نے سوچا کہ شاید اس سے زیادہ حلال اور طیب کھانا مجھے زندگی میں نہیں ملے گا لہٰذا جتنا بھی زیادہ سے زیادہ اس کو کھایا جا سکے کھا لیا جائے۔ اس لئے کہ اس کھانے کا ذرہ ذرہ ایمان کو اور دل کو روشن کرنے والا ہے۔ اس لئے مجھ سے جتنا زیادہ سے زیادہ کھانا کھایا جا سکا کھا لیا۔ اور میں نے یہ نہیں دیکھا کہ کون کتنا کھا رہا ہے اور کون میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہے۔ جہاں تک مجھ میں کھانا کی سکت تھی، میں کھاتا گیا اور پھر حلال کھانے سے بدہضمی بھی نہیں ہوتی، بلکہ وہ سریع الہضم ہوتا ہے اور اندر جا کر جزو بدن بن جاتا ہے اور روح کو منور کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ الحمدللہ میں نے اس کا اثر محسوس کیا۔ کھانا کھانے کے بعد نہ تو مجھے بدہضمی ہوئی اور نہ مجھ کو کوئی تکلیف ہوئی۔

عشاء کے وضو سے فجر کی نماز:

پھر کھانا کھانے کے بعد عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر جب میں اس کمرے میں

پہنچا، جہاں آپؒ نے میرے لئے آرام کا انتظام کیا تھا، وہاں جا کر تو میری حالت ہی بدلی ہوئی تھی اور سونے کو اور آرام کرنے کو طبیعت ہی نہیں چاہ رہی تھی۔ اگرچہ میں لمبا سفر کر کے آیا تھا مگر اس کھانے میں اتنی غذائیت اور توانائی تھی کہ میری تکان بھی ختم ہوگئی اور سستی بھی جاتی رہی۔ اور جب میں سونے کے لئے لیٹا تو مجھے نیند نہ آئی، لہٰذا میں لیٹا رہا اور لیٹے لیٹے قرآن وحدیث میں غور کرتا رہا، حتیٰ کہ پوری رات غور وفکر کرتے ہوئے گزار دی اور اس رات میں نے قرآن وحدیث سے ایک سو مسائل مستنبط کر لئے اور وہ مسائل ایسے تھے جو اس سے پہلے کبھی میرے ذہن میں آئے بھی نہیں تھے اور نہ ان کی طرف کبھی خیال گیا تھا لیکن جب آج کی رات میں نے غور کیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ قرآن وحدیث کے علوم اور اسرار میرے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔ تمام مسائل کی تفصیل اور جوابات میرے ذہن میں آتے چلے گئے اور صبح تک میں مسائل کا استنباط کرتا رہا۔ اسی حالت میں صبح ہوگئی۔

یہ سب آپؒ کے کھانے کا اثر تھا جو رات بھر میں نے محسوس کیا۔ اس لئے تہجد کے وقت نہ تو لوٹا استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئی اور نہ مسواک کی ضرورت پیش آئی اور وہی عشاء کا وضو میرے لئے فجر میں کام آیا۔

یہ تفصیل سن کر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پھر اپنے گھر والوں کو حقیقت حال بتائی اور جو لوگ ان کے بارے میں غلط قسم کی باتیں کر رہے تھے، ان سے کہا کہ تم نے ان کی شان میں گستاخی کی ہے، لہٰذا ان سے معافی مانگو اور ان کا تو حال یہ ہے۔

بزرگوں کی باتوں میں برکت ہوتی ہے:

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! ''بزرگوں کی باتیں کرنے اور سننے میں بہت ہی

خیر و برکت ہوتی ہے۔ میرا دل بہت چاہتا ہے کہ آپ صاحبان کو اور بھی بہت سارے بزرگان، محدثین عظام کے مبارک حالات سناؤں لیکن آپ تھک گئے ہوں گے اس لئے آپ آرام کریں اور کل بھی آپ ٹھہر جائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ درس حدیث میں بھی شرکت کرلیں گے اور رات کو پھر انشاء اللہ تعالیٰ مجلس کرلیں گے۔

ارشاد فرمایا: کہ آپ جیسے دوستوں کے آنے سے ہمیں خوشی ہوتی ہے۔ پھر حضرتؒ نے دُعا فرمائی اور ہم باہر آکر لیٹ گئے۔

+ + + + +

گیارہویں مجلس

۱۹۵۶ء مقام غورغشتی ضلع اٹک بعد عشاء

احقر اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (فاضل دیوبند) دن کو برکۃ العصر، عمدۃ المحدثین، زینۃ المحدثین، شیخ المشائخ، زبدۃ الصالحین، عارف باللہ، ابوذرِ زمانہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے درس میں حدیث میں شریک ہوئے رات کو عشاء کی نماز ہم نے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اقتداء میں پڑھی اور نماز کے بعد حضرت اپنے کمرے میں تشریف لے گئے اور احقر اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمہ اللہ اور تین چار مہمان علماء کرام جو کہ یار حسین ضلع صوابی کے تھے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد تھے ہم بھی کمرے میں داخل ہوئے۔

سماع موتٰی کا عقیدہ:

ان علماء کرام میں سے ایک مولانا صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہمارے علاقہ صوابی میں ایک مولوی صاحب درس قرآن میں یہ کہتے ہیں کہ سماع موتٰی کا عقیدہ قرآن کریم کے خلاف ہے۔ قرآن میں سماع موتٰی ثابت نہیں ہے اور دلیل میں یہ آیت کریمہ پیش کرتے ہیں کہ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى کہ اے پیغمبر آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔

ارشاد فرمایا! کہ میرے عزیزوں! ان لوگوں کی باتیں میرے ساتھ مت کرو۔ انہوں نے ہمارے پیر و مرشد کو بدنام کر دیا ہے ہم نے اپنے پیر و مرشد سے کبھی بھی ایسی

باتیں نہیں سنی ہیں۔۔۔۔ باقی ان کا یہ استدلال غلط ہے آیت کریمہ میں نفی مطلق سماع کی نہیں ہے بلکہ سماع نافع ومفید کی ہے پھر اس مولانا صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ مولوی صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ وفات پاچکے ہیں اور آپ کو دنیا کا کوئی علم نہیں ہے اور قبر میں روح کا تعلق بدن سے نہیں ہوتا۔ لہٰذا ثواب اور عذاب صرف روح کو ہوتا ہے بدن کو نہیں۔ اس کے متعلق ارشاد فرمائیں؟

قبر کا عذاب ثواب برحق ہے:

ارشاد فرمایا! کہ اہلِ حق کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے۔ کافروں اور بعض گناہگار اہلِ ایمان کو قبر میں عذاب ہونا اور قبر میں اہلِ اطاعت کو نعمت وثواب کا ملنا اور منکر ونکیر کا سوال کرنا، یہ تمام امور برحق ہیں، اور دلائل سے ثابت ہیں۔

اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ قبر میں عذاب یا ثواب اس شخص کو ہوگا جو اس کا مستحق ہو اور منکر ونکیر قبر میں میت سے سوال کرتے ہیں، اس کے رب کے بارے میں، اس کے دین کے بارے میں اور اس کے نبی ﷺ کے بارے میں۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس پر احادیث وارد ہیں اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

قبر کے عذاب پر قرآن کی آیات اور احادیث متواترہ وارد ہیں:

ارشاد فرمایا! کہ میرے عزیزوں! قبر کے عذاب پر قرآن کریم کی آیات اور جناب رسول اللہ ﷺ کی احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں اور سلف صالحین صحابہ کرام وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس پر اجماع ہے۔

اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولانا زین العابدین صاحب رحمہ اللہ سے فرمایا کہ مولوی صاحب سامنے الماری سے شرح عقائد کو اٹھالاؤ، مولوی صاحب نے لاکر حضرت کے سامنے رکھ دی حضرت نے کھول کر عربی عبارت پڑھی پھر اس کا ترجمہ کیا اور فرمایا کہ حاصل یہ کہ عذاب وثواب قبر اور بہت سے احوالِ آخرت میں احادیث متواتر ہیں، اگرچہ فرداً فرداً آحاد ہیں۔

نبراس شرح، شرح عقائد:

ارشاد فرمایا! کہ یہ شرح عقائد کی شرح نبراس ہے اور پھر اس کی عربی عبارت پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا کہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ عیہ فرماتے ہیں کہ قبر کے عذاب وثواب اور سوال کی احادیث صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہیں، جن میں یہ حضرات بھی شامل ہیں۔

حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت انس، حضرت براء، حضرت تمیم داری، حضرت ثوبان، حضرت جابر، حضرت حذیفہ، حضرت عبادہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمرو بن عاص، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوامامہ، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابوہریرہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، پھر ان سے اتنی قوموں نے روایت کی ہے، جن کی تعداد کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

صحیح بخاری شریف:

ارشاد فرمایا! کہ میرے عزیزوں! حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صحیح

بخاری میں عذاب قبر کے باب میں قرآن کریم کی تین آیات اور جناب رسول اللہ ﷺ کی چھ احادیث ذکر کی ہیں، جو ان پانچ صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں، حضرت براء بن عازب، حضرت عمر، حضرت عائشہ، حضرت اسماء اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

فتح الباری:

ارشاد فرمایا! پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری کو کھول کر اس کی عربی عبارت پڑھ کر ارشاد فرمایا: کہ جبل العلم حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

عذاب قبر میں ان مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ اور احادیث بھی وارد ہیں، چنانچہ ان میں سے حضرت ابو ہریرہ، ابن عباس، ابوایوب انصاری، سعد، زید بن ارقم اور ام خالد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی احادیث تو صحیحین میں یا ان میں سے ایک میں موجود ہیں۔

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ابن ماجہ میں ہیں اور حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ابن مردویہ نے روایت کی ہے اور حضرت عمر، عبدالرحمٰن بن حسنہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ابوداؤد میں ہیں اور حضرت ابوبکرؓ اور اسماء بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی احادیث نسائی میں ہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث طحاوی میں ہے اور حضرت ام بشریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرامؓ سے بھی احادیث مروی ہیں۔

ارشاد فرمایا! کہ میرے عزیزوں! یہ قریباً تیس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین کے اسمائے گرامی ہیں جن سے عذاب قبر کی احادیث مروی ہیں اس لئے قبر کے عذاب وثواب کے متواتر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس تقریر کے بعد اس مولانا صاحب نے پھر عرض کیا کہ حضرت جب یہ ثابت ہوا کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے، اور یہ اہلِ حق کا اجماعی عقیدہ ہے تو اب سوال یہ ہے کہ قبر کا یہ عذاب وثواب صرف روح سے تعلق رکھتا ہے یا میت کے جسم عنصری کی بھی اس میں مشارکت ہے؟ اور یہ کہ اس عذاب و ثواب کا محل آیا یہی حسّی گڑھا ہے جس کو عرف عام میں قبر کہتے ہیں یا برزخ میں کوئی جگہ ہے جہاں میت کو عذاب وثواب ہوتا ہے، اور اسی کو عذاب قبر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے؟

قبر کا عذاب وثواب جسم وروح دونوں کو ہوتا ہے:

ارشاد فرمایا! کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ کے تتبع وتلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا عذاب وثواب صرف روح کو نہیں ہوتا بلکہ میت کے جسم وروح دونوں کو ہوتا ہے، اور یہ کہ عذاب وثواب کا محل یہی حسّی قبر ہے جس میں مردہ کو دفن کیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ چونکہ یہ عذاب وثواب دوسرے عالم کی چیز ہے اسلئے میت پر جو حالات قبر میں گزرتے ہیں، زندوں کو ان کا ادراک وشعور عام طور پر نہیں ہوتا۔

قبر کا عذاب:

ارشاد فرمایا! کہ چونکہ عذاب وثواب اسی حسّی قبر میں ہوتا ہے اور یہ کہ میت کا بدن بھی عذاب وثواب سے متأثر ہوتا ہے اور احادیث نبویہؐ سے بہت سے شواہد پیش کئے جاسکتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے دو آدمیوں کی آواز سنی، جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے، اور عذاب بھی کسی بڑی چیز پر نہیں ہو رہا ہے (کہ جس سے بچنا مشکل ہو)، ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک تر شاخ لی اور اس کو بیچ سے آدھوں آدھ چیرا، انہیں ایک ایک کر کے دونوں قبروں پر گاڑ دیا صحابہؓ نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ شاید اس عمل سے ان کے عذاب میں اس وقت تک کے لئے تخفیف ہو جائے جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔

ارشاد فرمایا! کہ میرے عزیزوں! اس نوعیت کا ایک اور واقعہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح مسلم میں بھی منقول ہے۔

ارشاد فرمایا! کہ اس حدیث مبارک سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان دونوں قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے عذاب قبر کو محسوس فرمانا، اور جن دو شخصوں کو عذاب قبر ہو رہا تھا ان کی آواز سننا، اور آپ ﷺ کا ان دونوں قبروں پر شاخِ خرما کا گاڑنا، اور آپؐ سے یہ دریافت کرنے پر یہ فرمانا: کہ شاید ان کے عذاب میں کچھ تخفیف ہو جائے جب تک کہ یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔

ارشاد فرمایا! کہ اگر یہ گڑھا جس کو قبر کہا جاتا ہے، عذاب قبر کا محل نہ ہوتا تو ان شاخوں کو قبروں پر نصب نہ فرمایا جاتا اور اگر میت کے بدن کو عذاب نہ ہوتا تو آپ ﷺ ان دو شخصوں کی آواز نہ سنتے، اور نہ قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے عذاب قبر کا احساس ہوتا۔

ارشاد فرمایا! کہ میرے عزیزوں! ہمارا اور ہمارے پیر و مرشد امام الموحدین

حضرت مولانا حسین علی صاحب قدس سرہ اور ہمارے اساتذہ کرام کا اور تمام اکابرین کا یہ عقیدہ ہے، کہ متواتر احادیث سے یہ ثابت ہیں کہ قبر میں جسم کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے اور جسم سے تعلق قائم کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کو ادراک وشعور حاصل ہوتا ہے اور اسی تعلق اور ادراک وشعور کی وجہ سے مردہ سلام وکلام وغیرہ سنتا ہے اور سماعِ موتی کی حدیثیں صحیح ہیں اور اپنی حقیقت پر محمول ہیں۔ یہی جمہور شراح حدیث کی بھی رائے ہیں۔

ایک مہمان مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہمارے علاقے میں ایک آدمی فوت ہوا اور لوگ اس کے لئے قبر کھود رہے تھے۔ ایک آدمی نے جب جبل دیوار پر مارا تو اس دیوار میں سراخ ہو گیا جب ان لوگوں نے سراخ کو ذرا اور زیادہ کیا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک قبر ہے اور اس میں مردہ پڑا ہے اور اس کا کفن بالکل سفید ہے میلا تک نہیں ہوا ہے جب انہوں نے کفن کو ذرا کھولا تو وہ ایک سفید ریش آدمی ہے اور اس کی داڑھی میں پانی کی بوندے موجود ہیں تو لوگوں نے جلدی جلدی اس سراخ کو مٹی گارے سے بند کر دیا۔

ارشاد فرمایا! کہ عزیزوں! اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں اپنی قدرت کی نشانیاں اپنے بندوں کو کبھی کبھی دکھادیتے ہیں۔

احقر نے عرض کیا کہ حضرت میں ایک واقعہ سنادوں؟ ارشاد فرمایا کہ بالکل سنادو۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت دو سال پہلے ۱۹۵۴ء میں افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ خان نے سنگ مرمر کی دو قبریں پاکستان کی حکومت کو بھیجیں کہ ان کو مشہور شاعر خوشحال خان خٹک اور حضرت عبدالرحمٰن بابا رحمہ اللہ کی قبروں پر لگا دیں۔ تو عبدالرحمٰن بابا رحمہ اللہ کی قبر کو جو مستری بنا رہا تھا وہ ہمارے محلے سار بانان راماس بازار میں رہتا تھا۔ اس نے مجھے عشاء کی

نماز کے بعد بتایا کہ صبح کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ عبدالرحمن بابا رحمہ اللہ کی قبر کو بنائیں گے تم بھی آجاؤ میں دارالعلوم سرحد میں مدرس ہوں۔ گیارہ بجے جب میں سبق سے فارغ ہوا تو ایک طالب علم سعید احمد بنوری کو اپنے ساتھ سائیکل پر بٹھایا اور دونوں عبدالرحمن بابا رحمہ اللہ کے مزار پر چلے گئے۔ جب ہم دونوں وہاں پہنچے تو مزدور قبر مبارک کے ساتھ لحد کو کھود رہے تھے میں نیچے اُترا اور اس طالب علم اور ایک مزدور کو بھی لیا اور قبلہ کی طرف لحد میں سراخ کرلیا پھر میں نے اس سراخ کو ذرا بڑا کر دیا کہا اندر جب میں نے دیکھا تو اندر مردہ پڑا تھا۔ میں نے اس طالب علم اور مزدور کو کہا کہ تم دونوں میرا ایک ہاتھ اور پاؤں پکڑلو اور میں ہاتھ اندر کرتا ہوں اگر اس مردے نے مجھے پکڑ لیا تو تم دونوں مجھے باہر کی طرف کھینچو میں نے ہاتھ اندر کیا چہرے پر ہاتھ پھیرا آنکھوں کو کھولا ہاتھ پر ہاتھ پھیرا سینے پر ہاتھ مارا داڑھی میں ہاتھ پھیرا ہونٹوں کو کھولا دانتوں کو دبایا بالکل تر و تازہ بدن تھا زلفوں کا ایک گھوچھا ایک کاندھے پر پڑا تھا اور دوسرا دوسرے کاندھے پر۔ تقریباً دس بارہ منٹ میں نے یہ نظارہ کیا اور پھر باہر نکلا اوپر جب میں چڑھا اور سن دیکھا تو کتبہ پر سن وفات جو لکھا ہوا تھا اس کے مطابق وفات کو (۳۱۶) تین سو سولہ سال ہو چکے تھے۔

ارشاد فرمایا! اللہ اکبر، یہ نیک لوگوں کی شان ہوتی ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! یہ قصہ جو آپ صاحبان نے سنا کہ حضرت عبدالرحمان بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی قبر مبارک میں تین سو سولہ سال بعد ان کا بدن بالکل صحیح سالم تھا اور ان کے جسم کو مٹی نے نہیں کھایا حالانکہ وہ نبی نہیں تھے بلکہ اُمتی اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے۔ تو انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی شان تو بہت اونچی ہے۔

قبور میں حیات انبیاءکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام:

ارشادفرمایا: کہ میرے عزیزو! تمام اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرات انبیاءکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قبراور برزخ میں زندہ ہیں اوران کی زندگی حضرات شہداءکی زندگی سے بھی اعلیٰ اورارفع ہے۔

انبیاءکرامؑ کی حیات قرآن کریم کی روشنی میں:

ارشادفرمایا: کہ قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر حیات الانبیاء کا ثبوت اشارۃً، دلالۃً اوراقتضاءً ملتاہے۔ہم ان میں سے صرف چند آیتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ''وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتَابَ فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَائِہٖ''۔(الم سجدہ)

ترجمہ: ''اورہم نے موسیٰ کوکتاب دی تھی۔سوآپ اس کے ملنے میں شک نہ کیجئے۔اس آیت کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ معراج کی رات ان سے کئی بار ملے تھےاورملاقات بغیرحیات کے ممکن نہیں۔لہٰذااس آیت میں اقتضاءالنص سے حیات النبیؐ کاثبوت ہوتا ہے۔

ارشادفرمایا: کہ میرے عزیزو! اصول فقہ کامشہورمسئلہ ہے جوکہ اصولِ فقہ کی بڑی بڑی کتابوں میں موجود ہے کہ جوحکم اقتضاءالنص سے ثابت ہوتا ہے وہ بحالت انفرادقوت واستدلال میں عبارت النص کے مثل ہوتا ہے۔

تفسیرروح المعانی:

ارشادفرمایا: کہ علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیرروح المعانی میں فرماتے ہیں: حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روح المعانی کوکھول کر عربی عبارت پڑھی پھراس کاترجمہ کیا۔

ترجمہ: اس سے مراد یہ ہے کہ معراج کی رات جناب رسول اللہ ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی، جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں ہے، اور اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت قتادہؒ اور سلف کی ایک جماعت سے بھی منقول ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو آپ اس کے ملنے کی ایک جماعت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا وعدہ فرمایا۔

اس اعتبار سے یہ آیت واقعہ معراج سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

۳۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ (البقرہ)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں نہ کہو کہ وہ مُردے ہیں بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کر سکتے۔

۴۔ بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ، فَرِحِيْنَ بِمَاۤ اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (آل عمران)

ترجمہ: بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں۔ ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

ارشاد فرمایا: کہ ان دو آیتوں کے متعلق علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ جب نقل کے اعتبار سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ شہداء زندہ ہیں تو عقل کے اعتبار سے بھی یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ انبیائے کرامؑ زندہ ہیں اور حضرات انبیائے

کرام علیہم السلام تو شہداء سے ہر حال میں افضل ہیں۔اس لئے اس آیت سے ان کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔

ارشادفرمایا: کہ میرے عزیزو! آپ صاحبان غور فرمائیں کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کس قدر قوت کے ساتھ آیت کریمہ سے بدلالۃ النص بلکہ بدرجہ اولویت حیات الانبیاء کو ثابت کرتے ہیں۔

۴۔ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ۔۔۔۔(سباء)

ترجمہ: پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کردیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمان علیہ السلام کے عصا کو کھاتا تھا، سو جب وہ گر پڑے تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی۔

ارشادفرمایا: کہ اس آیت سے بھی بطریق دلالۃ النص حیات الانبیاء کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔اس لئے کہ جب کیڑوں نے مضبوط اور سخت ترین عصائے سلیمانی کو کھالیا تو جسم عنصری کا کھانا تو اس سے کہیں زیادہ آسان اور سہل تھا مگر اس کے باوجود جسم کا نکار ہنا بلکہ محفوظ ہونا حیات کی صریح دلیل ہے۔

ارشادفرمایا: کہ یہاں یہ نقطہ بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسدِ اطہر کے زمین پر آجانے کو خَـرَّ کے لفظ کے ساتھ تعبیر فرمایا مگر اس کو سقط سے تعبیر نہیں فرمایا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ خَـرَّ کا لفظ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں جہاں کہیں بھی ذکر ہوا ہے تو وہ زندہ انسان کے جھک جانے یا گر جانے کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

۵۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (النساء)

ترجمہ: اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا رحمت کرنے والا پاتے۔

ارشاد فرمایا: حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا کہ مولوی صاحب سامنے الماری سے تفسیر ابن کثیر کی پہلی جلد اٹھا کر لاؤ۔ مولانا نے تفسیر ابن کثیر کی پہلی جلد لا کر حضرت کے سامنے رکھ دی تو حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کھول کر فرمایا کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں۔ پھر حضرت نے پہلے عربی عبارت پڑھی پھر ترجمہ کیا کہ ایک جماعت نے عتبیؒ سے یہ مشہور حکایت نقل کی ہے جس جماعت میں شیخ ابو منصور الصباغؒ بھی ہیں یہ واقعہ انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں بیان کیا ہے۔ عتبیؒ فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے اور اگر بیشک وہ لوگ جب کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آتے پس وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور ان کے لئے رسول بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔ اس لئے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش پیش کرنے آیا ہوں۔ اور یہ شعر پڑھا:

نَفْسِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُهٗ
فِیْهِ الْعَفَافُ وَ فِیْهِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

ترجمہ: میری جان اس قبر پر قربان ہو جائے جس میں آپ آرام فرما ہیں کہ اس میں پاکدامنی ہے اور اس میں سخاوت اور بخشش ہے۔

اس کے بعد وہ دیہاتی مسلمان چلا گیا۔ عتبیؒ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ لگ گئی تو میں جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے عتبی اس اعرابی کو جا کر بشارت دے دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے دفن کے تین روز بعد ایک دیہاتی نے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر اس آیت کریمہ کے حوالہ سے مغفرت طلب کی۔ روایت میں ہے کہ قبر مبارک سے آواز آئی: انــه قـد غفر لك۔ بیشک تیری مغفرت کر دی گئی۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کے مطابق جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس عالم دنیا کی حیات ظاہری ختم ہونے کے بعد بھی حاضری دینے والے امتی کو سلام علیکم کے جواب سے نوازتی ہے اور آپ اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کا پیغام پہنچانے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ یہ بھی آپ کی حیات جاودانی اور اسی مدینہ منورہ والی قبر میں حیات پر قرآنی دلیل اور واضح ثبوت ہے۔

حدیث کی روشنی میں حیات الانبیاءؑ:

ارشاد فرمایا: کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں۔

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ۔

ارشاد فرمایا: کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس روایت کے تمام روای ثقہ ہیں۔

اور حضرت انسؓ ہی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزر ہوا تو وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس حدیث کو روایت کیا ہے امام مسلم نے صحیح مسلم میں۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! تمام اکابرین اور ہمارے اساتذہ کرامؒ کا عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام اور شہداء کی قبر کی حیات ان کی دنیاوی حیات کی مانند ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے کیونکہ نماز پڑھنا زندہ جسم کا تقاضا کرتا ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ ہمارے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں، (حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوبات شریف کھول کر پہلے خود فارسی عبارت پڑھی پھر اس کا ترجمہ کیا)

ترجمہ: چھوٹا برزخ (یعنی قبر) جب ایک وجہ سے دنیوی جگہوں میں سے ہے تو یہ ترقی کی گنجائش رکھتا ہے اور مختلف اشخاص کے اعتبار سے اس جگہ کے حالات خاصے متفاوت ہیں۔ آپ نے یہ تو سنا ہی ہوگا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ مشکوۃ شریف میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ ۔ کہ جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود شریف پڑھا، میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود و سلام پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقات میں فرماتے ہیں کہ جس شخص نے مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں خود اس کو سنتا ہوں یعنی حقیقی طور پر فرشتوں کے توسط کے بغیر میں خود سنتا ہوں۔

اور ہم نے بھی اپنے حاشیہ مشکوۃ میں صاف طور پر لکھ دیا ہے سمعتہ کی شرح میں کہ سمعا حقیقتاً بلا واسطۃ اور لفظ نائیاً کی شرح میں ای بعیداً۔

ارشاد فرمایا: کہ ہم نے اپنے استاد شیخ المشائخ حضرت مولانا قاضی قمر الدین صاحب چکڑالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا تھا کہ ہم نے استاد الکل شیخ المشائخ حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بخاری شریف پڑھتے وقت سنا کہ آپ نے یہ فرمایا کہ بہتر بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی، بلکہ دوامی حیات آپ کو حاصل ہے اور باقی انبیائے کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی مشکوۃ کی شرح اشعۃ اللمعات میں اس حدیث مبارک کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ کا ارشاد مبارک انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات سے کنایہ ہے، اس لئے کہ:

والمذھب ان الانبیاء احیاء حیوۃ حقیقیۃ دنیاویۃ۔

اور صحیح مذہب یہ ہے کہ انبیائے کرام زندہ ہیں حقیقت دنیاوی زندگی کے ساتھ۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! جب یہ روایت اپنے بڑے بڑے محدثین عظام اور ائمہ حدیث کے ہاں بالکل صحیح ہے تو اب اس کو صحیح نہ کہنا دانشمندی نہیں ہے۔

منکرین حیات کا حکم:

ارشاد فرمایا: کہ عزیزو! قرآن وسنت اور اکابر علمائے اُمت کی تصریحات کی روشنی میں یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کا بنیادی عقیدہ ہے اور یہی اہل حق کا عقیدہ ہے۔ پس جو لوگ اس مسئلے کا انکار کرتے ہیں۔ میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ تمام اکابرین کے نزدیک گمراہ ہیں۔ ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔

ایک مولانا صاحب نے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت قصیدہ بردہ کے پڑھنے کی اجازت عنایت فرمائیں۔

ارشاد فرمایا: کہ قصیدہ بردہ کے مصنف کا نام حضرت محمد بن سعید بوصیری ہے۔ اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بہت سارے قصائد لکھے ہیں۔ جس وقت انہوں نے یہ قصیدہ لکھا تو اس وقت ان پر فالج کا حملہ ہوا تھا۔ جس سے ان کے بدن کے نچلے حصے کو بالکل شل کر دیا تھا اور یہ سخت معذور اور لاچار ہو گئے تھے۔ جب انہوں نے یہ قصیدہ لکھا تو اپنے متعلقین سے فرمایا کہ مجھے مدینہ منورہ لے چلو۔ متعلقین نے آپ کو چارپائی پر ڈالا اور مدینہ منورہ لے چلے۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو اپنے دوستوں سے

فرمایا کہ مجھے روضۂ اقدس کے سامنے اپنے محبوب کے قدموں میں زمین پر لٹا دو اور آپ سب چلے جاؤ۔ انہوں نے آپ کو زمین پر لٹا دیا اور خود دور جا کر بیٹھ گئے تو آپ نے نہایت ادب واحترام کے ساتھ قصیدہ زبانی سنانا شروع کیا جب آپ اس شعر پر پہنچے۔ فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ۔ تو دوسرا بیت آپ بھول گئے تو روضۂ مبارک سے آواز آئی۔

وَ اَنَّهٗ خَيْرُ خَلْقِ اللهِ كُلِّهِمِ۔

اتنے میں جب آپ نے قصیدہ سنایا تو آپ پر نیم خوابی کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ نے دیکھا کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے بدن پر ایک چادر ڈال دی جب آپ نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ وہی چادر آپ کے بدن پر پڑی تھی اور آپ کا بدن بالکل صحیح تھا اور آپ بالکل تندرست تھے۔ جب آپ کے متعلقین نے آپ کو بالکل تندرست پایا تو حیران ہوگئے۔ جب انہوں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے ان کو پورا واقعہ سنایا۔ پھر آپ اپنے وطن آگئے اور صبح کو جب گھر سے نکلے تو ایک مجذوب قسم کے بزرگ نے آپ سے کہا کہ میں آپ سے اس قصیدہ کو سننا چاہتا ہوں جو آپ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وتعریف میں لکھا ہے تو آپ نے اس سے کہا کہ میں نے تو بہت سے قصائد لکھے ہیں۔ آپ کون سے قصیدہ کے متعلق فرماتے ہیں؟ اس پر اس بزرگ نے فرمایا کہ وہ قصیدہ جس کا ابتدائی شعر یہ ہے:

امن تذکر جیران بذی سلم۔

آپ کو یہ بات سن کر بہت تعجب ہوا۔ اس لئے کہ آپ نے ابھی تک کسی کو یہ قصیدہ نہیں سنایا تھا۔ تو آپ نے اس بزرگ سے فرمایا کہ اس قصیدہ کا علم آپ کو کس طرح ہوا تو اس بزرگ نے کہا کہ جب آپ اس قصیدہ کو سرکارِ دو عالم ﷺ کے دربار میں پڑھ رہے تھے

تو میں موجود تھا۔ اس وقت میں نے سنا اور میں نے دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرسبز ٹہنی کی طرح جھوم رہے تھے۔

ارشاد فرمایا: کہ ان جیسے واقعات پر تعجب نہیں کرنی چاہیے۔ یہ اور قسم کی باتیں ہیں۔ یہ ان خشک مزاج قسم کے مولویوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ پھر اس مولوی صاحب اور مجلس میں موجود تمام علمائے کرام کو قصیدہ بردہ کی اجازت عنایت فرمائی۔ (بندہ اپنے بیٹے نور چشمی مفتی محمد قاسم سلمہ کو اس قصیدہ کی عام اجازت دیتا ہے) پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دُعا فرمائی اور مجلس ختم کی اور فرمایا کہ تہجد کے لئے وضوء بنالو۔

☆☆☆☆☆

بارہویں مجلس

۱۹۵۶ء مقام دار العلوم سرحد پشاور نو بجے صبح

آج بروز جمعرات دار العلوم سرحد میں ختم بخاری شریف کی بابرکت مجلس منعقد ہوئی۔ اس بابرکت اور پُروقار مجلس میں جو مشہور علماء کرام، محدثین عظام، زعمائے قوم تشریف لائے تھے۔ ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل تھے۔

عمدۃ المحدثین، شیخ المشائخ، مسند الوقت، زبدۃ الصالحین، عارف باللہ، ابوذر زمانہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، امیر مالٹا حضرت مولانا میاں عزیز گل صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا میاں نافع گل صاحب، محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف صاحب بنوری، شیخ الحدیث حضرت مولانا میاں محمد جان صاحب غلجی کنڈر خیل، شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل مولیٰ صاحب، حضرت مولانا عبد الجمیل صاحب، حضرت مولانا مفتی عبد القیوم صاحب پوپلزئی، شیخ الحدیث حضرت مولانا معز الحق صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا زین العابدین صاحب، حضرت مولانا محمد حسین صاحب، نور اللہ مراقدھم اور دار العلوم سرحد کے شیوخ حدیث شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد ایوب جان بنوری، حضرت مولانا مفتی عبد اللطیف صاحب، حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نقشبندی، حضرت مولانا پائندہ محمد صاحب (کابل استاد) رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر مدرسین بھی موجود تھے۔ ختم بخاری کے لئے تمام اکابرین نے متفقہ طور پر وحید العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اسم گرامی پیش کیا۔

ایک طالب علم نے بخاری شریف کی آخری حدیث کی تلاوت کی اور حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مندرجہ ذیل بیان تفصیل کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

ارشاد فرمایا: کہ آپ حضرات نے محض اس لئے میرا نام آخری حدیث کی درس کے لئے پیش کیا کہ میں عمر میں بڑا ہوں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آپ حضرات خود اپنی جگہ علم و عمل کے پہاڑ ہیں۔ میں نہ تو علم میں آپ حضرات سے بڑا ہوں اور نہ عمل میں۔ یہ حضرت مولانا میاں عزیز گل صاحب تشریف فرما ہیں۔ یہ حضرت شیخ الہند مولانا محمد محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ ہم نے بھی جنگ عظیم سے پہلے رنگون سے واپس آتے ہوئے دارالعلوم دیوبند میں ہفتہ دو ہفتے گزارے تھے اور حضرت شیخ الہند صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درس بخاری و ترمذی میں شرکت کی تھی۔ حضرت مجسم علم تھے۔ تقویٰ کے پہاڑ تھے اور بزرگی تو ان کی مسلم تھی۔

محترم علمائے کرام وطلبہ عظام!

یہ باب ابواب بخاری میں سے آخری باب، اور کتب بخاری میں سے آخری کتاب ہے۔

امام بخاریؒ مقلد تھے یا مجتہد۔ دوسرے ائمہ محدثین حضرات مقلد تھے جیسے امام مسلمؒ کو بعض نے شافعی اور اکثر نے مالکی قرار دیا ہے امام نسائی اور امام ترمذی شافعی تھے۔ امام طحاویؒ حنفی تھے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کامل اور پختہ مجتہد تھے۔ آپؒ کے تراجم حقیقت میں آپ کے اجتہادات ہیں۔ ترجمۃ الباب آپ کی فقاہت اور اجتہاد ہے۔

بخاری شریف میں عنوان ''کتاب'' سے دیا گیا ہے جیسے کتاب الایمان، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ یہ عنوانات تقریباً ۷۳ ہیں اور احادیث شریف (مکررات کے ساتھ) (۹۰۷۹) ہیں۔

امام صاحبؒ نے عنوان ''کتاب'' سے پہلے باب بدء الوحی ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ احکام وحی سے ثابت ہوتے ہیں اور بغیر وحی کے حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا۔ اب وحی متلو ہوگی یا غیر متلو۔ اگر وحی متلو ہو تو قرآن ہے اور اگر غیر متلو ہو تو پھر حدیث مبارک ہے۔ ادلہ شرعی چار ہیں قرآن، حدیث، قیاس اور اجماع۔ ان میں قرآن اور حدیث تو مثبت ہیں یعنی حکم شرعی کو ثابت کرتے ہیں اور قیاس یہ مظہر ہے یعنی حکم کو ظاہر کرتا ہے۔ ثبوت اس حکم کا بہر حال قرآن اور حدیث سے ہوگا قیاس کی علت بھی یا قرآن میں ہوگی یا حدیث مبارک میں۔ اجماع کی سند بھی قرآن یا حدیث سے مستنبط ہوگی۔

اس کے بعد امام بخاریؒ کا ایک قاعدہ ہے کہ جب قرآن کا ایک لفظ آجائے تو امام بخاریؒ تو حافظ قرآن اور حدیث ہے اس لئے اس کے جتنے ہم مادہ الفاظ ہوں اُن کو ذکر کرتے ہیں اس وجہ سے بخاری شریف کی تفسیر بہت مشکل ہے۔ سورۃ یوسف میں آتا ہے۔ اَصْبُ اَمِلْ۔ اب پتہ نہیں چلتا کہ اس کا کیا مطلب ہے قرآن میں پوری آیت اس طرح ہے۔ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ۔ یہاں اصب آیا ہے اور امل کے معنی میں ہے یعنی میں مائل ہو جاؤں گا۔

یہاں قسط آیا ہے اب اس کو بیان کرتے ہیں۔ القسط العدل۔ قسط کسرہ کیساتھ عدل اور انصاف کو کہتے ہیں۔ قسط، فتحہ کے ساتھ جور و ظلم کو کہتے ہیں۔ اور قسط ضمہ کیساتھ ایک دوائی ہے جیسے قُسط ہندی وغیرہ ان سب کا مادہ ایک ہے لیکن حرکت کے بدلنے سے

معنی میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔

بالرومیة: یعنی رومی لغت میں قسط عدل کو کہتے ہیں۔اس پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن عربیت کیساتھ متصف ہے اس میں رومی لفظ کیسے آیا۔۔۔۔؟ اس کا جواب یہ ہے سیاق قرآن یہ عربی ہے باقی دو تین غیر عربی الفاظ کا کچھ اعتبار نہیں۔ یہ عربیت قرآن کے منافی نہیں۔ یا یہ کہ جن الفاظ کے متعلق یہ توہم ہوتا ہے کہ وہ غیر عربی رومی وغیرہ ہیں تو وہ الفاظ غیرعربی نہیں بلکہ عربی ہیں البتہ یہ توارد لغات ہے جس طرح کہ توارد اسامی، ایک شخص اپنے بیٹے کے لئے زید نام رکھتا ہے۔ بایں طور تیسرا شخص۔ ہر ایک کو دوسرے کے بارے میں معلوم نہیں کہ یہ نام فلاں کے بیٹے کا بھی ہے، اسی طرح یہ لفظ عربی میں مستعمل ہے۔ رومی میں بھی۔ لفظ تنور عربی میں بھی مستعمل ہے۔و فار التنور۔ اور پشتو میں بھی تنور کہا جاتا ہے۔

یقال القسط مصدر المُقسط ۔کہا جاتا ہے کہ قسط مصدر ہے مقسط کا۔ اور مقسط اسم فاعل ہے قسط مصدر سے۔ اس پر سوال وارد ہوتا ہے کہ مُقسط باب افعال ہے مصدر اس کا اقساط ہے نہ کہ قِسط۔ تو جواب اس کا یہ ہے قسط مصدر ہے اقساط کا حذف زوائد کیساتھ۔ یا قسط اسم مصدر ہے اقساط کے معنی میں۔ تو قاسط کا معنی ہوگیا جائز اور مُقسط کا معنی ہوگیا عادل، جب قسط کو جور کے معنی میں لیا جائے تو پھر ہمزہ اقساط میں برائے سلب آئے گی اندریں صورت سلب جور انصاف وعدل، جیسے سورۃ جن میں آتا ہے۔ ﴿وَ اَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾۔ اور جو بے انصاف ہیں وہ ہوئے جہنم کے ایندھن۔ اب قاسط اور مقسط میں فرق ہوگیا کہ قاسط ظالم کو کہتے ہیں اور مُقسط عادل کو کہتے ہیں۔

امام بخاریؒ اب حدیث بیان کرتے ہیں اس حدیث میں یہ سند آئی ہے۔

قال حدثنا ابن اشكاب قال حدثنا محمد بن فضيل عن عمارة بن القعقاع عن ابى زرعة عن ابى هريره۔ امام بخاریؒ کا استاذ احمد بن اشکاب ہے۔ اشکاب میں کسرہ اور فتحہ دونوں آیا ہے۔ یعنی منصرف اور غیر منصرف، مفتوح ہونے کی صورت میں غیر منصرف ہوگا اور اس میں دو سبب ہوں گے علمیت اور عجمہ، اور مکسور ہونے کی صورت میں منصرف ہوگا۔ یہ حدیث شریف خماسی ہے اس لئے کہ امام بخاریؒ پانچ واسطوں سے روایت کرتے ہیں ح پہلا احمد بن اشکاب، دوسرا محمد بن فضیل، تیسرا عمارۃ بن القعقاع، چوتھا ابی زرعۃ اور پانچواں حضرت ابی ہریرۃؓ ہے امام بخاریؒ کبھی تین واسطوں سے روایت کرتے ہیں کبھی چار اور کبھی پانچ واسطوں سے جن میں تین واسطے ہوں اسے ثلثیات کہتے ہیں، بخاری شریف میں ثلثیات کی تعداد ۲۳ ہے، آخری راوی حضرت ابو ہریرۃؓ ہے وہ فرماتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں)[كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِى الْمِيْزَانِ سُبْحٰنَ اللهِ وَ بِحَمْدِهِ سُبْحٰنَ اللهِ الْعَظِيْم]۔

اس متن میں لفظی اور ترکیبی دونوں طرح کی تحقیق ہے لفظی تحقیق یہ ہے کہ حبيبتان فعیل کے وزن پر ہے۔ اور فعيل بمعنی مفعول آیا ہے۔ اور فعیل جب مفعول کے وزن پر آئے تو اس میں مذکر اور مونث برابر ہوتے ہیں۔ حبيبتان کی جگہ حبيبان ہونا چاہیے تھا، حالانکہ یہاں حبيبان مونث آیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ٹھیک ہے حبيبتان ،وزن فعیل بمعنی مفعول آیا ہے لیکن یہ ملحق ہے خفيفتان کے ساتھ اور اس میں ''تا'' آئی ہے۔ اس لئے یہاں بھی

''تا'' لائی گئی۔یا خفیفتان کے ساتھ موافقت کیلئے لائی گئی۔کبھی فعیل بمعنی مفعول میں ''تا'' الحاق کیلئے لائی جاتی ہے اور کبھی نہیں لائی جاتی جیسے۔﴿اِنَّ رَحْمَةَ اللهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾۔ ان آیت میں قریبٌ کی جگہ قریبة ہونا چاہیے لیکن یہاں قریبٌ لایا گیا۔حبیبتان میں دو مجاز ہیں ایک یہ کہ کلمات محبوب نہیں ہوتے بلکہ اس کا قائل محبوب اور حبیب ہوتا ہے۔جیسے حبیب قائلہ۔ان کا پڑھنے والا محبوب ہے دوسرا مجاز اللہ تعالیٰ کی طرف محبت کی نسبت ہے، کیونکہ محبت میلان قلبی کو کہتے ہیں۔اور اللہ جسم سے منزہ ہے،تو اس محبت سے مراد ثواب اور اجر ہوگا۔

الی الرحمن: تمام اسماء میں سے رحمن کو منتخب کیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت،صفت رحمن کی وجہ سے ہے۔جس کی وجہ سے اس اسم کو ترجیح دی گئی۔

خفیفتان علی اللسان۔ خفیف سے مراد آسانی اور روانی کے ساتھ زبان سے ادا ہونا۔ان کلمات کے پڑھنے سے انسان مشقت میں نہیں پڑتا بلکہ بے تکلف ادا ہوتے ہیں۔یہ معنی نہیں کہ بے قدر ہیں۔۔۔۔

ثقیلتان فی المیزان۔ یہ دو کلمات زبان پر اگر چہ آسان ہیں لیکن میزان میں بہت بھاری ہیں۔ان کا اجر و ثواب بہت بڑا ہے یہاں ترجمة الباب کے ساتھ مناسبت بھی واضح ہوگئی۔کہ وزن اعمال حق ہے اس لئے ان میں ثقل ہوگا۔

سُبحٰن الله و بحمده سبحٰن الله العظیم۔ وہ کلمات جن کے بارے میں اوپر ذکر ہوا کون کون سے ہیں۔اب بتایا جا رہا ہے کہ وہ دو کلمات یہ ہیں۔[سُبحٰن الله و بحمده سبحٰن الله العظیم] ان کے پڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے یہ زبان پر آسانی سے ادا ہوتے ہیں۔میزان میں ان کا وزن

بھاری ہے۔

ترکیبی تحقیق:

ترکیبی تحقیق یہ ہے۔ کلمات موصوف۔ خفیفتان علی اللسان اس کی صفت۔ موصوف صفت مل کر مبتداء۔ [سبحن اللہ و بحمدہ، سبحن اللہ العظیم]۔ اس کی خبر ہے۔

کلمتان کے مبتداء ہونے پر سوال وارد ہوتا ہے کہ کلمتان نکرہ ہے اور نکرہ مبتداء واقع نہیں ہوسکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس کی توصیف ہوجائے تو پھر وہ مبتداء واقع ہوسکتا ہے جیسے ﴿ولعبد مؤمن خیر من مشرك﴾ یہاں عبد نکرہ ہے۔ لیکن اس کی صفت مومن کی وجہ سے اس میں مبتداء بننے کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہے۔

اسی طرح کلمتان کی بھی توصیف خفیفتان علی اللسان سے ہوگئی اس لئے اب مبتداء واقع ہوسکتا ہے۔ سُبْحٰنَ اللهِ وَ بِحَمْدِهٖ اس کی خبر ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہ تو جملہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں جملہ لفظ کے معنی میں ہے یعنی لفظ سبحٰن اللہ وبحمدہٖ۔ دوسری ترکیب یہ ہے کہ خفیفتان علی اللسان یا ثقیلتان خبر مقدم ہے اور سبحٰن اللہ وبحمدہ مبتداء مؤخر ہے۔ اب اس پر ایک سوال وارد ہوتا ہے کہ خبر تو مؤخر ہوتی ہے۔ یہاں کیسے مقدم ہوگئی ہے۔۔۔؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی کبھی مبتداء پر شوق دلانے کے لئے خبر مقدم کرنی پڑتی ہے جیسے۔ ثلثة تشرق الدنیا ببهجتها شمس الضحیٰ وابواسحٰق والقمر۔ یہاں ثلثۃ خبر مقدم ہے۔ اور شمس الضحیٰ وابواسحٰق والقمر یہ مبتداء مؤخر ہے۔ یہاں بھی کلمتان خبر

مقدم ہے اور سبحٰن اللہ و بحمدہٖ مبتدا مؤخر ہے۔

جب یہ حدیث مبارک پڑھی جاتی ہے کہ دو کلمات ہیں حبیبتان الی الرحمن تو دل میں شوق وجذبہ اور رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر جب پڑھا جاتا ہے خفیفتان علی اللسان تو شوق اور بڑھ جاتا ہے۔ جب پڑھا جاتا ہے۔ ثقیلتان فی المیزان تو دل میں اور رغبت پیدا ہوتی ہے۔ پھر شیخ (صوفی ذاکر) متوجہ ہو جاتا ہے۔ کہ وہ کلمات کونسے ہیں جب سبحٰن اللہ و بحمدہ سبحٰن اللہ العظیم۔ سنتا ہے تو فوراً تسبیح ہاتھ میں لیتا ہے اور شروع ہو جاتا ہے۔ اور جب کہا جائے کہ صبح کے وقت اس کے ساتھ استغفر اللہ بھی شامل ہو جائے تو بہت بہتر رہے گا۔ تو شیخ نے تو ویسے بھی صلوٰۃ تہجد پڑھی ہوئی ہوتی ہے کیونکہ اس نے ﴿کانو اقلیلاً من اللیل ما یھجعون﴾ پر عمل کیا ہوا ہوتا ہے۔ تسبیح لے کر بیٹھ جاتا ہے۔ میں ہمیشہ سنت فجر اور فرض کے درمیان سو مرتبہ پڑھتا ہوں اس کی بہت برکات ہیں۔

ہم جب کسی کو یہ وظیفہ بتاتے ہیں تو وہ کہتا ہے میں صبح اٹھ نہیں سکتا اور جب اٹھتا ہوں تو سورج طلوع ہو چکا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق دے۔ اعمال کے ساتھ لازم ہو جاؤ۔ صرف دوسروں کی صفتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہمارے شیخ حضرت مولانا قاضی قمر الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بزرگ کا مقولہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ کن بالخیر موصوفًا ولا تکن للخیر واصفًا۔ خود اچھی صفت کے ساتھ موصوف ہو جاؤ اور صرف اچھی صفت کو بیان کرنے والا نہ ہو۔

محترم حضرات! علمائے کرام وطلبۂ عظام!

عبادات چار قسم کی ہیں۔ (۱) فرائض: یہ تو لازمی ہیں (۲) واجبات: یہ بھی واجب

اور لازم ہیں (۳) سنن : اس کا حکم یہ ہے۔ الثواب بالفعل والعتاب بالترک۔ ہم کہتے ہیں کوئی بات نہیں ملامت ہو جائیں۔ نہیں نہیں بلکہ سنن کو مضبوطی سے پکڑو۔ ان کا بہت اہتمام کر لیا کرو۔ ان کی بہت برکات ہیں۔ سنن سے رزق میں فراخی، اندرونی صفات آتی ہے۔ انسان نیک اور دیندار لوگوں کی نظروں میں اچھا نظر آتا ہے اور فجار و فساق لوگوں کی نظروں میں بارعب نظر آتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سنن فرائض کے لئے مکملات ہیں۔ (۴) مستحبات : ان کو بھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اگر چہ نہ کرنے پر نہ عذاب ہے نہ عتاب۔

اس حدیث مبارک میں ایک نکتہ تصوف کا بھی ہے کہ سبحن اللہ کو مقدم کیا۔ اور بحمدہٖ کو مؤخر۔ جبکہ سبحن اللہ کو مکرر لائے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہیں۔

(۱) صفات سلبیہ (۲) صفات ثبوتیہ۔

(۱) صفات سلبیہ:

وہ صفات جن میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ بیان کی گئی ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ تمام نقائص سے پاک اور مبرا ہے۔ سُبحٰن اللہ سے یہ معنی حاصل ہوا۔ یعنی پاک ہے پروردگار عالم ان نقائص سے جو منافی ہیں الوہیت و ربوبیت کے۔ جیسے شریک ومثال وغیرہ۔

(۲) صفات ثبوتیہ:

وہ صفات ہیں جو ملائم اور مناسب ہیں ربوبیت والوہیت کے ساتھ اور یہ معنی بحمدہٖ سے حاصل ہوا۔ جیسے علم، قدرت، حیات وغیرہ۔

اب آپ حضرات غور سے سنیں! ایک ہوتا ہے تخلیہ اور ایک ہوتا ہے تحلیہ۔ صفات سلبیہ بمنزلہ تخلیہ کے ہیں اور صفات ثبوتیہ بمنزلہ تحلیہ کے ہیں۔ تخلیہ مقدم ہوتا ہے تحلیہ پر۔ اس لئے صفات سلبیہ مقدم کی گئیں۔

دھوبی جب کپڑے رنگتا ہے تو پہلے کپڑوں کو صاف کرتا ہے پھر اس کے بعد رنگ یا نیل وغیرہ دیتا ہے۔ اسی طرح زمیندار ہل چلانے سے پہلے زمین کو درست کر لیتا ہے بے کار اشیاء کو زمین سے نکالتا ہے پھر اس کے بعد ہل چلاتا ہے۔ ہر چیز میں تخلیہ مقدم ہے تحلیہ پر۔ یہ جوامع الکلم میں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جوامع الکلم عطا فرمائے ہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں او تیت جوامع الکلم مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں۔

سبحٰن اللہ میں نفی ہے صفات ناقصہ کی کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے تمام نقائص اور بری صفات سے۔ اور بحمدہ میں اثبات ہے اچھی صفات کا کہ اللہ تعالیٰ موصوف ہے تمام اچھی صفات کے ساتھ یہ حدیث موافق ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ﴿تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَام﴾ ۔ ذی الجلال مقدم ہے۔ اور والاکرام مؤخر۔ یا موافق ہے اس قول کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ۔ لا الٰہ نہیں کوئی معبود برحق۔ الا اللہ اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اس میں بھی تخلیہ مقدم ہے اور تحلیہ مؤخر۔

جنتی لوگ جب جنت میں جائیں گے تو کہیں گے سبحٰنك اللّٰھُمَّ اور آخر میں ان کی دعا حمد ہوگی ﴿وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ اس میں بھی تخلیہ مقدم ہے اور تحلیہ مؤخر۔ سبحٰن اللہ یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف سَبَّحْتُ کیلئے اور سبحت کا معنی ہے۔ میں نسبت کرتا ہوں یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف پاکی کی نسبت کرتا ہوں۔

ان تسبیحات کا غایہ کیا ہے۔۔۔؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی حمد و ثنا کرنے کا محتاج نہیں۔ ان تسبیحات اور اوراد کا فائدہ انسان کو راجع ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو نہ کسی کی عبادت کی ضرورت ہے اور نہ کسی کی تسبیحات کی۔ ایک حدیث مبارک میں آتا ہے کہ اگر سارے لوگ ابوبکر صدیقؓ جیسے کامل بن جائیں تو اللہ تعالیٰ کی خدائی میں ذرہ برابر زیادتی نہیں آ سکتی اور اگر سارے لوگ ابوجہل جیسے کافر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی خدائی میں ذرہ برابر کمی نہیں آ سکتی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تخلیہ اور تحلیہ دونوں عطا فرمائے۔ کبھی کبھی تخلیہ ہوتا ہے اور تحلیہ نہیں ہوتا۔ تو پھر بھی فائدہ دیتا ہے۔ جیسے ﴿یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ﴾ اس دن نہ مال فائدہ دے گا نہ اولاد مگر جو اللہ تعالیٰ کے سامنے سالم دل کے ساتھ آئے۔

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام صحابہ کے ساتھ بیٹھے تھے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اب ایک جنتی آئے گا پھر وہ شخص داخل ہوا دوسرے دن پھر فرمایا کہ اب ایک جنتی آئے گا پھر وہ شخص داخل ہوا۔ تیسرے دن پھر اس طرح فرمایا اور وہ شخص داخل ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میرا شوق پیدا ہوا کہ یہ شخص کیا عمل کرتا ہے کہ اس کو تین دن بشارت دی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے اس شخص سے فرمایا کہ میں نے گھر میں جھگڑا کیا ہے یا طبیعت خراب ہے میں دو تین دن آپ کے ساتھ رہوں گا اس نے کہا بالکل ٹھیک ہے آؤ۔ جب ہم گئے تو عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لی اور پھر صبح بھی نماز جماعت کے ساتھ ادا کر لی۔ یہ صاحب رات کو تہجد کے لئے نہیں اُٹھے۔ میں نے یہ خیال کیا کہ شاید کوئی عذر ہوگا۔ اسی طرح تین راتیں

شاید گزر گئیں جب میں رخصت لے رہا تھا تو میں نے عرض کیا کہ میں نے جھگڑا نہیں کیا ہے لیکن میں تمہاری عبادت دیکھنا چاہتا تھا کہ تین دن نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے آپ کے لئے بشارت دی یہ کس عمل کی وجہ سے ہے اس شخص نے کہا کہ میں تو عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا ہوں اور پھر صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا ہوں اس کے علاوہ میرا کوئی عمل نہیں۔ لیکن رخصت ہوتے وقت بتایا کہ عمل تو یہی ہے لیکن دل میں کسی کے لئے کینہ، حسد وغیرہ نہیں ہے۔ میں نے کہا بس یہی ہے بشارت کی وجہ کہ تم نے تخلیہ کیا ہے اگر چہ تحلیہ نہیں کیا ہے۔ تحلیہ بھی اچھا ہے لیکن اس سے پہلے تخلیہ ضروری ہے۔ تخلیہ کے بہت سے فوائد ہیں پھر جب اس کے ساتھ تحلیہ بھی مل جائے تو پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو علم لدنی عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فراست عطا فرماتا ہے۔ ﴿ اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله ﴾۔ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ یہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

محترم حضرات! محترم طالب علم بھائیوں:

اپنے آپ کو برائیوں سے پاک کرکے تخلیہ حاصل کرو۔ اچھے اخلاق اور اعمال کے ساتھ اپنے آپ کو موصوف کرو۔ تاکہ تحلیہ حاصل ہو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں بھلائیاں عطا فرمائے گا۔ یہ اعرابی لوگ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے عجیب عجیب سوالات کرتے تھے۔ ایک دن ایک اعرابی نے سوال کیا۔ یارسول اللہ ﷺ متی الساعة؟ اے اللہ کے رسول ﷺ قیامت کب ہوگی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے اس اعرابی نے کہا کہ کچھ بڑی تیاری تو نہیں کی ہے الا انی احب الله و رسوله لیکن میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کو بشارت دی کہ المرء مع من احب آدمی قیامت میں

اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے۔ اب آپ خود سوچیں کہ آپ کی محبت کس کے ساتھ ہے۔ انگریزوں کے ساتھ یا مسلمانوں اور علماء کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں علماء کے ساتھ محبت عطا فرمائے۔ میں کبھی کبھی کہتا ہوں کہ ہم عبادت نہیں کر سکتے کیونکہ دنیاوی مصروفیات بہت زیادہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاء اللہ کی محبت عطا فرمائے۔ امام شافعیؒ کا ایک شعر ہے۔ احب الصالحین و لست منهم میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ محبت کرتا ہوں اور ان میں سے نہیں ہوں، لعل الله یرزقنی صلاحًا۔ امید ہے اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے مجھے بھی اچھائی عطا فرمائے۔

محترم حضرات!

اچھے لوگوں کیساتھ صحبت کرو، دین سیکھ لوگے۔ اخلاق سیکھ لوگے، اٹھنا بیٹھنا سیکھ لوگے، برے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا چھوڑو۔ ان سے کیا سیکھ لوگے اپنا وقت فضول میں برباد کروگے۔ صلحاء کے طور طریقوں کو اپناؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ان جیسا کردے گا۔ حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں جو جادوگر آئے تھے۔ وہ سب مسلمان ہوگئے اور یہ اقرار کیا کہ ﴿اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى﴾ مفسرین حضرات یہاں ایک نکتہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہ ایمان ان جادوگروں کو اس وجہ سے ملا کہ انہوں نے اپنی ہیئت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی بنائی تھی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو پسند آئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے محبوب رسول کی ہیئت میں دیکھ کر اپنے محبوب جیسا ایمان بھی عطا فرمایا۔

باب قول الله تعالىٰ ونضع الموازين القسط:

اب امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اعمال کو قیامت کے دن وزن کیا جائے گا تاکہ

ہلکے ہونے اور بھاری ہونے کا پتہ چلے۔ان ہی اعمال میں ایک عمل قرأت قرآن بھی ہے اس لئے قرأت قرآن کے لئے خفت بھی ثابت ہوئی اور ثقل بھی ثابت ہوااور یہ علامت ہے حدوث کی پس قرأت حادث ہے اور مقروقدیم ہے کیونکہ مقرو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس لئے وہ قرآن مقروّوزن کئے جانے سے بری ہے اور خالی ہے اور پاک ہے حکمت میزان (۱)اظہارصفت عدل۔حدیث قدسی ہے کنت کنزاً مخفیاً فاردت ان اظہر۔ جنت مظہر فضل ہے اور جہنم مظہر عدل ہے اس بارگاہ میں ظلم کا نام ونشان نہیں (۲) دوسری حکمت وزن کرنے کی اتمام حجت ہے صالحین اور عاصیین دونوں کے لئے کہ فلاں صالح کو اتنا اونچا درجہ کیوں دیا گیا اور فلاں عاصی کو اتنا زیادہ گرایا کیوں گیا؟ اس کی وجہ میزان بتلا دے گی کہ اس کے عمل کتنے وزن والے ہیں اور دوسرے کے کتنے وزن والے ہیں (۳) ہر ایک اپنے اخلاص اور خشوع اور آداب کی مقدار اس میزان کی وجہ سے جان لے گا فسوف تریٰ اذا انکشف الغبار۔ افرس تحت رجلك ام حمار۔ یہ شعر اس شخص کو کہا گیا جو غبار کی وجہ سے سمجھ رہا تھا کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں حالانکہ وہ گدھے پر سوار تھا۔

وزن اعمال کی صورت کیا ہوگی؟

شبہ ہوتا ہے کہ عمل تو صفت ہے وزن والی چیز نہیں ہے اس لئے اس کو تولا نہیں جا سکتا۔ جواب یہ ہے کہ آج کل لمبائی کو گزوں سے ناپا جاتا ہے اشعار کو علم عروض سے ناپا جاتا ہے حرارت کو تھرمامیٹر سے ناپا جاتا ہے بجلی کو بجلی کے میٹر سے ناپا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اعمال کو ناپیں گے پھر اس ناپنے کی صورت کیا ہوگی؟ اس میں تین قول ہیں (۱) اعمال کو جسم

بنا دیا جائے گا اور تولا جائے گا (۲) ان کاغذوں کا وزن کیا جائے گا جن میں یہ اعمال لکھے ہوئے ہوں۔ (۳) اللہ تعالیٰ کچھ اجسام اچھی شکل والے اور کچھ اجسام بری شکل والے بنائیں گے اچھے اعمال روح کی طرح اچھے اجسام میں پھونکے جائیں گے اور برے اعمال روح کی طرح برے اجسام میں پھونکے جائیں گے اور ان اجسام کو تولا جائے گا۔ عدد میزان۔ اس میں دو قول ہیں (۱) موازین اپنے ظاہر پر ہے بہت سے ترازو ہوں گے (۲) ایک ہی میزان ہوگی اور جمع عباد کے لحاظ سے ہے کہ چیزیں بہت سی تولی جائیں گی کس کے لئے ہوگی دو قول ہیں (۱) امام بخاری کا قول بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سب عباد کے لئے میزان ہوگی (۲) راجح عند الجمہور یہ ہے کہ ایک حدیث کی وجہ سے ستر ہزار بلا صحیفہ و بلا میزان جنت میں جائیں گے سوال: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کافروں کے بارے میں فلا نقیم لهم يوم القيامة وزناً جواب علامہ محلی نے تصریح فرمائی ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ ان کی عزت نہ ہوگی۔ و قال مجاهد القسطاس العدل بالرومية: اس قول کے نقل کرنے سے امام بخاری کی غرض اس آیت کی تفسیر ہے و اوفو الكيل اذاكلتم وزنوا بالقسطاس المستقيم پھر یہ لفظ قسطاس قاف کے ضمہ اور کسرہ دونوں میں قسطاس عدل کے معنی میں ہے اس لئے دونوں لغتوں میں توافق ہوگیا۔ ويقال القسط مصدر المقسط و هوا العادل شبہ ہوتا ہے کہ مقسط کا مصدر تو اقساط ہوتا ہے قسط نہیں ہوتا جواب یہ ہے کہ زوائد کو حذف کردیں تو قسط رہ جائے گا اس لئے قسط کو مقسط کا مصدر قرار دیا۔

وزن والی حدیث کو اخیر میں کیوں لائے؟

(۱) من کان اخر کلامه لا اله الا الله دخل الجنة پر عمل کرتے

ہوئے ذکر والی حدیث کو امام بخاریؒ اپنی کتاب کے اخیر میں لائے۔ (۲) اس آیت پر عمل کرتے ہوئے جو سورۃ نصر میں ہے فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا کیونکہ اس آیت میں نبی پاک ﷺ کو حکم ہے کہ فتح مکہ اور لوگوں کے کثرت سے ایمان لانے کے بعد آپ اپنا وقت اخیر سمجھیں اور تسبیح و تہلیل و تحمید والی روایت رکھ دی۔ (۳) و سبح بحمد ربك حين تقوم کی تفسیر ایک یہ بھی کی گئی ہے حين تقوم من المجلس اس لئے جیسے مجلس کے اخیر میں تسبیح مستحسن ہے ایسے ہی امام بخاریؒ نے بھی اپنی کتاب کے اخیر میں تسبیح و تحمید والی حدیث کو مستحسن شمار فرمایا (۴) حدیث شریف میں ہے کہ اخیر مجلس میں یہ پڑھنا کفارہ مجلس ہے سبحٰنك اللّٰهم و بحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك و اتوب اليك اس حدیث پاک پر عمل کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے اخیر میں تسبیح و تحمید والی حدیث رکھی۔ (۵) قرآن پاک میں ہے کہ اہل جنت اپنی مجالس کے اخیر میں پڑھا کریں گے۔ واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔ اس آیت پر عمل کرتے ہوئے امام بخاری نے اخیر میں حمد والی حدیث پاک رکھی۔ (۶) دنیا کے امور کا آخری کام ثقل المیزان ہے اس کے بعد تو خالص آخرت ہے اس مناسبت سے کتاب کے اخیر میں ثقل المیزان والی حدیث پاک رکھی امام بخاری نے۔ (۷) سورۃ الرحمٰن کے اخیر میں ہے تبارك اسم ربك ذى الجلال و الاكرام جلال میں صفات سلبیہ کی طرف اشارہ ہے جن میں تنزیہہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب عیبوں سے پاک ہیں۔ یہی بات سبحان اللہ میں ہے اور الاکرام میں صفات ثبوتیہ کی طرف اشارہ ہے جو صفات جمالیہ بھی کہلاتی ہیں و بحمدہ میں صفات ثبوتیہ اور جمالیہ ہیں اس لحاظ سے امام بخاری نے سورۃ الرحمٰن کے اختتام کا طرز اپنی کتاب کے اختتام میں لیا۔

صحیح بخاری کی ابتداء اور انتہا میں مناسبت:

(۱) سب سے پہلے باب ہے کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ شریعت وحی پر موقوف ہے اور پھر وحی اللہ تعالیٰ کی صفت کلام پر موقوف ہے اس لئے آخری باب میں کلام کا مسئلہ کہ قرأت حادث ہے اور مقرو کلام اللہ قدیم ہے اس لحاظ سے صحیح بخاری کے شروع اور اخیر میں مناسبت ہوگئی (۲) بخاری شریف کی ابتداء میں اول الاعمال ہے یعنی ایمان اور اخیر باب میں آخری عمل ہے تسبیح وتحمید جیسا کہ سورۃ النصر میں ارشارہ ہے۔(۳) شروع میں نیت والی حدیث ہے انما الاعمال بالنیات اور اخیر میں ثقل اعمال کا ذکر ہے نیت کے عمدہ ہونے سے بھی اعمال میں ثقل ہوتا ہے اس لئے نیت والی حدیث اور ثقیلتان فی المیزان میں مناسبت ہوگئی۔ کلمتان اس میں جزء بول کر کل مراد ہے کیونکہ سبحان اللہ وبحمدہ پوری کلام ہے اور سبحان اللہ العظیم بھی پوری کلام ہے جیسے کلمہ شہادت میں بھی کلمہ بول کر کلام مراد ہے۔ کیونکہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدًا عبدہ و رسولہ پوری کلام ہے پھر کلمتان کی ترکیبیں کی گئی ہیں (۱) کلمتان اپنی تین صفتوں حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان کے ساتھ خبر مقدم ہے اور خبر کا مقدم کرنا شوق دلانے کے لئے ہے کہ مبتدا مؤخر بہت قیمتی چیز آرہی ہے جیسے اس شعر میں ہے ثلٰثة تشرق الدنیا ببھجتھا۔ شمس الضحی و ابواسحق و القمر (۲) دوسری ترکیب شیخ ابن الہمام نے بیان فرمائی ہے کہ کلمتان اپنی تینوں صفتوں کے ساتھ مل کر مبتداء ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اصل یہی ہے کا ابتداء پہلے ہو دوسرے اس وجہ سے کہ

کلمتان کا فائدہ تین صفات کی وجہ سے ہے اور سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کا فائدہ خود ان دونوں کی ذات سے اس لئے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کا خبر بننا ہی اولیٰ ہے کیونکہ کلام میں اصل فائدہ خبر ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ حبیبتان یہ محبوبتان کے معنی میں ہے کیونکہ اس میں صفات جلالیہ اور جمالیہ جمع ہیں جیسے ابھی گزرا۔ الی الرحمن لفظ رحمٰن اختیار فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ رحمٰن میں وسعت ہے یعنی وہ ایسی ذات ہے جو عمل قلیل پر ثواب کثیر عطا فرماتا ہے۔

خود کہ یابی ایں چنیں بازار را
کہ بیک گل می خری گلزار را

خفیفتان علی اللسان سهل النطق بھی ہیں اور سریع النطق بھی ہیں ثقیلتان فی المیزان کیونکہ ثواب بہت زیادہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا کہ نیکی ثقیل ہوتی ہے کیونکہ کڑواہٹ حاضر ہوتی ہے اور مٹھاس جو آخرت میں ملنے والی ہے وہ غائب ہوتی ہے حاضر کڑواہٹ کی وجہ سے کہیں چھوڑ نہ دینا اس کے برعکس گناہ کی مٹھاس حاضر ہوتی ہے دنیا میں اور کڑواہٹ یعنی عذاب غائب ہوتا ہے کیونکہ وہ آخرت میں ہوتا ہے کہیں موجود مٹھاس کو دیکھ کر کر نہ لینا۔

تسبیح مکرر کیوں ہے؟

(۱) اللہ تعالیٰ کی پاکی کے منکر کافر بہت زیادہ ہیں اس لئے سبحان اللہ دو دفعہ رکھا گیا۔ (۲) عیبوں سے پاک ہونا جو سبحان اللہ میں ہے یہ ہماری عقل میں آجاتا ہے اور حق تعالیٰ کے کمالات جو بحمدہ میں ہیں ہماری عقل سے اونچے ہیں اس لئے سبحان اللہ زیادہ

پڑھنا اور زیادہ سوچنا چاہیے۔ (۳) تسبیح کبھی امید کی وجہ سے ہوتی ہے اور امید حمد میں ہے کبھی تسبیح خوف سے ہوتی ہے اور خوف عظمت اور اللہ تعالیٰ کے استغناء کو سوچنے سے ہوتا ہے اس لئے بھی تسبیح رددفعہ ہے۔

فضائل تسبیح وتحمید:

(۱) فی مسلم عن سمرۃ مرفوعا افضل الکلام۔ فی روایۃ احب الکلام سبحان اللہ و الحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر افضل اور احب کیوں فرمایا۔ اکابر کی کلام سے یہ وجہ ثابت ہوتی ہے کہ اعمال صالحہ تسبیح کی برکت سے عیبوں سے پاک کئے جاتے ہیں اور الحمدللہ کی وجہ سے وزنی بنتے ہیں اور لا الـــہ الا اللہ کی برکت سے قبول ہوتے ہیں اور تکبیر کی برکت سے رفع درجات کا سبب بنتے ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم میں بھی چاروں ذکر جمع ہیں کیونکہ سبحان اللہ میں لا الہ الا اللہ بھی ایک درجہ میں موجود ہے (۲) حضرت یونس علیہم السلام کی جنات لا الـــہ الا انـت سبـحـانك انی کنت من الظالمین سے ہوئی۔ (۳) روح المعانی میں پارہ ۱۹ میں روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا اڑتا ہوا تخت دیکھ کر کہا تھا سبحان اللہ ما ذا اوتی ال داؤد تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو جا کر فرمایا تھا لتسبیحۃ واحدۃ یقلبھا اللہ تعالیٰ خیر مما اوتی ال داؤد۔ کہ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا میری پوری سلطنت سے بہتر ہے (۴) جلالین میں فـاذکرونی اذکرکم (پارہ ۲۵) کے ماتحت یہ حدیث قدسی نقل کی گئی ہے من ذکر نی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی و من ذکر نی فی ملاء ذکرتہ فی ملاخیر من ملائہ۔

الوداعی نصیحتیں:

(۱) والذین ھم عن اللغو معرضون اور حدیث پاک میں ہے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔ مجھے میرے شیخ ومرشد حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وقت ضائع نہ کرنا مجھے اس سے بہت زیادہ فائدہ ہوا بہت کام کرنے کا موقعہ ملا۔

اے خواجہ چہ پرسی شب قدر نشانی
ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی

(۲) اکثروا ذکر ھاذم اللذات الموت۔ گناہ چھوڑنے کی ایک اہم تدبیر یہی ہے کہ روزانہ ایک وقت مقرر کر کے سوچے کہ میں مر چکا ہوں قبر میں سوالات ہو رہے ہیں پھر قیامت میں سب کے سامنے پوچھ ہو رہی ہے عذاب کا اندیشہ ہے۔ بلکہ جب آسمان پر نظر پڑے تو جنت کا تصور کرے کیونکہ وہ آسمان پر ہے اور جب زمین پر نظر پڑیں تو سوچے کہ میرے پاؤں کے نیچے نامعلوم کتنے دفن ہیں۔

کل پاؤں ایک کاسہ سر پر جو آ گیا
یکسر وہ استخوان شکستہ سے چور تھا
بولا ذرا سنبھل کے چلو راہ بے خبر
میں بھی کبھی کسی کا سر پُر غرور تھا

اور قبر کو دیکھ کر تو ضرور ہی اپنی موت یاد کرنی چاہیے۔ (۳) ہر وقت یہ حدیث پیش نظر رکھے کہ دین کا اونچا مقام احسان ہے اس کے معنی ہیں ان تعبد اللہ کانک تراہ

فانه یراک راجح یہ ہے کہ اس حدیث میں ایک ہی درجہ ہے کہ دارومدار اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے میں ان کو دنیا میں دیکھوں یا نہ دیکھوں گویا اس آیت کا تصور ہر وقت رکھے۔ الم یعلم بان اللہ یری ایک بزرگ کے پاس کچھ سالکین دینی ترقی کے لئے آئے ان کو چالیس دن یہ مراقبہ کرنے کا حکم دیا کہ اس آیت کو پڑھو اور اس کے معنی سوچو الم یعلم بان اللہ یری پھر ان کا امتحان لیا کہ ہر ایک کو ایک ایک کبوتر اور ایک ایک چھری دی کہ چھپ کر ذبح کرلاؤ کوئی جھاڑی کے نیچے کوئی دیوار کے پیچھے کوئی کمرے میں چھپ کر ذبح کرلایا لیکن ایک شخص زندہ کبوتر لے آیا اس سے دریافت فرمایا کہ تم زندہ کیوں لے آئے عرض کیا کہ مجھے چھپنے کی جگہ ہی نہیں ملی جہاں جاتا ہوں اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے تو فرمایا کہ تو کامیاب ہوا باقی سب ناکام ہوئے۔ حدیث شریف میں ہے والحیاء شعبة من الایمان۔ حیاء کا اونچا مقام یہی ہے کہ ہر وقت دل میں یہ تصور پختہ رہے کہ ان مولاك یراك حیث نھاك کہ جہاں جانے سے مولا نے روکا ہے وہاں وہ دیکھ بھی رہے ہیں کہ تم جاتے ہو یا کہ نہ۔ (۴) یہ نصیحت شروع میں ہو چکی ہے کہ گناہ بالکل نہ کرے یہ تو اپنے گھر سانپ اور بچھو لانا ہے سب نیک کاموں میں اللہ کی رضا یا جنت حاصل کرنے یا عذاب سے بچنے کی نیت کرکے کہ یہ تینوں نیتیں اخلاص میں داخل ہیں اور جائز کام جو اینٹ اور پتھر جمع کرنے کی طرح ہیں ان میں بھی عبادت کی تیاری کی ہمیشہ نیت کرنی چاہیے۔ تاکہ یہ اینٹ اور پتھر سونا اور چاندی بن جائیں۔ جو دنیا اور قبر اور ہمیشہ کی آخرت میں کام آنے والے ہیں یہ کیمیا گری اس حدیث پاک میں مذکور ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ ایسا کرنے سے ۲۴ گھنٹے نامہ اعمال میں عبادت ہی عبادت لکھی جائے گی۔ (۵) ہر وقت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کوئی نہ کوئی ذکر ضرور کرتے رہیں یا تلاوت کرتے رہیں یہی طریقہ تھا نبی پاک

ﷺ کا کیونکہ ابوداؤد کی روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ عَلیٰ کُلِّ اَحْیَانِہٖ اور ہمیں بھی یہی حکم فرمایا لَایَزَالُ لِسَانُكَ رَطْباً بِذِکْرِ اللّٰہِ اگر یاد نہ رہے تو ہاتھ میں تسبیح رکھیں کسی کے مذاق اڑانے کی پرواہ نہ کریں حقیقت میں وہ پہلی غفلت پر ہنستا ہے اسی لئے جو پہلے سے تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں ان پر کوئی نہیں ہنستا جو نیا ہاتھ میں تسبیح رکھنی شروع کرتا ہے اس پر بعض بے وقوف ہنستے ہیں اگر حکومت کسی کو کہہ دے کہ اگر ہاتھ میں تسبیح چھوڑ دیں گے بڑی نہ رکھ سکیں تو چھوٹی رکھیں یا پھر چھوٹی سی تسبیح مٹھی میں بند رکھیں۔ اگر کوئی شک روزانہ دفتر جانا شروع کردے کیونکہ اس کو دس ہزار ماہوار کی ملازمت مل گئی ہو اس کو دفتر جاتے دیکھ کر کوئی ہنسے کہ دس ہزار کے لالچ میں دفتر جاتے ہو تو یہ شخص اس کے ہنسنے سے یہ ملازمت چھوڑ نہیں دیتا کہ لوگ ہنستے ہیں ایسے ہی تسبیح کی برکت سے روزانہ کروڑوں کمائے جاسکتے ہیں کیونکہ روح المعانی پارہ ۱۹ میں ایک روایت منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا اڑتا ہوا تخت دیکھ کر ایک دیہاتی نے کہا تھا سبحان اللہ ماذا اوتی ال داؤد اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ لتسبیحة واحدة یقلبها اللّٰه تعالیٰ خیر مما اوتیٰ ال داؤد (۶) ہمارے استاد حضرت مولانا قاضی قمرالدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ علماء میں اگر استعداد بھی اچھی ہو اور لوگوں سے وہ استغناء سے رہیں تو وہ بادشاہ ہیں اس لئے علماء کو کبھی بھی چندہ کے لئے امراء کے دروازے پر نہ جانا چاہیے مسجد میں یا جلسہ میں صرف عام اعلان کردینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر غیر علماء کریں تو زیادہ اچھا ہے اور استعداد مطالعہ اور درس وتدریس سے بڑھتی ہے اس کا ہمیشہ اہتمام ہونا چاہیے (۷) جب جاہ علماء کے دین کو برباد کرتی ہے اس کو چھوڑنا نہایت ضروری

ہے حدیث شریف میں ہے کہ دو بھوکے بھیڑیے اگر بھیڑ بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا حب شرف اور حب مال کرتے ہیں۔ بڑائی اور نام کی خواہش اور شہرت کی طلب پوری عمر کی محنت کو برباد کرتی ہے دوسرے اچھا سمجھیں بھلا یہ بھی کوئی کمال ہوسکتا ہے یہ تو دوسروں کے اختیار میں ہے۔ (۸) ظاہری تعلیم کے دوران اگر اصلاح باطن کا موقعہ نہیں ملا تو اب سستی نہیں کرنی چاہیے۔ فارغ ہوتے ہی کسی شیخ کامل سے اخلاق کی اصلاح کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

بے عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

(۹) حق تعالیٰ نے ہمیں اہل حق کا مسلک عطا فرمایا ہے الحمدللہ علی ذالک اس مسلک پر مضبوطی سے قائم رہ کر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے لئن شکرتم لازیدنکم۔ اس کا طریق یہ ہے کہ اپنے اساتذہ اور اکابرین سے تعلق رکھنا چاہیے۔ خصوصاً شیخ باطن سے تاکہ دین مضبوط رہے اور مسلک میں کمزوری نہ آئے۔ (۱۰) فارغ ہو کر کسی نہ کسی دینی کام میں لگ جانا چاہیے۔ یہ نہ سوچے کہ کسی بڑے مدرسہ کا شیخ الحدیث لگایا جائے تو کام کروں گا ورنہ نہیں۔ ڈی سی کی جگہ بھی مل رہی ہو اور مؤذن کی جگہ بھی تو میرے نزدیک مؤذن کی جگہ بہتر ہے امامت تو گورنری سے بہتر ہے۔ تدریس صدر پاکستان کے عہدہ سے اونچی ہے مفتی اور شیخ باطن کے اونچے مقام کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ہے تنخواہ لینے سے ثواب میں کمی نہیں آتی جبکہ اصل نیت دین کی خدمت کی ہو اس لیے یہ ہرگز نہ سوچیں کہ کاروبار کے ساتھ ایک دو گھنٹے پڑھا دیا کریں گے اس میں عموماً ناکامی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص سے نوازیں اور ہماری دینی کوششیں قبول فرمائیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالی علی سید المرسلین وخاتم النبیین محمدٍ وعلی الہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

یک چشم زون غافل ازاں شاہ نہ باشی

شاید کہ نگاہ کند آگاہ نہ باشی

ترجمہ: ایک آن بھی رحمن سے غافل نہ چلوتم شاید کہ توجہ کریں اور سوئے رہوتم۔

آخر میں مجلس میں موجود علمائے کرام نے عرض کیا کہ حضرت ہمیں اور ان طالب علموں کو اجازت حدیث عنایت فرمائیں۔

ارشاد فرمایا: کہ میری طرف سے آپ سب حضرات کو اجازت ہے۔جس طرح ہمیں ہمارے اساتذہ کرام نے اجازت دی تھی۔

سلسلۂ سند: میں نے بخاری شریف وترمذی شریف اور بقیہ صحاح ستہ کی کتابیں سماعاً و قراءۃً پڑھیں تھیں ۔شیخ المشائخ حضرت مولانا قاضی قمر الدین صاحب چکڑالوی سے انہوں نے شیخ المشائخ حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری سے انہوں نے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب سے انہوں نے سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے اور انہوں نے مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے نور اللہ مراقدھم۔

تیرہویں مجلس

۱۹۵۶ء مقام ریلوے کالونی پشاور بعد عشاء

شیخ المشائخ، عمدۃ المحدثین، زبدۃ الکاملین، شاہ ولی اللہ سرحد، قطب وقت، عارف باللہ، ابوذرِ زمانہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی قدس اللہ سرہ العزیز پشاور تشریف لائے تھے اور رات کو قیام شیخ الحدیث حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ کی مسجد میں تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد کثیر تعداد میں علماء کرام حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی زیارت وقدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ بعض نمایاں شخصیات جو اس مجلس میں موجود تھیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب سول کوارٹرز شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبداللطیف صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا میاں محمد جان صاحب غلجی کنڈر خیل، شیخ الحدیث مولانا فضل مولیٰ صاحب نور اللہ مراقدھم۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ حضرت یہ مولانا صاحب بیعت کرنا چاہتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مولانا صاحب کو بیعت فرما کر ارشاد فرمایا:

اسباق سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ:

ارشاد فرمایا! کہ حضرات علماء کرام اور میرے عزیزوں! سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا طریقہ تعلیم وتشریح اسباق بیان کرنے کا یہ مقصد نہیں کہ لوگ تعلیم شیخ کے بغیر ان اسباق کی

ترکیب واثرات پڑھ کر اپنی سمجھ کے مطابق عمل کر کے اپنی رائے سے ان کی تکمیل تجویز کرتے جائیں بلکہ طالب حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی مجاز سلسلہ شیخ کے ہاتھوں پر بیعت کر کے طریقہ اخذ کرے اور جس طرح اس کا شیخ اس کو سلسلہ عالیہ کے اسباق کی تعلیم دیتا رہا ہے اس کے ارشاد کے مطابق عمل کرتا رہے اور اپنے احوال اپنے شیخ کی خدمت میں پیش کرتا رہے تاکہ شرِ نفس وشیطان سے محفوظ رہے۔

اسباق کی تشریح بیان کرنے کا یہ مقصد ہے کہ شیخ جب کسی مرید کو کسی سبق کی تعلیم دے تو وہ اس کی نیت وطریقہ وغیرہ اس سے سمجھ سکے اور صرف اپنے متعلقہ اسباق کے اثرات کو اس میں پڑھ کر اطمینان کر سکے کہ اس کے عمل کے اثرات صحیح انداز پر مرتب ہو رہے ہیں یا نہیں۔ اگر اثرات محسوس نہ ہوں تو عمل میں جس قسم کی کوتاہی ہو رہی ہو اس کا تدارک کر سکے اور اپنے شیخ سے رجوع کر کے اس کی دعا وتوجہات وتعلیمات سے مستفیض ہو سکے۔ اگر کوئی طالب علم اپنے نفس کے تابع ہو کر اپنی مرضی سے ان اسباق کو کرے گا تو بجائے فائدہ کے نقصان کا خطرہ رہے۔

واضح ہو کہ مشائخ کرام نے صفائی باطن کے تین طریقے مقرر کیے ہیں۔ پہلا طریقہ ذکر ہے خواہ اسم ذات کا ذکر ہو یا نفی اثبات کا، دوسرا طریقہ مراقبہ اور تیسرا طریقہ رابطہ شیخ ہے۔ جس قدر ان امور میں کمی ہوگی اسی قدر راستہ کے طے کرنے میں دیر لگے گی۔ ان تینوں طریقوں کا بیان یہ ہے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں سب سے پہلے لطائف میں اسم ذات کا ذکر کرتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے۔

سبق (۱) لطیفہ قلب:

انسان کے جسم میں دل کا مقام بائیں بستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے۔ پیر کو چاہیے کہ اپنے بائیں ہاتھ کی دو انگلیاں مرید کے بائیں پستان کے ذرا نیچے پہلو کی طرف چوڑائی میں رکھ کر دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کا سرا ان انگلیوں کے ساتھ ملا ہوا رکھ کر (یا صرف اندازہ سے دو انگشت کے فاصلہ پر رکھ کر) بتائیے کہ یہ قلب (دل) کا منہ ہے، پیر اس جگہ پر انگشت شہادت کا دباؤ دے کر اسم ذات ''اللہ'' تین مرتبہ زبان سے کہے اور مرید کے دل میں توجہ رکھے، پھر انگلی اٹھالے اور ذکر کی ترکیب اس طرح بتائے کہ جب دنیاوی کاموں سے فرصت پائے تو باوضو تنہائی میں قبلہ رو بیٹھ کر زبان تالو سے لگائے اور دل کو تمام پریشان خیالات وخطرات سے خالی کر کے پوری توجہ اور نہایت ادب کے ساتھ اپنے خیال کی توجہ دل کی طرف اور دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھے۔ کہ وہ ایک ذات ہے جو تمام کامل صفتوں والی ہے اور ہر قسم کے نقائص وعیوب سے پاک ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔ نیز خیال کرے کہ جس جگہ مرشد نے انگلی رکھی ہے وہاں قلب کہ منے میں گویا سوراخ ہو گیا ہے اور اس سوراخ سے میرے دل میں فیضان الٰہی کا نور آرہا ہے اور دل کے زنگ وظلمات وکدورات اس نور کی برکت سے دور ہو رہے ہیں اور دل اس کے شکریہ میں اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔ اس خیال کے ساتھ نور کو اپنے دل میں کھینچ کر لائے اور اس ذکر کے خیال میں اتنا محو ہو جائے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے اس کو استغراق کہتے ہیں اور یہ ایک اچھی حالت ہے لیکن اگر ادھر ادھر کے خیالات آئیں تو ان کو ہٹانے کی کوشش کرے یعنی، اپنی توجہ ان خیالات سے ہٹا کر ذکر اور حصول فیضان کی طرف لگائے کہ یہ مجاہدہ استغراق

سے کہیں افضل ہے۔

ذکر کرتے وقت خواہ دوزانو بیٹھے یا مربع یعنی چوکڑی مار کر بیٹھ جائے، آنکھیں بند کرلے، ناک سے سانس حسب معمول آتا جاتا رہے، کچھ دیر تسبیح کے ساتھ اس طرح ذکر کرے کہ تسبیح کا دانہ ہاتھ سے جلدی جلدی چلاتا جائے اور دل پر اللہ اللہ کا خیال گزارتا جائے، زبان یا حلق وغیرہ سے نہ کہے بلکہ زبان تالو سے لگی رہے۔ آنکھیں بند رہیں، دل کی طرف گردن جھکی ہوئی ہو، اگر برداشت ہو سکے تو سر اور منہ پر رومال وغیرہ ڈال لیں تاکہ خیالات منتشر ہونے سے امن رہے۔ اس طرح کم از کم دس تسبیح یعنی ایک ہزار اسم ذات کا ذکر کرے اور جس قدر زیادہ ہو سکے یا جس قدر شیخ ارشاد فرمائے ذکر کرے، پھر تسبیح رکھ کر اندازاً اتنی ہی دیر تک ذکر اور حصول فیض کے خیال میں بیٹھا رہے۔ اس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ فراغت کے بعد دعا مانگے، روزانہ ایک مخصوص وقت میں اس وظیفہ پر عمل کرتا رہے۔

نیز چلتے پھرتے، لیٹے، اٹھتے، بیٹھتے غرض یہ کہ ہر وقت دل میں ذکر کا خیال رکھے تاکہ ''ہاتھ کار میں اور دل یار میں مشغول'' کا مصداق ہو جائے اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ جاری ہو جائے۔ دل کے ذاکر ہونے کی کیفیت اکثر لوگوں کو نبض کی حرکت یا گھڑی کی ٹک ٹک وغیرہ کی مانند ہوتی ہے۔ ہدایت الطالبین میں ہے کہ ''حرکت ذکر از دل بسمع خیال برسد'' یعنی حرکت ذکر دل سے خیال کے تصور سے سنی جاتی ہے۔ مشائخ کرام اس حرکت پر اسم ذات کا تصور کرنے کی تلقین فرماتے ہیں تاکہ حدیث قدسی اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبدِیْ بِیْ (میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں) کا مصداق ہو جائے۔ دل کے جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لفظ مبارک ''اللہ'' خیال کے کان سے صاف طور پر سنا جائے محض لطیفہ کی حرکت مراد نہیں ہے۔ حافظ شیرازیؒ کے اس شعر میں بھی اس حرکت کی

طرف اشارہ ہے۔

کس ندانست کہ منزل گہ آن یار کجاست
ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

(کوئی نہیں جانتا کہ اس یار کی منزل کہاں ہے اتنا ہے کہ ایک گھنٹی کی آواز آرہی ہے)۔

اس ذکر پر اس قدر مداومت کرے کہ لطیفہ قلب اپنے مضغہ سے نکل کر اپنی اصل میں پہنچ جائے جس کی علامت یہ ہے کہ اس کی توجہ بلندی کی طرف مائل ہو جائے اور تمام جہات کی طرف سے بھول ہو جائے اور ذکر کے وقت اس کو ماسوا اللہ سے غفلت اور ذات حق کے ساتھ محویت ہو جائے اگرچہ تھوڑی دیر ہی کے لئے ہو۔ جب یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو سمجھ لے کشف نہ ہو کیونکہ کشف اس زمانے میں حلال اور طیب روزی نہ ملنے کی وجہ سے بہت کم ہوتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا کیفیات میں سے کچھ بھی نہ ہو تو غفلت دور ہو کر ہر کام کرتے وقت شریعت کی پابندی کا خیال رہنا، روز بروز عملی اصلاح، حالات میں تبدیلی، شریعت کی محبت میں ترقی وغیرہ امور حاصل ہو جاتے ہیں اور شہوت جو اس لطیفہ سے متعلق رکھتی ہے اور سالک کو اپنی طرف کھینچ کر محبوب حقیقی سے غافل کرتی ہے اس کی اصلاح ہو کر محبوب حقیقی کی محبت اور اس کی رضا جوئی کی طرف رغبت ہونے لگتی ہے۔ حصول فیض کا اظہار طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف طور پر ہوتا ہے۔ سالک کو ان واردات اور رنگوں وغیرہ میں مشغول نہیں ہونا چاہیے بلکہ تمام تر توجہ ذکر الٰہی کی طرف رکھنی چاہیے۔

نیز طالب کو چاہیے کہ دن رات میں کسی وقت حسب فرصت ایک سو دفعہ درود شریف اور ایک سو مرتبہ استغفار ایک نشست میں یا متفرق طور پر پڑھ لیا کرے۔

تنبیہ:

مرشد کو چاہیے کہ عورت کو ذکر اس کے دل کی جگہ پر انگلی رکھ کر نہ بتائے بلکہ پردے کے اندر زبانی تقریر یا محرم یا ذاکرہ عورت کے ذریعہ سے بتائے تاکہ شر سے محفوظ رہے۔ جب مرشد کو یہ اطمینان ہو جائے کہ مرید طالب صادق کا لطیفہ قلب ذکر الٰہی سے جاری ہو گیا ہے اور اپنی اصل میں پہنچ گیا ہے تو اس کو دوسرا سبق تلقین کرے۔

سبق ۲ لطیفہ روح:

اس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے۔ اس جگہ پر انگشت شہادت سے دباؤ دیکر اسم ذات اللہ کی تلقین کرے۔ جس طرح کہ لطیفہ قلب میں بیان ہوا ہے اس لطیفہ کے اپنی اصل میں پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ یہ لطیفہ بھی قلب کی طرح ذکر سے جاری ہو جاتا ہے اور جو کیفیات ذکر قلبی میں حاصل ہوئی ہیں ان میں زیادتی ہو جاتی ہے اور غصہ وغضب جو پہلے سے طبعیت میں ہے اس کی اصلاح ہو کر وہ شریعت کے تابع ہو جاتا ہے اس کے حصول کے بعد لطیفہ سر کے ذکر کی تعلیم دے۔

سبق ۳ لطیفہ سر:

اس کا مقام بائیں پستان کے برابر دو انگشت کے فاصلہ پر مائل بوسط سینہ ہے۔ اس میں بھی لطیفہ قلب و روح کی طرح ذکر تلقین کرے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس میں بھی ہر دو سابقہ لطیفوں کی طرح ذکر جاری ہو جاتا ہے اور کیفیات میں مزید ترقی ہو جاتی ہے، یہ مقام مشاہدہ اور دیدار کا ہے اس کے ذکر میں عجیب وغریب کیفیات ظہور میں

آتی ہیں۔اس میں حرص کی اصلاح ہوکر کاموں میں خرچ کرنے اور نیکیوں کے حاصل کرنے کی حرص پیدا ہوجاتی ہے اس لطیفہ کے اظہار کے بعد لطیفہ خفی کا ذکر بتائیے۔

سبق ۴ لطیفہ خفی:

اس کا مقام دائیں پستان کے برابر دو انگشت کچھ فاصلے پر مائل بوسط سینہ ہے۔ اس میں بھی حسب سابق ذکر تلقین کرے، اس ذکر میں یَا لَطِیْفُ اَدْرِکْنِیْ بِلُطْفِكَ الْخَفِیِّ کا پڑھنا مفید ہے۔اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس لطیفہ میں بھی ذکر جاری ہوجاتا ہے اور صفات رذیلہ حسد وبخل کی اصلاح ہوکر اس لطیفہ کے عجیب وغریب احوال ظاہر ہونے لگتے ہیں۔اس کے بعد لطیفہ اخفیٰ کا ذکر بتائیے۔

سبق ۵ لطیفہ اخفیٰ:

اس کا مقام وسط سینہ ہے اس میں بھی حسب سابق ذکر تلقین کرے۔اس کی سیر اعلیٰ اور یہ ولایت محمد ﷺ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام خاصہ کا مقام ہے۔اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس لطیفہ میں بھی ذکر جاری ہوجاتا ہے اور تکبر وفخر وغیرہ رذائل کی اصلاح ہوکر قرب وحضور وجمعیت حاصل ہوجاتی ہے۔اگرچہ ہر لطیفہ کے ذکر میں قرب وحضور اور جمعیت حاصل ہوتی ہے لیکن لطیفہ اخفیٰ کا مقام تمام مقامات سے عالی ہے۔طُوْبٰی لِمَنْ لَّہٗ ھٰذَا لْمُقَامُ وَ لِمَنْ رَاٰہُ (اس شخص کے لئے خوش بختی ہے جس کے لئے یہ مقام ہے اور جس نے اس کو دیکھ لیا) اس کے بعد لطیفہ نفس کا ذکر تلقین کرے۔

سبق ٦ لطیفہ نفس:

اس کے مقام میں صوفیائے کرام نے اختلاف کیا ہے بعض کے نزدیک ناف سے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر ہے لیکن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ کے نزدیک اس کا مقام وسط پیشانی ہے۔ محققین نے اس میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ پیشانی پر اس کا سر اور زیر ناف اس کا دھڑ ہے۔ اس میں بھی بطریق سابق ذکر تلقین کرے۔ اگرچہ اس کی حرکت چنداں محسوس نہیں ہوتی پھر بھی جذب وشوق سے خالی نہیں رہتا۔ اس کی اصلاح کی علامت یہ ہے کہ نفس سرکشی کی بجائے ذکر کی لذت سے سرشار ہو جاتا ہے اور ذکر میں ذوق وشوق ومحویت بڑھ جاتی ہے۔ بعد ازاں لطیفہ قالبیہ کا ذکر سکھائے۔

سبق ۷ لطیفہ قالبیہ:

اس کو سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں۔ اس کا مقام ومحل تمام بدن ہے یعنی روئیں روئیں سے ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ کبھی سلطان الاذکار کی جگہ وسط سر (بالائے دماغ) میں مقرر کرتے ہیں اور انگلی رکھ کر توجہ دیتے ہیں اس سے بھی بفضلہٖ تعالیٰ تمام بدن میں ذکر جاری ہو جاتا ہے اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ سالک کے جسم کا گوشت پھڑکنے لگتا ہے۔ کبھی بازو میں، کبھی ٹانگ میں اور کبھی جسم کے کسی حصہ میں اور کبھی کسی حصہ میں۔ حتیٰ کہ کبھی کبھی تمام جسم ذکر کے ساتھ حرکت کرنے لگتا ہے اور سالک ایک عجیب کیفیت وذوق محسوس کرتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

سبق ۸ ذکر نفی اثبات:

قبل ازیں لطائف سبعہ کا بیان ہوا۔ ان لطائف میں ذکر جاری ہونے کے بعد نفی

اثبات (لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ) کا ذکر حبس دوم کے ساتھ (یعنی سانس روک کر) کرتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اول اپنے سانس کو ناف کے نیچے بند کرے یعنی اندر کی جانب خوب سانس کھینچ کر ناف کی جگہ پر روک لے اور خیال کی زبان سے کلمہ لا کو ناف سے نکال کر اپنے دماغ تک پہنچائے اور لفظ الہ کو دائیں کندھے پر لے جائیں اور لفظ الا اللہ کو عالم امر کے پانچوں لطائف میں سے گزار کر قوت خیال سے دل پر اس شد و مد کے ساتھ ضرب کرے کہ ذکر کا اثر تمام لطائف میں پہنچ جائے۔ اس طرح ہر دفعہ سانس روکنے کی حالت میں چند بار ذکر کرے۔ پھر سانس چھوڑتے وقت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه خیال کی زبان سے کہے۔ ذکر میں معنی کا خیال رکھنا شرط ہے کہ سوائے ذات حق کے کوئی مقصود نہیں ہے اور لا کے ادا کرتے وقت اپنی ہستی اور تمام موجودات کی نفی کرے اور الا اللہ کہتے وقت ذات حق سبحانہ کا اثبات کرے۔ ایک سانس میں طاق عدد ذکر کرنے کی رعایت کرے یعنی ابتداء میں تین بار پھر پانچ بار علی ہذا القیاس اپنی طاقت اور مشق کے مطابق بڑھاتا جائے حتی کہ ایک سانس میں اکیس بار تک پہنچائے۔ اگر طاق عدد کی رعایت ہو سکے تو مفید ہے شرط نہیں ہے۔ چند بار ذکر کرنے کے بعد نہایت عاجزی و انکساری سے حق سبحانہ وتعالیٰ کی جناب میں یہ التجا کرے "خداوندا! مقصود من توئی و رضائے تو مرا محبت و معرفت خود بدہ" (یا الٰہی! تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری ہی رضا کا طالب ہوں اپنی محبت و معرفت مجھے عنایت فرما) اگر اکیس بار تک پہنچایا اور کوئی فائدہ نہ ہوا تو پھر شروع سے یعنی تین بار سے بڑھا کر اکیس بار تک لے جائے، بازگشت، نگہداشت، وقوف قلبی، وقوف عددی وغیرہ کی رعایت کرے جن کی تفصیل آگے بیان کی جائیگی۔

اثرات:

اس ذکر کے اثرات یہ ہیں کہ اس سے حرارت قلب، ذوق وشوق، رقت قلب، نفی خواطر، زیادتی محبت حاصل ہوتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ کشف کے حاصل ہونے کا سبب ہو جائے چونکہ اس ذکر میں گرمی بہت ہوتی ہے اس لئے مرشد کو چاہیے کہ گرمیوں میں اس ذکر کی تلقین نہ کرے بلکہ سردیوں میں بھی سالک کی طبعیت کا اندازہ کرکے کمی بیشی کا حکم کرے۔حتیٰ کہ بعض بزرگوں نے اس ذکر کو پانی میں کھڑے ہوکر کیا ہے اگر سانس کا روکنا تکلیف دے تو ایسے شخص کو سردیوں میں بغیر سانس روکے اور بلا رعایت وقوف عددی اس ذکر کو کرنا چاہیے۔واضح ہو کہ یہ ذکر تمام سلوک کا مکھن ہے اس لئے طالب صادق کو اس کے حصول میں پوری کوشش کرنی چاہیے۔

سبق ۹ ذکر تہلیل لسانی:

اس ذکر کا طریقہ بھی وہی ہے جو اوپر نفی اثبات کے ذکر میں بیان ہوا مگر اس میں سانس نہیں روکا جاتا اور کلمہ لا الہ الا اللہ کا ذکر شرائط مذکورہ بالا کے ساتھ زبان سے کیا جاتا ہے خیال سے نہیں۔اس کی ادنیٰ تعداد گیارہ سو مرتبہ اور اعلیٰ پانچ ہزار مرتبہ ہے۔اگر ایک وقت میں نہ ہو سکے تو دن رات کے مفترق وقتوں میں پورا کرلے۔اس سے بھی زیادہ کرے تو زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔اس ذکر کو چلتے پھرتے، لیٹے بیٹھے، وضو سے یا بے وضو ہر وقت کرسکتا ہے البتہ باوضو ہونا افضل اور معنیٰ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

اثرات:

اس کے اثرات بھی حسب سابق ہیں۔ہر دو طریقہ کے ذکر نفی اثبات پر خطرات

کی نفی، حضور قلب، لطائف کی اپنے مقامات سے فوق الفوق کی طرف کشش اور دل پر فوق یا کسی اور جانب سے واردات کا نزول ہونا ہے۔ حتیٰ کہ واردات کا نزول ہو کر سالک پر فنا کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

نیات مراقبات

صفائی باطن کا دوسرا طریقہ مراقبہ ہے۔ دل کو وساوس وخطرات سے خالی کر کے فیض خداوندی اور رحمت الٰہی کا انتظار کرنا اور اس کے مورد پر وارد ہونے کا لحاظ کرنا مراقبہ کہلاتا ہے۔ جس لطیفہ پر فیض الٰہی وارد ہوتا ہے لطیفہ کو مورد فیض کہتے ہیں۔ اب مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم کے مراقبات کی نیات وکیفیات واثرات درج کئے جاتے ہیں۔

سبق ۱۰ مراقبۂ احدیت:

نیت:

فیض می آید از ذاتے کہ مستجمع جمیع صفات وکمالات است ومنزہ از ہر نقصان و زوال، مورد فیض لطیفہ قلب من است۔

''میرے لطیفہ قلب پر ذات والا صفات سے فیض آرہا ہے۔ جو تمام کمالات اور خوبیوں کی جامع ہے اور جملہ عیوب ونقائص سے منزہ وپاک ہے اور اسم مبارک کا مسمّٰی ہے'' زبان خیال کے ساتھ یہ نیت کر کے فیضان الٰہی کے انتظار میں بیٹھا رہے۔ اس مراقبہ میں جمعیت اور حضور قلب کی نسبت حاصل ہونے کی طرف توجہ رکھنی چاہیے اور تنزیہ و

تقدیس ذات حق سبحانہٗ کا پوری طرح خیال رکھنا چاہیے۔

اثرات:

خطرات قلبی کے بالکلیہ زائل ہونے یا کم ہونے کو جمعیت کہتے ہیں۔ مراقبہ احدیت میں سالک کو حق تعالیٰ کے ساتھ حضور اور اس کے ماسوا سے غفلت حاصل ہو جاتی ہے۔ حتی کہ کم از کم چار گھڑی تک خطرے وسوسے کے بغیر یہ حضور حاصل ہو جائے تو سمجھنا چاہیے کہ اس مراقبہ کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

مراقبات مشارب

مراقبہ حدیت کے بعد مراقبات مشارب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مشارب جمع مشرب کی ہے بمعنی راہ و گھاٹ۔ ان مراقبات کے ذریعہ سالک مقام فنا تک پہنچ جاتا ہے۔ اس لیے ان کو مشارب کہتے ہیں۔ عالم امر کے ہر لطیفہ کی اصل عرش دکے اوپر ہے چنانچہ لطیفہ قلب کی اصل تجلی افعال الٰہی ہے، لطیفہ روح کی اصل تجلی صفات ثبوتیہ ہے، لطیفہ سر کی اصل تجلی شیونات ذاتیہ ہے، لطیفہ خفی کی اصل تجلی سلبیہ ہے، لطیفہ اخفیٰ کی اصل تجلی شان جامع ہے۔ جب تک ہر لطیفہ نورانی ہو کر اپنی اصل تک نہ پہنچے اس لطیفہ کی فنا حاصل نہیں ہوتی۔ واضح ہو کہ جب تک ہر مراقبہ کا اثر سالک کے لطیفہ پر محسوس نہ ہو ہرگز دوسرے مراقبہ کی تلقین نہ کی جائے ورنہ ماسوا کا خیال دل سے کبھی دور نہ ہوگا اور اس کو مقام فنا تک جو ولایت کا پہلا قدم ہے رسائی نصیب نہ ہوگی۔

سبق ۱۱ مراقبہ لطیفہ قلب:

نیت:

سالک اپنے لطیفہ قلب کو آں سرور عالم ﷺ کے لطیفہ قلب مبارک کے مقابل تصور کر کے زبان خیال سے جناب الٰہی میں التجا کرے کہ:

الٰہی! فیض تجلیات افعالیہ کہ از لطیفہ قلب آں سرور عالم ﷺ در لطیفہ قلب حضرت آدمؑ افاضہ فرمودہ بحرمت پیران کبار در لطیفہ قلب من القا کن

''یا الٰہی! تجلیات افعالیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت ﷺ کے لطیفہ قلب سے حضرت آدمؑ کے لطیفہ قلب میں القا فرمایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ قلب میں بھی القا فرما دے''

اثرات:

اس لطیفہ کے مراقبہ میں اپنے افعال اور تمام مخلوق کے افعال سالک کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور ایک فاعل حقیقی کے فعل کے سوا اس کی نظر میں اور کچھ نہیں آتا۔ جب اس دید کا غلبہ ہو جاتا ہے تو سالک کائنات کی ذات وصفات کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات وصفات کا مظہر دیکھتا ہے اور ماسوا کو اس قدر بھول جاتا ہے کہ بتکلف یاد کرنے پر بھی یاد نہیں آتا اور دنیا کے غم وخوشی سے قلب متاثر نہیں ہوتا۔ اس کو فنائے لطیفہ قلب کہتے ہیں۔

سبق ۱۲ مراقبہ لطیفہ روح:

نیت:

سالک اپنے لطیفہ روح کو آں سرور عالم ﷺ کے لطیفہ روح کے مقابل تصور

کر کے زبان خیال سے بارگاہ الٰہی میں التجا کرے کہ:

الٰہی! فیض تجلیات ثبوتیہ کہ از لطیفہ روح مبارک آں سرور عالم ﷺ در لطیفہ روح حضرت نوحؑ و حضرت ابراہیمؑ افاضہ فرمودہ بحرمت پیران کبار در لطیفہ روح من القا کن

''یا الٰہی! تجلیات صفات ثبوتیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت ﷺ کے لطیفہ روح حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے لطیفہ روح میں القا فرمایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ روح میں بھی القا فرما دے''

صفات ثبوتیہ، حیوۃ، علم، قدرت، سمع، بصر، ارادہ وغیرہ ہیں۔

اثرات:

لطیفہ روح کی فنا اس وقت حاصل ہوتی ہے جب سالک کی نظر سے اپنی اور تمام مخلوقات کی صفات غائب ہو جائیں اور تمام صفات کی نسبت حق تعالیٰ ہی کی طرف نظر آئے۔ اس مقام میں جب سالک اپنے آپ سے اور تمام مخلوقات سے وجود کی نفی کرتا ہے جو کہ تمام صفات کی اصل ہے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے وجود کا اثبات نہیں کرتا تو ناچار توحید وجودی کا قائل ہو جاتا ہے۔

سبق ۱۳ مراقبہ لطیفہ سر:

نیت:

سالک اپنے لطیفہ سر کو آں سرور عالم ﷺ کے لطیفہ سر کے مقابل تصور کرکے زبان خیال سے بارگاہ الٰہی میں التجا کرے کہ:

الٰہی! فیض تجلیات شیونات ذاتیہ کہ از لطیفہ سر مبارک آں سرور عالم ﷺ در لطیفہ سر حضرت موسیٰؑ افاضہ فرمودہ بحرمت پیران کبار در لطیفہ سر من القا کن

''یا الٰہی! تجلیات شیونات ذاتیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت ﷺ کے لطیفہ سر سے حضرت موسیٰؑ کے لطیفہ سر میں القا فرمایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ سر میں بھی القا فرما دے''

شیون جمع ہے شان کی اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ شان ذاتیہ ہے کہ جس سے وہ صفات ثبوتیہ کے ساتھ موصوف ہے۔ قولہ تعالیٰ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (ہر روز (اللہ تعالیٰ) ایک شان میں ہے) (الرحمٰن:۲۹)

اثرات:

فنائے سر یہ ہے کہ سالک اس مقام میں اپنی ذات کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات میں مٹا ہوا پاتا ہے اور اسے ذات حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی ذات نظر نہیں آتی۔ جب سالک ذات وصفات الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے تو طعن وملامت کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ہی کسی تعریف و توصیف کا خواہشمند رہتا ہے صرف ذات حق میں مستغرق رہتا ہے۔

سبق ۱۴ مراقبہ لطیفہ خفی:

نیت:

سالک اپنے لطیفہ خفی کو آں سرور عالم ﷺ کے لطیفہ خفی کے مقابل تصور کرکے زبان خیال سے بارگاہ الٰہی میں التجا کرے کہ:

الٰہی! فیض تجلیات صفات سلبیہ کہ از لطیفہ آں سرور عالم ﷺ در لطیفہ خفی مبارک حضرت عیسیٰ افاضہ فرمودہ بحرمت پیران کبار در لطیفہ خفی من القا کن

''یا الٰہی! تجلیات صفات سلبیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت ﷺ کے لطیفہ خفی سے حضرت عیسیٰ کے لطیفہ خفی میں القا فرمایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ خفی میں بھی القا فرما دے''

صفات سلبیہ کا مطلب یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے، وہ جسم وجسمانی عرض وجوہر مکانی وزمانی، حال ومحل، محدود ومتناہی ہونے سے بھی پاک ہے۔ بے جہت، بے کیف، بے نسبت اور بے مثل ہے۔ اس کی ضد وند، ہمسر ومثل ہونا اس کی پاک بارگاہ سے مسلوب ومفقود ہے۔ ماں، باپ، زن واولاد سے پاک ہے کیونکہ یہ سب حدوث کے نشانات ہیں اور ان سے نقص لازم آتا ہے، تمام قسم کے کمالات حق تعالیٰ کی جناب کے لئے ثابت ہیں۔ اس لئے امکان وحدوث کی صفات جو سراسر نقص ہیں اس کی جناب پاک سے سب مسلوب سمجھنی چاہئیں۔

اثرات:

اس لطیفہ کی فنا یہ ہے کہ سالک اس مقام میں حق سبحانہ وتعالیٰ کو تمام عالم سے ممتاز ومنفرد پاتا ہے اور جمیع مظہر سے مجرد ویگانہ دیکھتا ہے۔

سبق ۱۵ مراقبہ لطیفہ اخفیٰ:

نیت:

سالک اپنے لطیفہ اخفیٰ کو آں سرور عالم ﷺ کے لطیفہ اخفیٰ کے مقابل تصور کر کے

زبان خیال سے بارگاہ الٰہی میں التجا کرے۔

الٰہی! فیض تجلیات شان جامع کہ در لطیفہ اخفائے آں سرور عالمﷺ افاضہ فرمودہ بحرمت پیران کبار در لطیفہ اخفائے من القا کن۔

''یا الٰہی! تجلیات شان جامع کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرتﷺ کے لطیفہ اخفیٰ مبارک میں القا فرمایا ہے پیراں کبار کے طفیل میرے لطیفہ اخفیٰ میں القا فرمادے''

صفات وشیونات کی اصل کو شان جامع کہتے ہیں۔

اثرات:

اس لطیفہ کی فنا یہ ہے کہ سالک کو اخلاق حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اور اخلاق نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تخلق واتصاف وآراستگی حاصل ہوتی ہے اور یہی اثرات آئندہ مقامات میں پختہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس مقام میں حضورﷺ کا پوری طرح اتباع کرنا مفید ہوتا ہے۔

تنبیہ:

ان پانچوں مراقبات مشارب میں ہر مراقبہ کی نیت کرکے جب اس لطیفہ کے فیض کے انتظار میں بیٹھے تو ہر اس لطیفہ کو جس میں مراقبہ کر رہا ہے آنحضرتﷺ تک اپنے سلسلہ کے تمام بزرگوں کے اس لطیفہ کے سامنے ان شیشوں کی مانند جو آپس میں ایک دوسرے کے سامنے ہوں فرض کرکے خیال کرے کہ اس لطیفہ کا خیال فیض جناب باری تعالیٰ سے آں سرور عالمﷺ کے اس لطیفہ میں آرہا ہے پھر سلسلہ کے تمام بزرگوں کے اس لطیفہ کے آئینوں میں سے منعکس ہوکر میرے اس لطیفہ میں آرہا ہے تاکہ حدیث قدسی اَنَا عِنْدَ

ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں) کے بموجب اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (اور اللہ کے لئے یہ کوئی مشکل نہیں ہے) نیز جاننا چاہیے کہ سرورامر کے ان پانچوں لطائف کی فنا حاصل ہونے کے بعد دائرہ امکان کی سیر ختم ہوجاتی ہے اس سیر میں جمعیت، حضور، جذب لطائف بسوئے اصول خود اور حالات و واردات (جو فوق سے سالک پر وارد ہوتے ہیں اور سالک ان کو برداشت کرنے سے عاجز ہوجاتا ہے) کا حاصل ہونا ضروری ہے۔

سبق ۱۶ مراقبۂ معیت:

نیت:

سالک اس مراقبہ میں آیہ کریمہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے) کے معنی کا خیال کرکے خلوص دل کے ساتھ زبان خیال سے یہ تصور کرے کہ:

فیض می آید از ذاتے کہ با من است و با ہر ذرہ از ذرات کائنات بہما شان کہ مراد اوست تعالیٰ۔ منشاء فیض دائرہ ولایت صغریٰ است کہ ولایت اولیائے عظام و ظل اسماء و صفات مقدسہ است۔ مورد فیض قلب من۔

''اس ذات پاک سے جو میرے ساتھ اور کائنات کے ہر ذرے کے ساتھ ہے جس کی صحیح کیفیت حق تعالیٰ ہی جانتا ہے میرے لطیفہ قلب پر فیض آرہا ہے فیض کا منشاء و مبداء ولایت صغریٰ کا دائرہ ہے جو اولیائے عظام کی ولایت اور اسماء وصفات مقدسہ الٰہی کا ظل ہے''۔

اثرات:

اس مرتبہ میں فنائے قلبی حاصل ہوتی ہے اور دائرہ امکان کے باقی اثرات کی تکمیل ہوا کرتی ہے۔ اس مقام میں تجلی افعالیہ الٰہیہ میں سیر واقع ہوتی ہے۔ توحید وجودی و ذوق وشوق وآہ ونالہ، استغراق و بےخودی ودوام حضور ونسیان ماسوا جس کو فنائے قلب بھی کہتے ہیں حاصل ہو جاتا ہے۔ اس مقام میں ذکر تہلیل لسانی توجہ قلبی کے ساتھ کرنا بہت فائدہ بخش ہے اور توجہ فوق سے ہٹ کر کوشش جہات کا احاطہ کر لیتی ہے پس جب لوحِ دل سے ماسوا کا خیال مٹ جائے اور توجہ الی اللہ میں اس قدر محویت واستغراق ہو جائے کہ تکلف سے بھی غیر کا خیال پیدا کرنا دشوار ہو جائے اور تمام دنیوی تعلقات کا رشتہ دل سے ٹوٹ جائے تو فنائے قلبی حاصل ہو جاتی ہے۔ جو کہ ولایت کا پہلا قدم ہے۔ اور باقی کمالات کا حاصل ہونا اس پر موقوف ہے۔

فائدہ:

حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا سلوک یہیں تک ہے اس سے آگے کے اسباق بالتفصیل حضرت حق جل مجدہ کی جناب سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ کو مرحمت ہوئے ہیں جن کی تفصیل مسلوک کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں۔ اس مقام کی تکمیل پر اکثر مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم سالک کو طریقہ سکھانے کی اجازت مرحمت فرما دیتے ہیں اور وہ اسی تبلیغ کے ضمن میں باقی سلوک کی تکمیل بھی کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا پیر طریقت کو چاہیے کہ جب تک خود یا وجدان سالک سے اس کے حالات میں تغیر وتبدل، جذب تام اور کمال جمعیت وحضور کو ملاحظہ نہ کرے ان مقامات کے حاصل ہونے کی نسبت بشارت نہ دے کہ

اس سے طریق عالیہ کی بدنامی ہے۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے سوا سب چیزوں کو بھولنا لطیفہ قلب کی فنا ہے اور دوام حضور یعنی اس یاد میں دائمی طور پر ثابت قدم رہنا کہ کسی وقت بھی غافل نہ ہو لطیفہ قلب کی بقا کہلاتی ہے اس کو دائرہ ولایت صغری کہتے ہیں اور حصول بقا کے بعد سالک حقیقت میں داخل ہوتا ہے۔

تشریح اصطلاحات مشائخ نقشبندؒ:

میرے عزیزو! جاننا چاہیے کہ حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی چند اصطلاحات ہیں جن پر ان کے طریقے کی بنیاد ہے۔ بعض اصطلاحوں میں تو اشغال کی طرف اشارہ ہے اور بعض میں ان کی تاثیر کی شرطوں پر اور وہ یہ ہیں۔

(۱) ہوش دردم (۲) نظر برقدم (۳) سفر در وطن

(۴) خلوت درانجمن (۵) یادکرد (۶) بازگشت

(۷) نگہداشت (۸) یادداشت

یہ آٹھ کلمات تو حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں اور ان کے بعد تین اصطلاحیں، (۱) وقوف زمانی (۲) وقوف عددی (۳) وقوف قلبی

حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں ان اصطلاحات کی تشریح ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

ہوش دردم:

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک ہر سانس کے ساتھ بیداری اور ہوشیاری رکھے کہ ذکر لسانی اور قلبی بھی حضوری دل سے ہو نہ کہ غفلت اور متلاشی رہے کہ اس کا سانس خدا کی

یاد میں گزرا یا غفلت میں اور یہ آہستہ آہستہ ہمیشہ کی حضوری حاصل کرنے اور نفس کے تفرقہ کو دور کرنے کا طریقہ ہے اور مبتدی کے واسطے اس کی پابندی نہایت ضروری اور از حد مفید ہے۔ چنانچہ خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طریقہ میں دم کی نگہبانی از حد ضروری ہے اور جو شخص دم کی نگہبانی نہیں کرتا گویا وہ طریقہ شریفہ بھول گیا اور حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طریقہ کا دارومدار ہی دم پر ہے کہ کوئی دم اندر آنے اور باہر جانے اور ان کے بیچ کے وقفے میں یاد خدا کے بغیر نہ گزرے اس کو "پاس انفاس" بھی کہتے ہیں۔

دم بدم را غنیمت داں و ہمدم شو بدم
واقف دم باش دردم ہیچ دم بے جا دم

(ہر وقت ہر سانس کو غنیمت جان اور دم کے ساتھ ہمدم ہو جا، دم کا واقف رہ اور کوئی سانس بے جامت لے)۔

نظر برقدم:

مبتدی کے حق میں اس سے یہ مراد ہے کہ سالک پر واجب ہے کہ اپنے چلنے پھرنے کے وقت سوائے قدم کی پشت کے کسی چیز پر نظر نہ ڈالے تاکہ کسی نامحرم پر نظر نہ پڑ جائے اور یہ کہ دوسری چیزوں کی طرف مشغول ہونے سے محفوظ رہے کیونکہ مختلف نفوس اور متفرق محسوسات کی طرف لگ جانا سالک کی حالت کو بگاڑ دیتا ہے اور دل کی جمعیت کو پریشان کرتا ہے اور جس کی وہ طلب میں ہے اس سے روکتا ہے۔ چلنے پھرنے کے وقت نظر کو پشت قدم پر لگانا اور بیٹھنے کی حالت میں اپنے آگے کی طرف نظر کرنا جمعیت قلب کے

زیادہ قریب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (النور ۳۰)

(اے پیغمبر! مسلمانوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں)

اور نماز میں قیام کے وقت سجدہ کی جگہ پر اور رکوع میں پشت قدم پر اور سجدہ پر دہ بنی (جو حصہ سجدہ میں لگتا ہے) پر اور قعدہ میں رانوں پر نظر رکھنے کے لئے جو شرح شریف میں حکم ہے۔ اس میں بھی یہی مصلحت ہے اور اس میں بھی جمعیت قلب کا فائدہ حاصل ہوتا ہے نیز وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا (الاسراء:۳۷) (اور مت چل زمین پر اکڑ کر) میں یہی راز مضمر ہے۔ کیونکہ اکڑ کر متکبرانہ چلنے میں نظر اوپر رہتی ہے جو جمعیت اور بندگی سے دور اور پراگندگی اور تکبر کا باعث ہوتی ہے۔ کَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى اَرْبَابِ الْعِلْمِ۔ اور متوسط کے حق میں نظر بر قدم سے مراد یہ ہے کہ ہر حال میں اور ہر وقت ہوشیار اور دانا بینا رہے تا کہ غفلت کا دخل سالک کے دل میں نہ ہو۔ اگر زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں میں نظر کرے تو عبرت کیساتھ نظر کرے کیونکہ سالک معرفت کے سمندر سے ایک بہتی قیمتی ذخیرہ نظر کرتے ہی حاصل کر لیتا ہے اور اسی واسطے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ (الحشر:۱) (پس عبرت حاصل کرو اے دیکھنے والو)

بات یہ ہے کہ انسان کے لئے اس راستے پر دو بڑی رکاوٹیں ہیں ایک آفاق یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے کہ انسان ان کی لذت اور طلب میں مبتلا ہو کر یاد الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے اور دوسرا انفس یعنی انسان اپنے نفس کی رضا جوئی اور اس کی موافقت میں پڑ کر رضائے مولا سے دور جا پڑتا ہے تو یہ کلمہ دوم اس تفرقہ کے دور کرنے کے لئے ہے جو آفاق

سے پیدا ہوتا ہے اور کلمہ اول (ہوش در دم) نفس کے تفرقہ کو دور کرتا ہے اور منتہی کے حق میں نظر بر قدم سے مراد ہے کہ نظر ہمیشہ قدم سے بلندی کی طرف چڑھے اور قدم کو اپنا ہم سفر بنائے۔

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زماں و مکاں اور بھی ہیں

سفر در وطن:

اس سے مراد باطنی روحی سفر ہے یعنی سالک صفات بشریہ خسیسہ و رذیلہ (مثل حسد، تکبر، غیبت، ریاء وغیرہ) سے صفات ملکیہ فاضلہ (مثل صبر، شکر، خوف، و رجاء وغیرہ) کی طرف تبدیلی اور ترقی حاصل کرتا ہے اس طرح پر کے مراقبہ و تصورات اور سنت پر عمل سے صفات بشریہ خسیسہ کو محو کرتا ہے بلکہ اپنے آپ کو بھی فنا کر کے صفات ملکیہ فاضلہ کی طرف ترقی کرتا اور مقامات سیر میں سفر کرنے لگتا ہے۔ جیسے ولایت صغریٰ، کبریٰ و علیا، کمالات نبوت و رسالت، اولوالعزم، حقائق الہیہ و انبیاء حتیٰ کہ فیض ذات غیب الغیب و لاتعین سے (بلاواسطہ) مشرف ہونے لگتا ہے۔ یہ ایک عجیب بھید ہے کہ اپنے گھر میں بیٹھ کر سفر میں رہتا ہے پس سالک پر واجب ہے کہ ہر وقت اپنے نفس کی دیکھ بھال میں رہے کہ اس میں کچھ غیر اللہ کی محبت تو نہیں ہے، اگر ذرا بھی پائے تو اس کو لا الٰہ کی نفی میں لاکر الا اللہ کی ضرب سے اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے دل میں قائم کرے۔ (جاننا چاہیے کہ اللہ کے واسطے جس چیز سے محبت کی جائے اللہ تعالیٰ کی محبت میں داخل ہے) اور سفر در وطن بھی سیر انفسی کو متضمن ہے۔

خلوت درانجمن:

اور یہ سفر در وطن پر متفرع و مترتب ہے یعنی جب سفر در وطن حاصل ہو جائے تو خلوت در انجمن اس کے ضمن میں میسر ہو جائے گی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایسا مشغول ہو کہ ہر حالت میں یعنی پڑھنے، کلام کرنے، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے میں ذاکر رہے اور ذکر کا خیال ایسا پختہ ہو جائے کہ خواہ کیسی ہی مجلس اور ہجوم میں ہو، دل مولیٰ تعالیٰ کی یاد میں رہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

رِجَالٌ لَا تُلۡهِیۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ۔

(وہ ایسے ہیں جن کو سوداگری اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی) (النور: ۳۷)

اگر چہ شروع شروع میں یہ بات تکلف سے حاصل ہوتی ہے اور دوسرے بزرگوں نے اس جمعیت قلب کو حاصل کرنے کے لئے مختلف اوراد و اشغال تجویز فرمائے اور

چشم بند و گوش بند و لب بند
گر نہ بینی سر حق بر من بخند

(آنکھ، کان اور ہونٹ (مراد ظاہری اعضاء) بند کر، پھر اگر تو خدا کے بھید نہ دیکھے تو مجھ پر ہنس)۔

کا حکم لگایا ہے لیکن اس سلسلہ کے بزرگوں کے نزدیک ظاہری حواس کا ڈھانپنا نہیں ہے بلکہ انجمن تفرقہ میں کسی طرف متوجہ نہ ہونا ہے۔ پس جب سالک اس پر ملکہ راسخہ

حاصل کر لیتا ہے تو عین تفرقہ میں جمعیت قلب کے ساتھ اور عین غفلت میں حضور دل کے ساتھ رہتا ہے۔ اس بیان سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ تفرقہ اور عدم تفرقہ منتہی کے حق میں مطلق طور پر برابر نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ تفرقہ اور عدم تفرقہ اس کے باطن کی جمعیت میں برابر ہے۔ اس کے باوجود اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کرے اور تفرقہ کو ظاہر سے بھی دفع کرے تو بہت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتے ہیں۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (المزمل ۸)

(اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ، اس کے ساتھ جوڑ)

جاننا چاہیے کہ بعض اوقات ظاہری تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا تا کہ مخلوق کے حقوق ادا ہوں پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہوتا ہے لیکن تفرقہ باطنی کسی وقت بھی اچھا نہیں کیونکہ باطن خالص اللہ کے لئے ہے پس بندوں سے تین حصے حق تعالیٰ کے ہوئے، باطن سب کا سب اور ظاہر کا دوسرا نصف حصہ مخلوق کے حقوق ادا کرنے کے لئے رہا اور چونکہ ان حقوق کے ادا کرنے میں بھی حق تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے اس لئے ظاہر کا یہ حصہ بھی حق تعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے۔

وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ (ہود:۱۲۳)

یاد کرد:

اس سے مراد ذکر کرنا ہے خواہ ذکر لسانی ہو یا قلبی، نفی اثبات ہو یا اسم ذات، سالک کو چاہیے کہ جس طرح وہ اپنے مرشد و مربی روحانی سے ذکر کی تعلیم و تلقین حاصل کرے ہر وقت اس کی تکرار میں بلا ناغہ دل کی محبت کے ساتھ بیدار اور ہوشیار رہے یہاں

تک کہ حق جل شانہ کی حضوری حاصل ہو جائے۔

بازگشت:

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ذاکر خیال وتصور سے نفی اثبات (کلمہ طیبہ) کو طاق عدد کی رعایت کرتے ہوئے چند بار کہے تو اس کے بعد دل کی زبان سے مناجات کرے کہ ''خداوندا! مقصود من توئی و رضائے تو مرا محبت و معرفت ذوق وشوق خود بدہ'' یعنی اے خدا میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا ہے، مجھ کو اپنی محبت و معرفت عطا فرما اور کمال عاجزی اور انکساری سے کہے تاکہ اگر غرور و فخر یا گرفتاری لذت کا وسوسہ آئے تو اس دعا کی برکت سے نکل جائے۔

نگہداشت:

اس کے یہ معنی ہیں کہ سالک نفس کی باتوں اور وسوسوں کو اپنے دل سے دور کرے اور لازم ہے کہ جب دل میں وسوسہ ظاہر ہو فوراً اس کو دور کردے اور اس کو دل میں جگہ نہ پکڑنے دے ورنہ اس کا دور کرنا دشوار ہو جائے گا اور اس کا بہترین اور مجرب علاج یہ ہے کہ اس وسوسہ سے بے خیال ہو جائے۔ دوسرا علاج فوراً ذکر اللہ میں محو ہو جانا ہے۔ اگر پھر بھی رہ جائے تو شیخ و مرشد کی صورت کا تصور عقیدہ کی درستی کے ساتھ (یعنی اس کو مقصود بالذات یا حاضر ناظر نہ جانتے ہوئے وغیرہ) بہت مفید ہے۔ جاننا چاہیے کہ عوام کو یہ امر بہت مشکل ہے اور اولیائے کاملین کو یہ دولت تا زمان دراز حاصل رہتی ہے۔

یادداشت:

اس سے مراد یہ ہے کہ توجہ صرف (یعنی جو الفاظ و خیالات سے خالی ہو) واجب

الوجود یعنی ذات حق کی طرف لگائے رکھے تاکہ دوام آگاہی حاصل ہوجائے اور وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (حدید:۴) (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو) کو ہر وقت نگاہ میں رکھے۔ حق بات یہ ہے کہ دوام آگاہی، فنائے حقیقی اور بقائے کامل کے بغیر ناممکن ہے کیونکہ تکلف مرتبہ طریقت میں ہے اور طریقت میں دوام توجہ متصور نہیں ہے اور مرتبہ حقیقت میں (فنا و بقا کے) دوام توجہ اس وجہ سے ہے کہ اس مقام میں تکلف کی مجال نہیں ہے۔ پس یادکرو نگہداشت جو مرتبہ طریقت میں ہے مبتدیوں اور متوسطوں کے لئے اور یادداشت حقیقت سے متعلق اور منتہیوں کے لئے ہے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ یادداشت سے آگے پنداشت و وہم ہے یعنی اور مرتبہ کوئی نہیں اور دوام آگاہی بھی اسی یادداشت ہی کو کہتے ہیں اس سلسلہ عالیہ کے ایک بزرگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار کے لئے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ''خطرات دل سے اس طرح دور ہوجاتے ہیں کہ اگر بالفرض صاحب دل کو حضرت نوح علیہ السلام کی عمر دے دی جائے تو بھی اس کے دل میں ہرگز کوئی خطرہ نہ آنے پائے'' دوسروں کو بھی اس سے رغبت اور شوق حاصل کرنا چاہیے۔ (رَزَقَنَا اللّٰہُ وَ لَکُمْ)

وقوف زمانی:

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک ہر وقت اپنے حال کا واقف رہے یعنی ہر ساعت کے بعد تامل کرے کہ غفلت تو نہیں آئی اور غفلت کی صورت میں استغفار کرنا اور آئندہ اس کے چھوڑنے پر ہمت باندھنی چاہیے۔

وقوف عددی:

اس سے مراد یہ ہے کہ ذکر نفی اثبات میں طاق عدد کی رعایت کرے کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔ اَللّٰہُ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ ۔ اللہ طاق (ایک) ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔

وقوف قلبی:

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت قلب صنوبری کی خاطر جو بائیں پستان کے نیچے پہلو کی طرف دو انگل کے فاصلے پر ہے اللہ تعالیٰ کی یاد کا دھیان رکھنا خصوصاً ذکر واذکار کے وقت اور اس میں بھی ایسی حکمت ہے جیسا کہ سلسلہ قادریہ میں ضربات کی رعایت میں ہے اور وہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ تعالیٰ کسی کی طرف کسی قسم کی توجہ باقی نہ رہے اور بیرونی خطرات کا دل میں داخل نہ ہو، تاکہ آہستہ آہستہ صرف ذات الٰہی پر توجہ منحصر ہو جائے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حبس دم اور رعایت عدد طاق کو ذکر میں لازم نہیں فرمایا مگر وقوف قلبی کو اثنائے ذکر میں لازم فرمایا جیسا کہ رابطہ مرشد اور مراقبات لازم ہیں کیونکہ مقصود ذکر سے غفلت کا دور کرنا ہے اور یہ بغیر وقوف قلبی کے حاصل نہیں ہوتی۔ بقول مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ:

بر زباں تسبیح و دردل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

زبان پر تسبیح ہو اور دل میں بیل اور گدھا، یعنی دنیوی خیالات آتے ہوں تو ایسی تسبیح سے کیا فائدہ؟ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

عَلٰی بَیْضِ قَلْبِکَ کُنْ کَاَنَّکَ طَائِرٌ
فَمِنْ ذٰلِکَ الْاَحْوَالِ فِیْکَ تَوَلَّدُ

مانند مرغے باش تو بیضہ دل پاسباں

کز بیضہ دل زاید مستی و شور و قہقہہ

(تو اپنے دل کے انڈے پر پرندے کی طرح نگران رہ تاکہ اس کی پابندی سے تجھ میں جوش وجذب وقہقہہ پیدا ہوں)۔

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جس شخص کو ذکر قلبی اثر نہ کرے اس کو ذکر سے روک کر صرف وقوف قلبی کا حکم کیا جائے اور اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے تاکہ ذکر اثر کرے اور قرآن شریف کی آیت:

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اذْکُرُوْا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (الاحزاب)

(اے ایمان والو! اللہ کو بہت ہی زیادہ یاد کیا کرو)

اور حدیث شریف:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ (اَیْ بِاِعْتِبَارِ الْقَلْبِ)

(رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ذکر کرنے والے تھے یعنی قلبی ذکر کے اعتبار سے) وقوف قلبی کے لئے دلیل ہیں۔

پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ عیہ نے اس مولانا صاحب کو بیعت کرنے کے بعد فرمایا:

معمولات حضرات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

ارشاد فرمایا! کہ میرے عزیزو!

سالک کو چاہیے کہ رات کے آخری پہر میں تہجد کے لئے اٹھے۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی۔

یا بنی لا تکن اعجزہ من ھذا الدیك الذی یصوت بالاسحار و انت قائم علیٰ فراسك۔

سحر خیزی میں مرغان سحر کا تجھ پر سبقلے لے جانا تیرے لئے باعث ندامت ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی وفات کے بعد علامہ کتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں نظر آئے تو فرمایا ”سب علمی نکات اور معرفت کے اسرار ختم ہو گئے بس دو رکعت نفل تہجد کام آئے جو ہم رات کو پڑھا کرتے تھے“ حضرت خواجہ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رباعی تہجد کے بارے میں مشہور ہے:

شب خیز کہ عاشقاں بشب راز کنند
گرد در و بام دوست پرواز کنند
ہر جا کہ درے بود بشب در بند ند
الا در دوست را کہ بشب باز کنند

(رات کو اٹھو اس لئے کہ عشاق رات کو راز و نیاز کی باتیں کرتے ہیں، دوست کے دروازے اور چھت کے ارد گرد پرواز کرتے ہیں، ہر جگہ کے دروازے رات کو بند کر دیئے جاتے ہیں سوائے دوست کے دروازے جسے رات کو کھول دیتے ہیں)

نیند سے بیدار ہونے کے بعد مسنون دعا پڑھے۔ بند جوتا ہو تو جھاڑ لے پہلے دایاں پہنے پھر بایاں پہنے اور مسنون دعاؤں کی رعایت کرتے ہوئے بیت الخلاء اور وضو سے فارغ ہو (مختلف اوقات کی مسنون دعاؤں کا پڑھنا اہم ہے اس میں ہرگز سستی نہ کرے اس سے وقوف قلبی رکھنے میں تقویت ملتی ہے)

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ بعد از وضو تین بار

ہے "خداوندا! آنحضرت تو باز گشتم از ہر بدی و تقصیرے کہ بر من گزشتہ است" (اے اللہ! میں نے ہر اس گناہ اور خطا سے توبہ کی جس کا مرتکب ہو چکا ہوں) اس دعا کا مقصود توبہ و استغفار ہے تاکہ ظاہری وضو کے ساتھ باطنی طہارت بھی نصیب ہو۔ اس سے نماز میں
اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ کی کیفیات نصیب ہونے میں آسانی ہوتی ہے۔ صوفیاء کا منتہائے مقصد یہی ہے۔

ہر مرتبہ وضو کرنے کے بعد دو رکعت صلوٰۃ تحیۃ الوضو پڑھا کرے منقول ہے کہ معراج کے وقت نبی اکرم ﷺ نے جنت میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چلنے کی آواز سنی، واپسی پر دریافت کیا تو پتہ چلا کہ تحیۃ الوضو پابندی سے پڑھتے ہیں۔ پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھے۔

نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دو رکعت، چار رکعت، آٹھ رکعت یا بارہ رکعت تہجد ادا کرے۔ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا معمول تھا کہ پہلے دوگانہ میں آیت الکرسی والا رکوع اور سورۃ بقرہ کا آخری رکوع پڑھتے، پھر آٹھ رکعت میں سورۃ یٰسین کی دس دس آیات تلاوت کرتے، آخری دو رکعت میں تین تین بار سورۃ اخلاص پڑھتے۔

حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی کی صحبت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فیضان پایا آپ ان دونوں حضرات کے پیر تعلیم کہلاتے ہیں۔

حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تہجد کی نماز میں سورۃ یٰسین پڑھنے پر تین دل ملتے ہیں۔ "رات کا دل یعنی آخر پہر، قرآن کا دل یعنی

سورۃ یٰسین، انسان کا دل'' ان تین دلوں کا اجتماع قبولیت دعا کا سبب بنتا ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے اگر کبھی تہجد ترک ہو جائے تو دوسرے دن نصف النہار سے پہلے نفل پڑھ لے (یہ نفس کی سزا ہوگی اسے تہجد نہ سمجھے)۔ جس سالک کو اٹھنے کا یقین نہ ہو وہ نوافل پڑھ کر سوئے۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تہجد کی دعا میں درج ذیل اشعار بھی پڑھا کرتے تھے۔

چوں بدرگاہ تو خود را در پناہ آوردہ ام
یا الہ العالمین بار گناہ آورد ام
بر درت زیں بارگناہ آوردہ ام
عجز و زاری بردر عالم پناہ آوردہ ام
من نمی گویم کہ بودم سالہادر راہ تو
ہستم آں گمراہ اکنوں رُوبراہ آوردہ ام
چار چیز آوردہ ام شاہا کہ در گنج تو نیست
نیستی و حاجت و عذر و گناہ آوردہ ام
دل درویشی و دل ریشی و بے خویشی ہم
ایں ہمہ بر دعویٰ عشقت گواہ آوردہ ام
چشم رحمت برکشا موئے سفید من بہ بیں
زانکہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام

(چونکہ آپ کی درگاہ پناہ میں اپنے آپ کو لے آیا ہوں۔ یا الہ العالمین! گناہ کا بوجھ

لے کر آیا ہوں، تیرے در پر اپنے اس بوجھ کی وجہ سے اپنی کمر دوہری کر کے لایا ہوں، عالم کو پناہ دینے والے کے در پر عجز وزاری لے کر آیا ہوں، میں یہ نہیں کہتا کہ سالہا تیری راہ میں تھا بلکہ میں وہی گمراہ ہوں کہ اب راہ کی طرف رخ کر کے آیا ہوں، چار وہ چیزیں لے کر آیا ہوں اے بادشاہ! جو آپ کے خزانہ میں نہیں ہیں، عدم و حاجت وعذر و گناہ لے کر آیا ہوں، دل اور فقیری اور زخمی دل اور بے یارومددگاری ان سب کو تیرے عشق کے دعوی پر گواہ لے کر آیا ہوں، رحمت کی نگاہ فرمائیں اور میرے سفید بالوں کو دیکھیں اس لئے کہ شرمندگی سے سیاہ چہرہ لے کر آیا ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆

چودھویں مجلس

۱۹۵۶ء مقام مدرسہ رحمانیہ تہکال بالا پشاور بعد عشاء

احقر اپنے ساتھیوں کی معیت میں عشاء کی نماز کے بعد زبدۃ الکاملین، سند الفقہاء عمدۃ المحدثین، بقیۃ السلف۔ حجۃ الخلف، قطب الوقت، عارف باللہ۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی نور اللہ مرقدہ کی دست بوسی و زیارت کی نیت سے مدرسہ رحمانیہ تہکال بالا حاضر ہوا۔ بہت بڑی تعداد میں علماء کرام۔ حضرت کے شاگردان و مریدین خصوصاً شیخ الحدیث الحدیث حضرت مولانا میاں محمد جان صاحب غلجی کنڈ رخیل۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل مولی صاحب اور حضرت مولانا عبدالجمیل صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا زین العابدین صاحب اور قرب وجوار کے حضرت شیخ الحدیث صاحب کے معتقدین، اور مسترشدین اور کثیر تعداد میں علماء کرام تشریف لائے تھے۔

ارشاد فرمایا: کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ننانوے مرتبہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔ پھر یہ خیال دل میں آیا کہ اگر پھر اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی تو یہ پوچھوں گا کہ قیامت کے دن بندے آپ کے عذاب سے کس عمل کے ذریعے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جب اس کے بعد مجھے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہی سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص صبح وشام یہ دعا پڑھے وہ میرے عذاب سے بچ جائے گا۔

سُبْحَانَ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدْ۔ سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدْ۔ سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدْ، سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَآءِ بِغَیْرِ عَمَدٍ، سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ

عَلٰی مَآءٍ جَمَدٍ، سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاَحْصَا هُمْ عَدَدًا، سُبْحَانَ مَنْ قَسَّمَ الرِّزْقَ وَلَمْ يَنْسَ اَحَدًا ، سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا، سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔

ارشاد فرمایا: کہ آپ سب حضرات کو اس کی اجازت ہے کہ صبح و شام یہ کلمات گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھا کرو۔

ارشاد فرمایا: کہ خواب میں حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لئے آپ حضرات کو ایک طریقہ بتاتا ہوں حضرت شیخ المشائخ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دو رکعت نفل نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں الحمدللہ کے بعد گیارہ بار آیۃ الکرسی اور گیارہ بار قل ھواللہ احد پڑھے۔ سلام پھرنے کے بعد سو بار یہ درود شریف پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ تین جمعے نہ گزر پائیں گے کہ خواب میں حضرت نبی کریمؐ کی زیارت نصیب ہوگی۔ وہ درود شریف یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِهٖ وَ اصحابِهٖ وَسَلِّمْ۔

ارشاد فرمایا: کہ میرے عزیزو! ایک بات ہے کہو کہ نہ کہو۔ مولانا عبدالجمیل صاحب نے عرض کیا کہ عرض کیا کہ ارشاد فرمائیں۔ پھر حضرت کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ ایک بات ہے کہو کہ نہ کہو پھر مولانا عبدالجمیل صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ارشاد فرمائیں پھر حضرت کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ ایک بات ہے کہو کہ نہ کہو تو مولانا عبدالجمیل صاحب، مولانا میاں محمد جان صاحب وغیرہ نے عرض کیا کہ حضرت ضرور ارشاد فرمائیں۔

ارشاد فرمایا کہ ہم نے توحید میں ایک رسالہ لکھا تھا۔ ایک رات خواب میں ہم نے دیکھا کہ دو آدمی آئے اور ہمیں کہا کہ چلو آپ کی اللہ تعالیٰ کے ہاں پیشی ہے میں سخت گھبرایا اور دل میں کہا کہ شاید اس رسالہ میں مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے انہوں نے مجھے اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ نصیر الدین یہ رسالہ تم نے لکھا ہے میں نے عرض کیا کہ جی پروردگار میں نے لکھا ہے فرمایا کہ جاؤ ہم نے اس رسالہ کی برکت سے تم کو سب کچھ معاف کر دیا۔

ارشاد فرمایا کہ : میرے عزیزو! بندہ کو چاہیے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے۔ کوئی لمحہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر نہ گزارے۔

ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کا نام مبارک پاک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کی برکت سے بندے کا منہ پاک ہوجاتا ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ

چوں در آید نام پاک اندر وہاں
نے پلیدی ماند و نے آں دہاں

یعنی جب اللہ تعالیٰ کا نام مبارک تیرے منہ سے جاری ہوگا تو اسی وقت نہ پلیدی باقی رہے گی اور نہ وہ ناپاک منہ ہی باقی رہے گا۔ یعنی اس پاک نام کی برکت سے تیرا منہ بھی پاک ہوجائے گا۔

اللہ اللہ این چہ شیرین ست نام
شیر و شکر می شود جانم تمام

یعنی اللہ اللہ یہ نام اللہ کیسا شیرین نام ہے کہ اس سے تو میری جان شیر وشکر ہوئی جاتی ہے۔ گفت ابلیس کہ اے سپار گواین ہمہ اللہ را لبیک کو۔

کہ ایک دن کسی صوفی اللہ تعالیٰ کے ذاکر سے ابلیس نے کہا کہ اے بہت اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والے تجھے کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی جواب بھی ملا ہے؟

گفت آں اللہ تو لبیک ماست

آں نیاز درود و سوزت پیک ماست

تو اس صوفی کو غیب سے آواز آئی کہ اے شخص ایک بار اللہ کے بعد جب تجھے دوسری مرتبہ میں اللہ کہنے کی توفیق دیتا ہوں تو یہ میرا لبیک ہے کیونکہ اگر پہلا تیرا قبول نہ ہوتا تو دوسرا اللہ تیری زبان سے نہ نکلتا۔

ترس و عشق تو کمند شوق ماست

زیر ہر لبیک تو لبیکہاست

اے مخاطب! تیرا یہ عشق اور تیرا یہ خوف جو میرے ساتھ تجھے وابستہ کئے ہوئے ہے یہ دراصل میری ہی عطا ہے یعنی یہ تیری محبت میری ہی محبت کا ثمرہ ہے۔ تیرے ہر لبیک کے اندر میری طرف سے بہت سے لبیک موجود ہیں۔

ارشادفرمایا کہ ہمارے پیرومرشد رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ عشق کی حد تک تعلق تھا اور بڑے مزے کے ساتھ اس کا درس دیا کرتے تھے۔

ارشادفرمایا: کہ ہم نے بھی مثنوی اپنے پیرومرشد سے درساً پڑھی تھی۔

ارشادفرمایا: ایک دن ہمارے پیرومرشد رئیس المفسرین عارف باللہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مثنوی کے درس میں مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے متعلق ارشادفرمایا کہ مولانا روم کا اسم گرامی حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ہے۔ یہ اپنی صدی کے بہت بڑے آدمی گذرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی معرفت کا بہت بڑا حصہ عطاء فرمایا تھا۔ یہ بلخ میں پیدا ہوئے۔ اور محمد خوارزم شاہ بادشاہ کے حقیقی نواسے تھے۔ مولانا تکمیل علوم کیلئے شام تشریف لے گئے اور دمشق میں سات سال تک تحصیل علوم و فنون کرتے رہے۔ تمام مذاہب سے مولانا کو پوری واقفیت تھی۔ اور تمام مذاہب کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ اور علم کلام، علم فقہ اور اختلافیات میں خاص ملکہ رکھتے تھے۔ فلسفہ وحکمت وتصوف میں اس وقت ان کی نظیر نہ تھی۔ تحصیل علوم کے بعد مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے درسِ عشق ومعرفت کے لئے پیدا کیا تھا۔ ان کے دل میں آتش عشق و دیعت فرمائی گئی تھی۔

ارشاد فرمایا: کہ ہمارے پیرومرشد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مولوی صاحب یہی آتشِ عشق ومعرفت کا سمندر ہم نے اپنے استاد حدیث ابوحنیفہ عصر قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ، اور اپنے شیوخ طریقت عارف باللہ حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب دامانی اور قطب الواصلین حضرت مولانا خواجہ سراج الدین صاحب نوراللہ مراقدھم کے سینوں میں موجزن دیکھا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنے پیرومرشد حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ مبارک میں بھی اسی آتش عشق ومعرفت کو موجزن دیکھا تھا۔ اور اب اگر کوئی اس آتش عشق ومعرفت کو کسی کے سینہ میں موجزن دیکھنا چاہے تو وہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے ہاں دیکھے۔

ارشاد فرمایا: کہ حضرت پیرومرشد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سینہ میں عشق ومعرفت الٰہی کا جو سمندر موجزن تھا

وہ اپنے جواہرات باہر بکھیرنے کے لئے زبانِ عشق کا متلاشی ہوا۔

اور بار بار راتوں کو اٹھ کر دعا کرتے تھے کہ اے اللہ اپنی محبت کا جو خزانہ آپ نے میرے سینہ میں رکھا ہے اپنا کوئی خاص بندہ عطا فرمائیے جس کے سینہ میں اس امانت کو منتقل کر دوں اور وہ بندہ زبانِ عشق سے میرے مخفی اسرار کو قرآن وحدیث کے انوار میں بیان کرے۔

آپ کی یہ دعا قبول ہوگئی حکم ہوا کہ روم جاؤ وہاں تمہیں جلال الدین رومی ملیں گے ہم نے انہیں اس کام کے لئے منتخب کرلیا ہے۔

حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روم کی طرف روانہ ہوگئے اور قونیہ تشریف لائے جہاں برنج فروشوں کی سرائے میں قیام فرمایا۔ سرائے کے دروازہ پر ایک چبوترہ تھا جس پر اکثر عمائد آکر بیٹھے تھے۔ اسی جگہ مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت سے مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حالت میں تغیر پیدا ہوگیا اور جب عشقِ حقیقی نے اپنا پورا اثر کر دیا تو مولانا پر مستی و وارفتگی غالب رہنے لگی۔ درس و تدریس وعظ و پند کے اشغال چھوٹ گئے۔ حضرت شمس الدین تبریزی کی صحبت سے ایک لمحہ کو جدا نہ ہوتے تھے۔ تمام شہر میں ایک شورش مچ گئی۔

مولانا فرماتے ہیں:

نعرۂ مستانہ خوش می آیدم

تا ابد جاناں چنیں می بایدم

ترجمہ: اے محبوب حقیقی! آپ کی محبت میں مجھ کو نعرۂ مستانہ بہت اچھا معلوم ہوتا ہے قیامت تک اے محبوب میں اسی دیوانگی و وارفتگی کو محبوب رکھتا ہوں۔

ہر چہ غیر شورش و دیوانگی است

در رہ او دوری و بے گانگی است

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی محبت وشورش کے علاوہ دنیا کے تمام افسانے دوری اور بے گانگی کے مصداق ہیں۔

جب مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر عشق الٰہی کا یہ اثر ظاہر ہوا تو شہر میں یہ فتنہ اٹھا کہ شمس تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان پر جادو کر دیا ہے۔ فتنہ کے ڈر سے حضرت تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چپکے سے دمشق چل دیئے۔ آپ کی مفارقت سے مولانا کو بے حد صدمہ ہوا۔ ان کی بے چینی دیکھ کر کچھ لوگ حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو واپس بلا لائے۔ لیکن تھوڑے دن رہ کر وہ پھر کہیں غائب ہو گئے۔ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کسی نے شہید کر ڈالا۔

پیر کی اس مفارقت سے مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انتہائی بے چین ہو گئے زندگی تلخ ہوگئی۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ان کے پیر حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیض صحبت نے اثر کیا تھا اس کا پتہ مثنوی سے چلتا ہے۔ مثنوی معنوی میں مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان مبارک سے جو ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار نکلے ہیں وہ آگ دراصل حضرت تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تھی جو زبان کی محتاج تھی اور مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حق تعالیٰ نے شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان بنا دیا۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بادشاہ کے نواسے اور اپنے وقت کے زبردست محدث ومفسر تھے جس وقت پالکی پر چلتے تو مولانا کی محبت میں سینکڑوں شاگرد پا پیادہ پیچھے

پیچھے چلتے تھے۔ اب وہی مولانا رومیؒ ہیں کہ اللہ کی محبت میں اپنے پیر کا سب سامان گدڑی، چلّی، پیالہ، نلہ اور بستر سر پر رکھے ہوئے گلی در گلی پھر رہے ہیں۔

ایں چنیں شیخ گدائے کو بکو عشق آمد لا ابالی فاتقو

ترجمہ: اتنا بڑا شیخ آج گدا بن کر در بدر پھر رہا ہے۔ عشق میں جب آتا ہے تو اسی شان سے آتا ہے پس اے جھوٹے عشق کا دعویٰ کرنے والو! ذرا ہوشیار ہو جاؤ۔ پیر کامل کی صحبت نے مولانا کو کیا بنا دیا۔ خود فرماتے ہیں

مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

عشق تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس طرح دیوانہ کر دیا کہ نہ پالکی رہی نہ جبہ و دستار نہ تلامذہ کا ہجوم۔ شانِ علم پر شانِ فقر غالب ہوگئی اور علم کی صحیح حقیقت سے آگاہ ہوگئے۔ فرماتے ہیں۔

علم نبود الا علم عاشقی
ما بقی تلبیس ابلیس شقی

ترجمہ: حقیقی علم درحقیقت حق تعالیٰ کی محبت کا نام ہے اور اس کے بجائے اگر علوم ظاہری کے اصل مقصود یعنی محبت حق سے روگردانی کی تو ایسا علم ابلیس لعین کی تلبیس کا ذریعہ ہوتا ہے۔

علمے کہ رہ بحق نماید جہالت است

ترجمہ: جو علم کہ حق تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ نہ بنے وہ جہالت ہے۔

مولانا فرماتے ہیں۔

قال را بگذار مردِ حالِ شو

پیش مردِ کاملے پا مال شو

ترجمہ: زبانی تقریروں اور محض قیل وقال کو چھوڑ و صاحب حال بنو یعنی دل میں حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرو لیکن یہ نعمت اسی وقت ہاتھ لگے گی جب کسی صاحب محبت کی صحبت اختیار کرو گے۔

ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ عیہ نے مثنوی میں اولیاءُ اللہ کے جو صفات بیان فرمائے ہیں وہ ان کے چشم دید مشاہدات تھے چونکہ اپنے پیر سے ان کو بدون مجاہدہ و ریاضت نسبت مع اللہ کا بحر بے کراں ہاتھ لگ گیا تھا اس لئے اولیاء اللہ کی تعریف میں وہ مست و بے خود ہو جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

پیر باشد نرد بان آسماں

تیر پرّاں از کہ گردو از کماں

ترجمہ: پیر کا وجود حق تعالیٰ تک رسائی کے لئے مثل سیڑھی کے ہے اور تیر کا تیز رفتاری سے اڑنا بدون کمان کے کب ہوتا ہے؟

مولانا رومیؒ نے کئی کئی گھنٹے تنہائی میں اپنے پیر کی خدمت میں رہ کر اپنے سینہ میں اس آتشِ عشق کو جذب کر لیا۔ جس کے متعلق حضرت تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حق تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! مجھے کوئی ایسا بندہ عطا فرمایئے جو میری آتش محبت کا تحمل کر سکے۔ شیخ کامل کے فیض صحبت سے مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ایمان تحقیقی کا انکشاف ذوقاً اور حالاً محسوس ہونے لگا اور عشق حقیقی کے فیض سے مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے

سینہ میں علم و معرفت کا سمندر موجیں مارنے لگا۔ اور علم کا یہ سمندر ایسا وسیع ہے کہ آج تک اولیاءِ اُمت اس سے فیض یاب ہو رہے ہیں اور مثنوی معنوی کے مطالعہ سے چلتا ہے۔ اس وقت مولانا کا ایک علم لطیف مثالاً تحریر کرتا ہوں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا کے عشق کا مقام کتنا بلند ترین ہے۔

فرماتے ہیں ؎

بر برون کُہ چوزد نور صمد

پارہ شد تا در درونش ہم زند

ترجمہ: کوہِ طور کی سطحِ ظاہری پر جب نورِ صمد نے تجلی فرمائی تو طور پارہ پارہ ہوگیا تاکہ نور صرف ظاہر پر نہ رہے باطن میں بھی داخل ہو جائے۔

گرسنہ چوں بر کفش زد قرصِ ناں

واشگافد از ہوس چشم و دہاں

ترجمہ: بھوکے کے ہاتھ پر جب روٹی کا ٹکڑا رکھ دیا جاتا ہے تو ہوس سے وہ منہ اور آنکھیں پھاڑ دیتا ہے یہی حالت طور کی ہوگئی گویا اس نے منہ پھاڑ دیا کہ غذائے نور جس طرح اس کے ہاتھ یعنی ظاہر پر رکھی گئی اسی طرح اس کے باطن میں پہنچادی جائے۔

آجا مرے آنکھوں میں سما جا مرے دل میں

کوہِ طور کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی جو کیفیت عشقیہ مولانا نے یہاں ارشاد فرمائی ہے اس سے مولانا کی نسبت عشقیہ ظہور ہوتا ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت مع اللہ کو حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آتشِ عشق کی بدولت کتنا عروج نصیب ہوا اس کا اندازہ مولانا ہی کے کلام

سے ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں۔

سیر زاہد ہر مہے یک روزہ راہ
سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

ترجمہ: زاہد خشک کی رفتارِ سلوک ہر ماہ میں ایک دن کی مسافت کے برابر ہوتی ہے اور عاشقین صادقین کی ارواح ہر سانس میں تختِ شہنشاہِ حقیقی تک پرواز کرتی رہتی ہیں۔

خواب را بگذار مشب اے پدر
یک شبے در کوئے بے خواباں گذر

ترجمہ: اے پدر ایک رات نیند کو ترک کر کے ذرا بے خوابوں کی گلی میں تو آ کر دیکھ۔

بنگر ایشاں راکہ مجنوں گشتہ اند
ہمچو پروانہ بو صلش کشتہ اند

ترجمہ: پھر دیکھ ان بے خوابوں کو کہ عشقِ حقیقی نے کیسا مجنوں کر رکھا ہے اور پروانوں کی طرح یہ تجلیاتِ قرب سے کیسے کشتہ ہو رہے ہیں۔

ہیں بیائید اے پلیداں سوئے من
کہ گرفت از خوئے یزداں خوئے من

ترجمہ: اے خواہشاتِ نفسانیہ میں ملوث غافل انسانوں! میری طرف آؤ کہ میرے اخلاق، اخلاقِ الٰہیہ سے متخلق ہو گئے ہیں۔

اولیا را در دروں با نغمہ ہاست
طالباں رازاں حیات بے بہاست

ترجمہ: اولیاء اللہ کے قلب میں عشقِ حقیقی کے ہزاروں نغمات پوشیدہ ہیں جن سے

طالبین کو حیات بے بہا عطا ہوتی ہے۔

اے تواضع بردہ پیشِ ابلہاں
اے تکبر کردہ تو پیشِ شہاں

ترجمہ: اے مخاطب تو دُنیاداروں کے پاس جا کر دُنیا کے لئے اُن کے سامنے تواضع اختیار کرتا ہے حالانکہ بوجہ غفلت عن الآخرۃ یہ بے وقوف لوگ ہیں اور اگر تو کبھی اللہ والوں کی خدمت میں جاتا بھی ہے تو ان کے ساتھ تکبر سے پیش آتا ہے حالانکہ یہی حضرات در حقیقت سلطانیت و بادشاہت کی شان رکھتے ہیں بلکہ انکی باطنی دولت تعلق مع اللہ رشکِ سلطنت ہفتِ اقلیم ہے۔

بازِ سلطاں گشتم و نیکو پیم
فارغ از مردارم و کرگس نیم

ترجمہ: میں بازِ شاہی ہوں اور عشقِ سلطانی کی برکت سے خوش خصوال ہو گیا ہوں۔ عشقِ حقیقی کے فیض سے میرے صفاتِ کرگسی صفاتِ شاہبازی سے مبدل ہو گئے ہیں یعنی پہلے دُنیائے مردار پر مثل کرگس میں عاشق تھا اب وہ عشق عشقِ حق سے بدل ہو گیا اور مردار خوری سے میں باز آ گیا۔

چوں بمردم از حواسِ بوا لبشر
حق مراشد سمع دادراکِ بصر
نورِ او دریمن و یسر تحت و فوق
برسرو بر گد نم مانند طوق

ترجمہ: جب میرے اخلاق رذیلہ میرے مرشدِ کامل کے فیضِ صحبت سے فنا ہو گئے اور میرا

نفس اخلاقِ حمیدہ سے متصف ہو گیا تو اب میں اللہ تعالیٰ کے نور سے سنتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہوں اللہ تعالیٰ کا نور اپنے داہنے بائیں اوپر نیچے دیکھتا ہوں اور نورِ حق کو اپنے سر اور گردن میں مثلِ طوق کے پاتا ہوں۔

حضرت تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیض سے مولانا کو عشقِ حقیقی کا جو مقام حاصل ہوا اور ان کی روح میں جو کیفیت عشقیہ پیدا ہوئی اس کا کچھ اندازہ مولانا کے اس کلام سے ہوتا ہے۔

بادہ در جوشش گدائے جوشِ ماست
چرخ در گردش اسیرِ ہوشِ ماست

ترجمہ: بادہ اپنے جوش میں ہمارے جوش کی گدا ہے اور آسمان اپنی گردش میں ہمارے جوش کا قیدی ہے۔

بادہ از ما مست نے کہ ما ازو
قالب از ماہست نے کہ ما ازو

ترجمہ: شراب ہم سے مست ہوئی ہے نہ کہ ہم شراب سے مست ہوئے ہیں یہ جسم ہماری روح کے فیض سے موجود ہے نہ کہ ہم اپنے وجود میں جسم کے محتاج ہیں۔

جب روح میں اللہ تعالیٰ سے نسبتِ خاصہ پیدا ہو جاتی ہے تو صفاتِ روح صفاتِ نفس پر غالب ہو جاتے ہیں اور روح چونکہ عالم امر سے متعلق ہے اور عالم ناسُوت یعنی دُنیا عالم آخرت کے مقابلہ میں مثلِ قید خانہ ہے۔ پس عشقِ حقیقی کے آثار جب عارف کی روح اپنے اندر محسوس کرتی ہے تو اس کو اس عالم کی فانی مستی اپنی حقیقی اور ابدی مستی کے سامنے محتاج و گدا معلوم ہوتی ہے اور روح عارف کو اپنی وسعتِ پرواز کے سامنے آسمان کی گردش بھی ہیچ معلوم ہوتی ہے۔

ایک مولانا صاحب نے پوچھا کہ حضرت آپ کا خاندانی پس منظر کیا ہے؟

خاندانی پس منظر:

ارشاد فرمایا! کہ ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ غورغشتی گاؤں کو شیخ اشرف کاکڑ نے پنج ڈھیر کے قریب آباد کیا تھا اور اس کا نام اپنے مورث اعلی غورغشت خان کے نام پر رکھا اس گاؤں کے مورث اعلی غورغشت خان سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے ساتھ آئے تھے اور پھر یہیں رہ گئے۔

ارشاد فرمایا! کہ ہمیں سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے ساتھ ان کی علم دوستی کی وجہ سے بہت محبت ہے یہ بہت عادل اور انصاف کرنے والے تھے یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی طرح رات کو بھیس بدل کر پھرا کرتے تھے کہ کسی کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔

ارشاد فرمایا! کہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی صحبت کی وجہ سے ان کی زندگی بالکل بدل گئی تھی۔

محمود غزنویؒ اور شیخ ابوالحسن خرقانیؒ

جب شہنشاہِ وقت فقیر کے دربار میں حاضر ہوا

سلطان محمود غزنویؒ خراسان گئے تو وہاں کے مشہور بزرگ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا لیکن اس شوق ملاقات کے ساتھ ساتھ انہیں یہ خیال آیا کہ میں خراسان میں شیخ خرقانیؒ کی ملاقات کی غرض سے نہیں آیا لہذا (ضمنی طور سے) ان کی زیارت کو جانا سوءِ ادب ہے' ان سے ملاقات کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کے ایک عرصے بعد غزنی سے صرف شیخ ہی کی زیارت کی غرض سے وہ خرقان آئے اور ایک شخص کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ بادشاہ ملاقات کے لئے غزنی سے آیا ہے اور تقاضائے اخلاق یہ ہے کہ آپ خانقاہ سے باہر تشریف لائیں اور بادشاہ کو زیارت کا موقع دیں' اس کے بعد قاصد سے کہا کہ شیخ باہر آنے سے انکار کریں تو انہیں یہ فرمانِ خداوندی سنا دینا کہ: ترجمہ''اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے ذمہ داران امور کی اطاعت کرو'' قاصد نے شیخ کی خدمت میں سلطان کا پیغام پہنچایا مگر شیخ نے خانقاہ سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا اور بادشاہ کے ساتھ ملاقات کرنے سے معذرت چاہی' اس قاصد نے سلطان کی ہدایت کے مطابق مذکورہ بالا آیت کریمہ پڑھ کر سنائی' جواب میں شیخ نے فرمایا: ''معذور دار بہ محمود بگو کہ در اَطِیْعُوااللّٰہ چناں مستغرقم کہ از اَطِیْعُواالرَّسُوْلَ خجالت می برم و بہ اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ نہ پردازم'' مجھے معذور سمجھو اور محمود سے کہو کہ اب تک میں اطیعوا اللہ پر عمل کرنے میں اتنا محو ہوں کہ (اطاعت رسول کا حق ادا نہیں کر سکا اور) اطیعوا الرسول کے حکم

کے معاملے میں شرمندگی محسوس کرتا ہوں' بھلا ایسی صورت میں اولوالامر کی اطاعت کی طرف کیسے متوجہ ہوں۔ قاصد واپس آ گیا اور اور اس نے شیخؒ کا جواب سلطان کو سنایا تو وہ سن کر رو پڑے اور کہا کہ ''چلو! یہ ویسا شخص نہیں ہے جیسا ہم گمان کر رہے تھے۔'' اس کے بعد سلطان محمود غزنویؒ اس انداز سے شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے کہ خود تو اپنے غلام ایاز کا لباس زیب تن کیا اور اپنا لباس ایاز کو پہنایا' اور دس کنیزوں کو غلام کے لباس میں ملبوس کر کے ساتھ لیا۔ جب یہ لوگ شیخؒ کی خدمت میں پہنچے اور ان کو سلام کیا تو شیخؒ نے سلام کا جواب دیا مگر تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہوئے اور سلطانؒ (جنہوں نے ایاز کا لباس پہن رکھا تھا) کی طرف مطلق توجہ نہ فرمائی بلکہ ایاز کی طرف ملتفت ہوئے جو سلطان کے لباس میں ملبوس تھا۔ اس پر سلطانؒ نے (جو ایاز کا لباس پہنے ہوئے تھے) شیخؒ سے کہا ''اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ نہ تو بادشاہ کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوئے نہ اس کی طرف التفات کیا' کیا فقر کے جال کی یہی کائنات ہے کہ باشاہ کو اس طرف نظر انداز کر دیا جائے؟'' شیخؒ نے جواب دیا ''ہاں! جال تو یہی ہے لیکن تیرا مشار الیہ اس جال میں گرفتار نہیں تو سامنے آ کہ اس جال کا سب سے بڑا شکار تو خود ہے۔'' سلطانؒ نے جب دیکھا کہ اصل حقیقت شیخؒ پر منکشف ہو چکی ہے تو مؤدب ہو کر شیخؒ کے سامنے بیٹھ گئے اور کچھ فرمانے کی درخواست کی۔ شیخؒ نے غلاموں کے لباس میں بیٹھی ہوئی کنیزوں کی طرف اشارہ کر کے حکم دیا کہ ان نامحرموں کو اس مجلس سے باہر بھیج دو۔ سلطان نے عرض کیا ''مجھے کوئی نصیحت فرمائیے!'' فرمایا ''تمہیں چار چیزیں اختیار کرنی چاہئیں' پرہیزگاری' نماز باجماعت' سخاوت اور شفقت۔'' اس کے بعد سلطانؒ نے دعا کی درخواست کی' فرمایا ''میں پانچوں وقت نماز کے بعد یہ دعا کرتا ہوں (یا اللہ! مؤمن مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرما)

سلطانؒ نے کہا ''یہ دعا تو عام ہے میرے لئے کوئی خاص دعا کیجئے۔'' فرمایا ''محمود! جاؤ تمہاری عاقبت محمود ہو۔'' بعدازاں سلطانؒ نے اشرفیوں کا ایک توڑا پیش کیا' شیخ نے جو کی روٹی اس کے سامنے رکھی اور اسے کھانے کے لئے کہا سلطانؒ نے لقمہ توڑ کر منہ میں ڈالا تو احساس ہوا کہ روٹی بہت سخت ہے' ہر چند اسے چبایا لیکن روٹی کا ٹکڑا نہ تو دانتوں سے کٹتا تھا اور نہ حلق سے نیچے اترتا تھا۔ شیخ نے پوچھا ''کیا یہ روٹی تمہارے حلق میں اٹکتی ہے؟'' سلطانؒ نے اثبات میں جواب دیا۔ فرمایا ''جس طرح ہماری یہ جو کی سوکھی روٹی تمہارے حلق سے نیچے نہیں اترتی' اسی طرح تمہارا یہ اشرفیوں سے بھرا ہوا توڑا ہمارے حلق سے نیچے نہیں اترتا' اس کو ہمارے سامنے سے اٹھا لو ہم اس کو ترک کر چکے ہیں۔'' سلطانؒ نے بطور یادگار شیخ سے کوئی چیز مانگی تو انہوں نے اپنا خرقہ عنایت فرمایا۔ سلطانؒ جب شیخ کی مجلس سے رخصت ہونے کے لئے اٹھے تو شیخ بھی ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے' سلطانؒ نے سوال کیا ''اس کی کیا وجہ ہے کہ جب میں آپ کے پاس آیا تھا تو آپ نے میری کوئی پرواہ نہ کی' اور اب جانے لگا ہوں تو اٹھ کر کھڑے ہو گئے ہیں؟ شیخ نے فرمایا جب تم میرے پاس آئے تھے تو خدم و حشم تمہارے ساتھ تھے' تم غرور بادشاہت میں سرمست تھے اور میرے امتحان کی غرض سے آئے تھے' اب تم عاجزی اور انکساری کے ساتھ واپس لوٹ رہے ہو۔''

ارشاد فرمایا! کہ یہ قصہ ہمیں ہمارے پیر و مرشد رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہمارے قیام واں بھچراں میں دوران درس مثنوی میں بڑے مزے مزے سے سنایا تھا۔

ارشاد فرمایا! کہ مثنوی کے اشعار ہمارے حضرت بڑے ترنم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

قصہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک رات حضرت سلطان محمودؒ شاہی لباس اتار کر عام لباس میں رعیت کی نگرانی کے لئے تنہا گشت فرما رہے تھے کہ اچانک چوروں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ آپس میں کچھ مشورہ کر رہا ہے۔ چوروں نے سلطان محمودؒ کو دیکھ کر دریافت کیا کہ اے شخص تو کون ہے؟

بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی میں سے ایک ہوں۔ وہ لوگ سمجھے کہ یہ بھی کوئی چور ہے اس لئے ساتھ لے لیا۔ پھر آپس میں باتیں کرنے لگے اور یہ مشورہ ہوا کہ ہر ایک اپنا اپنا ہنر بیان کرے تاکہ وہی کام اس کے سپرد کر دیا جاوے۔

ایک نے کہا صاحبو! میں اپنے کانوں میں ایسی خاصیت رکھتا ہوں کہ کتا جو کچھ اپنی آواز میں کہتا ہے میں سب سمجھ لیتا ہوں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

دوسرے نے کہا کہ میری آنکھوں میں ایسی خاصیت ہے کہ جس شخص کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا ہوں اس کو دن میں بلا شک وشبہ پہچان لیتا ہوں۔

تیسرے نے کہا کہ میرے بازوؤں میں ایسی خاصیت ہے کہ میں ہاتھ کے زور سے نقب لگا لیتا ہوں یعنی گھر میں داخل ہونے کے لئے مضبوط دیوار میں بھی ہاتھ سے سوراخ کر دیتا ہوں۔

چوتھے نے کہا کہ میری ناک میں ایسی خاصیت ہے کہ مٹی سونگھ کر معلوم کر لیتا ہوں کہ اس جگہ خزانہ مدفون ہے یا نہیں۔ جیسے مجنوں نے بغیر بتلائے ہوئے خاک سونگھ کر معلوم کر لیا تھا کہ اس جگہ لیلیٰ کی قبر ہے۔

ہمچو مجنوں بو کنم ہر خاک را
خاک لیلیٰ را بیابم بے خطا

پانچویں شخص نے کہا کہ میرے پنجہ میں ایسی قوت ہے کہ محل خواہ کتنا ہی بلند ہو لیکن میں اپنے پنجہ کے زور سے کمند کو اس محل کے کنگرہ میں مضبوط لگا دیتا ہوں اور اس طرح مکان میں آسانی سے داخل ہو جاتا ہوں۔

پھر سب نے مل کر بادشاہ سے دریافت کیا کہ اے شخص تیرے اندر کیا ہنر ہے جس سے چوری کرنے میں مدد مل سکے۔ بادشاہ نے جواب دیا۔

مجرماں راچوں بجلاّ واں دہند

چوں بجنبد ریش من ایشاں رہند

ترجمہ: میری داڑھی میں ایسی خاصیت ہے کہ پھانسی کے مجرموں کو جب جلادوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اس وقت اگر میری داڑھی ہل جاتی ہے تو سب اسی وقت رہائی پا جاتے ہیں یعنی جب میں ترحم سے داڑھی ہلا دیتا ہوں تو مجرمین کو قتل کی سزا سے فی الفور نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ سنتے ہی چوروں نے کہا۔

قوم گفتندش کہ قطب ماتوئی

روزِ محنت ہا خلاص ماتوئی

ترجمہ: اے ہمارے قطب! چونکہ یوم مشقت میں خلاصی کا ذریعہ آپ ہی ہیں یعنی اگر ہم پکڑے جاویں تو آپ کی برکت سے چھوٹ جاویں گے اس لئے اب ہم سب کو بے فکری ہوگئی کیونکہ اوروں کے پاس تو صرف ایسے ہنر تھے جن سے چوری کی تکمیل ہوتی تھی لیکن سزا کے خطرہ سے بچانے کا ہنر کسی کے پاس نہ تھا۔ یہی کسر باقی تھی جو آپ کی وجہ سے پوری ہوگئی اور سزا کا خطرہ بھی ختم ہوگیا۔ بس اب کام میں لگ جانا چاہیے۔ اس مشورہ کے بعد سب نے قصرِ شاہ محمود کی طرف رُخ کیا اور شاہ خود بھی ان کے ہمراہ ہوگیا۔ راستہ

میں کتنا بھونکا تو کتے کی آواز سمجھنے والے نے کہا کہ کتے نے کہا ہے کہ تمہارے ساتھ بادشاہ بھی ہے لیکن اس کی بات کی طرف چوروں نے دھیان نہ دیا کیونکہ لالچ ہنر کو پوشیدہ کر دیتا ہے۔

صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد

ایک نے خاک سونگھی اور بتادیا کہ شاہی خزانہ یہاں ہے ایک نے کمند پھینکی اور شاہی محل میں داخل ہوگیا۔ نقب زن نے نقب لگادی اور آپس میں خزانہ تقسیم کرلیا اور جلدی جلدی ہر ایک نے مالِ مسروقہ پوشیدہ کرلیا۔ بادشاہ نے ہر ایک کا حلیہ پہچان لیا اور ہر ایک کی قیام گاہ کے راستوں کو محفوظ کرلیا اور اپنے کو ان سے مخفی کر کے محل شاہی کی طرف واپس ہوگیا۔

بادشاہ نے دن کو عدالت میں شب کا تمام ماجرا بیان کر کے سپاہیوں کو حکم دیا کہ سب کو گرفتار کرلو اور سزائے قتل سنادو۔ جب سب کے سب مشکیں کسی ہوئی عدالت میں حاضر ہوئے تو تخت شاہی کے سامنے ہر ایک خوف سے کانپنے لگا لیکن وہ چور جس کے اندر یہ خاصیت تھی کہ جس کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا دن میں بھی اس کو بے شبہ پہچان لیتا وہ مطمئن تھا۔ اس پر خوف کے ساتھ رجاء کے آثار بھی نمایاں تھے۔ یعنی ہیبت سلطانی اور قہر انتقامی سے ترساں اور لطف سلطانی کا امیدوار تھا کہ حسب وعدہ ب مراحم خسروانہ سے داڑھی ہل جائے گی تو فی الفور خلاصی ہوجائے گی اور حسب وعدہ میں اپنے تمام گروہ کو بھی چھڑالوں گا کیونکہ غایت مروت سے بادشاہ اپنے جان پہچان والے سے اعراض نہ کرے گا بلکہ عرض قبول کر کے سب کو چھوڑ دے گا۔

اس شخص کا چہرہ خوف اور امید سے کبھی زرد کبھی سرخ ہورہا تھا کہ بادشاہ محمود نے جلالت خسروانہ کے ساتھ حکم نافذ فرمایا کہ ان سب کو جلادوں کے سپرد کر کے دار پر لٹکا دو اور

چونکہ اس مقدمہ میں سلطانہ خود شاہد ہے۔ اس لئے کسی اور کی گواہی ضروری نہیں۔ یہ سنتے ہی اس شخص نے دل کو سنبھال کر ادب سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اجازت حاصل کر کے اسنے کہا حضور! ہم میں سے ہر ایک نے اپنے مجرمانہ ہنر کی تکمیل کر دی اب خسروانہ ہنر کا ظہور حسب وعدہ فرما دیا جائے۔ میں نے آپ کو پہچان لیا ہے آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ میری داڑھی میں ایسی خاصیت ہے کہ اگر کرم سے ہل جاوے تو مجرم خلاصی پا جائے۔ لہٰذا اے بادشاہ! اب اپنی داڑھی ہلا دیجئے تا کہ آپ کے لطف کے صدقہ میں ہم سب اپنے جرائم کی عقوبت وسزا سے نجات پا جائیں۔ ہمارے ہنروں نے تو ہمیں دار تک پہنچا دیا۔ اب صرف آپ ہی کا ہنر ہمیں اس عقوبت سے نجات دلا سکتا ہے۔ آپ کے ہنر کے ظہور کا یہی وقت ہے۔ ہاں کرم سے جلد داڑھی ہلا دیئے کہ خوف سے ہمارے کلیجے منہ کو آرہے ہیں۔ اپنی داڑھی کی خاصیت سے ہم سب کو جلد مسرور فرما دیجئے۔

سلطان محمود اس گفتگو سے مسکرایا اور اس کا دریائے کرم مجرمین کی فریاد و نالۂ اضطرار سے جوش میں آگیا ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص نے اپنی اپنی خاصیت دکھا دی حتیٰ کہ تمہارے کمال اور ہنر نے تمہاری گردنوں کو مبتلاء قہر کر دیا۔ بجز اس شخص کے کہ یہ سلطان کا عارف تھا اور اس کی نظر نے رات کی ظلمت میں ہمیں دیکھ لیا تھا اور ہمیں پہچان لیا تھا پس اس شخص کی اس نگاہِ سلطان شناس کے صدقہ میں تم سب کو رہا کرتا ہوں۔ مجھے اس پہچاننے والی آنکھ سے شرم آتی ہے کہ میں اپنی داڑھی کا ہنر ظاہر نہ کروں۔

فائدہ: (۱) اس حکایت میں عبرت ونصیحت ہے کہ جس وقت تم جرائم کا ارتکاب کرتے ہو شہنشاہِ حقیقی تمہارے ساتھ ہوتا ہے اور تمہارے کرتوتوں سے باخبر ہوتا ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ

ترجمہ: اور سلطان حقیقی تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔ بندہ جب کسی نافرمانی کا ارتکاب کرتا ہے تو گویا خزانۂ حدودِ الٰہیہ میں خیانت کرتا ہے۔ اللہ کے حقوق کی خیانت ہو یا بندوں کے حقوق کی یہ سب اللہ کے خزانے کی چوریاں ہیں اس لئے ہر وقت یہ خیال رہے کہ شہنشاہِ حقیقی ہمارے ساتھ ہے اور ہمیں دیکھ رہا ہے۔ اس کے سامنے خزانہ لوٹا جا رہا ہے۔ ذرا سوچو تو سہی تم کس کی چوری کر رہے ہو۔ وہ بادشاہِ حقیقی کہہ رہا ہے کہ ہم تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ ہمارا قانون تو نازل ہو چکا۔ آج تم قانون شکنی کرلو۔ آج دنیا میں تو میں تمہاری ستاری کرتا ہوں کہ شاید تم راہ پر آجاؤ لیکن اگر ہوش میں نہ آئے تو کل قیامت میں جب مشکیں کسی ہوئی میرے سامنے حاضر ہو گے اس وقت میرے قہر وغضب سے تمہیں کون بچا سکے گا۔

(۲) اس حکایت سے یہ نصیحت بھی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کی سزا فی الکمال یعنی آخرت میں دیں گے۔ اگرچہ دنیا میں فی الحال نظر انداز فرما دیں۔ جیسے خزانہ شاہی کی چوری کے وقت سلطان اگرچہ چوروں کو دیکھ رہا تھا اور ان کے پاس ہی تھا لیکن اس حال میں انہیں سزا نہ دی بلکہ انجام کار گرفتار کرالیا۔ اگر ہر روز یہ مراقبہ کرلیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اعمال کو دیکھ رہے ہیں تو گناہ کے ارتکاب سے خوف محسوس ہوگا۔

(۳) تیسری نصیحت یہ ہے کہ قیامت کے دن کوئی ہنر کام نہ دے گا۔ بلکہ وہ تمام اعمال جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف انسان سے سرزد ہو رہے ہیں۔ قیامت کے دن اس کی گردن بندھوا دیں گے۔ گو دنیا میں ان کو ہنر سمجھا جاتا ہو جس طرح چوروں نے اپنے فن کو موقع کمال میں پیش کیا تھا لیکن ان کمالات ہی نے ان کی مشکیں کسوا دیں۔

ہر یکے خاصیتے خود رانمود
ایں ہنر ہا جملہ بدبختی فزود

ترجمہ: ایک نے اپنی خاصیت دکھائی اور اپنا کمال ہنر پیش کیا۔ لیکن ان تمام ہنروں سے ان کی بدبختی اور بڑھ گئی۔ جو ہنر جان کو خالقِ جان سے آشنا نہ کردے اور دل کا رابطہ حق تعالیٰ سے قائم نہ کردے اور اللہ کی یاد کا ذریعہ نہ ہوجائے وہ ہنر نہیں ہے وبال ہے۔ انسان کی جو قوتیں اللہ تعالیٰ سے بغاوت' سرکشی اور غفلت میں صرف ہورہی ہیں وہ ایک دن اس کو مجرم کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کریں گی۔

(۴) پس معلوم ہوا کہ کوئی ہنر کام آنے والا نہیں ہے سوائے ایک ہنر کے اور وہ یہ ہے کہ اس دنیا کے ظلمت کدہ میں اللہ کو پہچاننے والی نظر پیدا کی جائے جیسے کہ وہ شخص جس کی نگاہ سلطان شناس تھی کہ اپنے اسی ہنر کی وجہ سے قہر و انتقام شاہی سے خود بھی بچ گیا اور دوسروں کے لئے بھی سفارش کی باقی ساری خاصیتیں آلۂ سزا و عقوبت ہوگئیں۔ لیکن

جز مگر خاصیتِ آں خوش حواس
کہ بشب بود چشمِ او سلطاں شناس

ترجمہ: صرف اس خوش حواس کی نگاہ سلطان شناس کام آئی جس نے رات میں سلطان کو پہچان لیا تھا۔ پس نصیحت اس میں یہ ہے کہ یہ دنیا بھی ظلمت کدہ ہے یہاں کی اندھیری میں جو بندہ اتباعِ شریعت الٰہیہ کی برکت سے اپنے اللہ کو پہچان لے گا وہ قیامت کے دن خود بھی نارِ جہنم کی عقوبت سے خلاصی پائے گا اور دوسرے مجرمین (گنہ گار اہلِ ایمان) کے لئے بھی سفارش کرے گا لیکن اپنی اس معرفت اور لطفِ حق پر مغرور نہ ہوگا بلکہ خوف اور اُمید کے درمیان بصد عجز و نیاز عبدیت شفاعت کرے گا پھر حق تعالیٰ جس کے لئے چاہیں گے اس کی سفارش قبول فرما کر اپنی شانِ رحمت کا ظہور فرمائیں گے اور جس کے لئے نہ چاہیں گے تو از راہِ عدل اپنی شانِ قہر و انتقام ظاہر فرمائیں گے پس بہت خوش نصیب

ہے وہ بندہ جس نے دنیا میں رہ کر نگاہ معرفت پیدا کر لی اور اپنے اللہ کو پہنچان لیا۔ عارفین جن کی روحیں اپنے مجاہدوں اور ریاضتوں کے ذریعے آج اللہ کو پہچان رہی ہیں۔ کل حشر کے دن یہی عارفین اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور نجات پائیں گے اور ان کی سفارش گنہ گاروں کے حق میں قبول کی جائے گی۔ جس وقت کفار و مجرمین کو ان کے ہنروں کی بدولت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آگ میں داخل کیا جا رہا ہوگا اس وقت یہ فاقہ زدہ چہرے یہ پیوند کپڑے والے، بوریہ نشین جن کا آج مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اپنے اللہ کو نگاہ بھر کر دیکھ رہے ہوں گے اس وقت مجرمین ان پر رشک کریں گے کہ کاش دنیا میں ہم بھی ان ہی کی طرح رہے ہوتے اور ان کا ہنر سیکھا ہوتا۔ یعنی نگاہ معرفت پیدا کر لی ہوتی۔

(۵) اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول اور نیک بندے معیار انسانیت کے اعتبار سے کتنا بلند مقام رکھتے ہیں۔

افسوس کہ آج جو قوم انہیں چوروں کی طرح اپنی دنیوی زندگی کی چند روزہ بہار کے وسائل و ذرائع کو ہنر سمجھتی ہے اور مادی ترقی کو اصل ترقی سمجھتی ہے اور انسانیت سے گری ہوئی تہذیب کو مثلاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو اور کاغذ سے پاخانہ کا مقام صاف کر کے ٹب میں بیٹھ کر غسل کرنے کو اور اس طرح پاخانہ کے مقام سے ملوث گندہ پانی منہ کان آنکھ میں داخل کرنے کو انسانیت کی معراج قرار دیتی ہے کیا ایسی قوم کو تہذیب یافتہ و ترقی یافتہ کہا جا سکتا ہے۔

افسوس صد افسوس کہ مسلمان اللہ کی پسندیدہ تہذیب و معاشرت کو ترک کر کے اسی مغضوب و مقہور قوم کی نقل کر رہے ہیں۔

(دُعا) اے اللہ! ہم پر کسی ایسے حکمران کو متعین فرما جو تیرے پاکیزہ قانون کو نافذ کرے (آمین) اور بے پردہ پھرنے والی عورتوں کو، بے نمازیوں کو، شراب پینے والوں کو سزائیں دے اور جبراً وقہراً ایسے دستور نافذ ہوں کہ یہ چکلے خانے، شراب خانے، سینما خانے سب مقفل کردیئے جائیں۔ (آمین ثم آمین)

ارشاد فرمایا! کہ میرے عزیزو! ہم نے اپنے پیر ومرشد رئیس المفسرین، عارف باللہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اپنے قیام واں بھچراں ضلع میانوالی میں قرآن کریم کا ترجمہ وتفسیر بھی پڑھا تھا۔ اور مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ان سے درساً پڑھی تھی۔ اور حضرت بڑے مزے مزے سے مثنوی کا درس دیا کرتے تھے۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی تین کتابیں انوکھی ہیں۔ قرآن کریم، بخاری شریف اور مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ

ارشاد فرمایا! کہ یہ قصہ بھی ہمیں ہمارے پیر ومرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عشاء کی نماز کے بعد مثنوی کھول کر سنایا تھا۔

حکایتِ ایاز اور حاسدین

شاہ محمود کے ایک مقرب درباری غلام آیاز نے ایک حجرہ تعمیر کیا اور اس میں اپنی گدڑی اور پرانی پوستین لٹکا دی اور اس حجرہ کو مقفل رکھتا تھا اور تنہا جا کر کبھی کبھی اپنی پھٹی پرانی گدڑی اور پوستین کو دیکھ کر رویا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اے اللہ! میں ایک غریب خاندان کا لڑکا تھا اور اس پھٹی حالت میں تھا کہ میرا لباس یہ تھا کہ جسے آج میں شرم وحیا سے مقفل رکھتا ہوں یعنی دوسروں کے سامنے پہننا تو درکنار دوسروں کو دکھانا اور دوسروں کے علم میں لانا بھی اپنی توہین اور ننگ سمجھتا ہوں اور اپنے کو سمجھایا کرتا تھا کہ اے آیاز! تو اب مقرب بارگاہ سلطان ہے اس شان وشوکت پر ناز نہ کرنا کہ تیری حقیقت صرف یہی پوستین اور گدڑی ہے۔ عمائد اور وزراء اس راز سے بے خبر تھے وہ آیاز کو اس حجرہ کی طرف آتے دیکھتے اور طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے۔

ایک دن تمام اراکین سلطنت جمع ہو کر تبادلۂ خیال کرنے لگے کہ آیاز تنہا اس حجرہ میں کیوں جاتا ہے اور اس کو مقفل بھی رکھتا ہے اس قفل گراں کی کیا ضرورت ہے۔ شاہ محمود اس کو عاشق اور درویش سمجھتا ہے اور یہ شاہ کی دولت اس حجرہ میں مخفی کر رہا ہے۔ اگر اس دفینہ کی خبر شاہ کو کر دی جاوے تو دو فائدے حاصل ہوں ایک تو یہ کہ ایاز کا تقرب ختم ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ شاہ کو جب دفینہ مل جائے گا تو ہم لوگوں کو انعام بھی ملے گا۔ چنانچہ یہ مشورہ طے پایا کہ شاہ محمود کو اطلاع کی جاوے پس ایک وفد نے شاہ سے کہا۔

شاہ را گفتند او را حجرہ ایست
اندر آنجا روپیہ و خُمرہ ایست

(خُمرہ لغت میں بوریا کو کہتے ہیں)

عمائدِ سلطنت کے ایک وفد نے شاہ سے کہا کہ ایاز کے پاس ایک حجرہ ہے اس کے اندر سونا چاندی اور بوریا ہے۔

را می نہ دہد کے راانددرد
بستہ میدارد ہمیشہ آں دارد

اور وہ کسی کو اس حجرہ میں جانے کی اجازت نہیں دیتا ہمیشہ اس کے دروازہ کو تالہ کیے رہتا ہے۔

شاہ نے یہ سن کر ان لوگوں سے کہا کہ اچھا ہم آج آدھی رات کو اس حجرہ کا معائنہ کریں گے اور تم سب لوگ ہمارے ساتھ رہنا۔ جو کچھ اس میں سے دولت ملے ہماری طرف سے وہ سب تم لوگ تقسیم کر لینا۔

باچنیں اکرم و لطف بے عدد
ازلیمئی سیم و زر پنہاں کند

اور شاہ نے کہا افسوس ہے ایاز پر کہ اس قدر عزت واکرام والطاف شاہی میسر ہوتے ہوئے ایسی ذلیل حرکت کہ خفیہ سونا چاندی جمع کر رہا ہے۔

ہر کہ اندر عشق یابد زندگی
کفر باشد پیش اوجز بندی

جو شخص عشق سے زندگی پاچکا ہو اس کے لئے بندگی کے علاوہ غیر اللہ میں مشغول ہونا ناشکری ہے۔

شاہ کو تو پہلے ہی سے ایاز کی مخلصانہ محبت پر مکمل اعتماد تھا لیکن شاہ ان عمائد سے

مذاق کر رہا تھا۔

شاہ را بردے نبودہ ایں گمان
تسخر نے می کرد بہر امتحان
ازایاز ایں خود محال ست وبعید
کویکے دریاست و قعرش ناپدید
شاہِ شاہان ست بلکہ شاہ ساز
وزبرائے چشم بدنامش ایاز
شاہ میدانست خود پاکئے او
بہر ایشاں کرد اوِ آں جستجو

ترجمہ: (۱) شاہ کو ایاز پر بدگمانی نہ تھی اور یہ معاملہ امتحان کے لئے حاسدین کے ساتھ بطور تمسخر تھا۔

(۲) ایاز سے یہ فعل محال اور بعید تھا کیونکہ وہ بحر وفا ناپیدا کنار تھا۔

(۳) ایاز شاہوں کا شاہ بلکہ شاہ ساز ہے اور صرف چشم بد سے حفاظت کے لئے نام ایاز رکھا تھا۔

(۴) شاہ محمود اس کی پاکدامنی سے باخبر تھا صرف حاسدین کی اصلاح کے لئے یہ تلاشی کی تھی۔

آخر آدھی رات کو حجرہ کھولا گیا لیکن اراکین سلطنت نے جب وہاں کچھ نہ پایا تو کہنے لگے کہ زمین کے اندر دفینہ ہوگا لہٰذا حجرہ کے اندر کھدائی کی گئی پھر بھی کچھ نہ نکلا۔

جملہ درحیرت کہ چہ عذر آورند
تاازیں گرداب جاں بیروں روند

سب لوگ سخت تعجب میں ہوئے کہ اب شاہ سے کیا معذرت کریں اور اس الزام تراشی کی پاداش سے اپنی جان کو کس طرح چھڑائیں۔

عاقبت نومید دست و لب گزاں

دستہا برسر زناں ہمچو زماں

بالآخر ناامیدی سے اپنے ہاتھ اور لب کاٹ رہے تھے اور اپنے سروں پر عورتوں کی طرح ہاتھ رکھے ہوئے شرمسار تھے۔

شاہ کے سامنے سب حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اب حضور جو سزا بھی دیں ہم اس کے مستحق ہیں لیکن اگر آپ ہم کو معاف کر دیں تو آپ شاہِ کرم ہیں۔

شاہ نے کہا جو فیصلہ ایاز کریں گے وہی فیصلہ ہمارا ہوگا کیونکہ تم لوگوں نے ایاز کی عزت و ناموس کو داغدار کرنے کی کوشش کی ہے لہٰذا میں اس میں کچھ فیصلہ نہ کروں گا اور شاہ نے کہا۔

کن میانِ مُجرماں حکم اے ایاز

اے ایاز پاک با صد احتراز

اے ایاز! تم ان مجرمین پر حکم نافذ کرو اے ایاز تم اس الزام تراشی سے بالکلیہ پاک وصاف اور محترز تھے۔

زا امتحاں شرمندہ خلقے بیشمار

زامتحانہا جملہ از تو شرمسار

اے ایاز تمہاری امتحان سے خلقِ کثیر شرمندہ اور نادم ہے اب ایاز کی سعادت اور اس کی فنائیت اور آدابِ عاشقانہ سنئے۔

گفت اے شہ جملگی فرماں تراست
باوجودِ آفتاب اختر فناست

ایاز نے کہا شاہ جملہ حکمرانی آپ کو زیبا ہے آپ کی نوازش ہے جو آیاز کو یہ عزت بخشی گئی ورنہ غلام تو غلام ہی ہے۔ آفتاب کے سامنے ستارہ کب اپنا وجود رکھتا ہے یعنی کالعدم ہوتا ہے۔

زہرہ کو بُود یا عطارد یا شہاب
کہ بروں آید بہ پیش آفتاب

زہرہ ہو یا عطارد ہو یا شہاب ثاقب یہ کب آفتاب کے سامنے اپنا وجود پیش کر سکتے ہیں۔

شاہ اس بات سے خوش ہوا اور کہا:

اے ایاز از تو غلامی نوریافت
نورت از پستی سوئے گردوں شتافت

اے ایاز تیری عالی حوصلگی سے غلامی اور بندگی کو روشنی عطا ہوئی اور تیرا نور پستی سے فلک کی طرف تیز رفتار ہے۔

حسرت آزدگاں شد بندگی
بندگی راچوں تو داری زندگی

اے ایاز تیری غلامی نے وہ مقام حاصل کیا ہے جس پر آزادی بھی رشک وحسرت کررہی ہے کیونکہ تو نے بندگی کا حق ادا کر کے حقیقی بندگی حاصل کر لی ہے۔

ایاز نے کہا:

گفت آں دانم عطائے تست ایں
ورنہ من آں چار قم و آں پوستیں

یہ سب عالی حوصلگی آپ ہی کی عطا اور آپ ہی کی صحبت کا فیضان ہے ورنہ میں درحقیقت وہی گھٹیا درجہ کا غلام ہوں جو کہ ابتداء میں پھٹی پرانی گدڑی اور پوستین میں حاضر ہوا تھا۔

چارقت نطفہ است و خونت پوستیں
باقی اے خواجہ عطائے اوست ہیں

اے مخاطب! تیری گدڑی نطفہ اور تیری پوستین خون حیض ہے باقی سب کچھ حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہے۔

فائدہ:

اس حکایت میں حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فنائیت کی تعلیم دی ہے کہ جس طرح ایاز عطائے شاہی کے تمام انعامات کے باوجود اپنے کو عجب وتکبر سے بچانے کے لئے ہر روز اپنی پرانی گدڑی اور پوستین کو دیکھتا اور اپنے کو نصیحت کرتا اور کہتا کہ اے ایاز تیری یہی اصل حقیقت تھی شاہ کے تقرب سے ناز نہ کرنا۔ اسی طرح سالکین وطالبین حق کو چاہیے کہ اپنی حقیقت پر ہمیشہ نظر رکھیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کیا انسان کو یہ نہیں معلوم کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ انسان کی اصل تخلیق باپ کے نطفہ اور ماں کے خون حیض سے ہوئی ہے اس کے علاوہ انسان کو ظاہری اور باطنی جو کچھ نعمتیں عطا ہوئی ہیں وہ سب حق تعالیٰ کی عطا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کتنے ہی اعلیٰ مدارج کسی کو عطا فرما دیں مگر اپنی بنیادی

حقیقت نطفۂ پدر اور خونِ حیض مادر کا مراقبہ عجب اور تکبر سے حفاظت کا وقایہ اور ذریعہ ہے یعنی انسان کو بار بار یہ دھیان دل میں رکھنا چاہیے کہ ماں کے پیٹ میں جب انسان کی تخلیق ہوتی ہے تو باپ کے نطفہ اور ماں کے خونِ حیض ہی سے اس کے اعضاء بنتے ہیں پھر ان اعضاء میں بینائی شنوائی عقل وفہم کے خزانے کون رکھتا ہے۔

جاں و گوش و چشم وہوش پاؤ دست

جُملہ از دریائے احسانت پرست

☆☆☆☆☆☆☆

پندرہویں مجلس

☆ بعد نماز فجر سورۃ یٰسین اس طریقہ سے تلاوت کریں کہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بعد لفظ (یٰسٓ) (سات مرتبہ) دُہرائیں پھر آگے سورت تلاوت کریں جب (وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ پر پہنچیں تو اس کو (بارہ مرتبہ) سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ۔ پر پہنچیں تو اس کو (سات مرتبہ) پھر جب اَوَلَيْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِقٰدِرٍ عَلٰی اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰی وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ پڑھیں تو اس کو چودہ (۱۴ مرتبہ) دُہرائیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ اس کے تکرار میں عجیب اسرار ہیں۔

☆ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سورۃ مزمل پابندی سے تلاوت کرتے رہیں۔

طریقہ سورۂ مزمل: اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر سورۂ مزمل کی تلاوت شروع کریں جب ''رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا'' پر پہنچیں تو اس کو تین بار پڑھ کر آگے تلاوت شروع کریں جب ''وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ'' پر پہنچیں تو اس کو بھی تین بار دہرائیں پھر جب ''يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ'' پر پہنچیں تو اس کو بھی تین بار مکرر پڑھیں اور آخر میں ''وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ'' بھی تین بار پڑھیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مذکورہ طریقے سے تلاوت میں عجیب اسرار ہیں۔

حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعض حضرات بزرگان نقشبندیہ رحمہم اللہ کے ختمات کی اجازت مانگی۔

ارشادفرمایا: کہ آپ سب حضرات کو ان ختمات کی اجازت ہے۔

(۱) ختم حضرت خواجہ سراج الدین شاہ صاحبؒ

درود شریف ..... (۱۰۰ مرتبہ)

سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم (۵۰۰ مرتبہ)

درود شریف ..... (۱۰۰ مرتبہ)

(۲) ختم حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب دامانیؒ

درود شریف ..... (۱۰۰ مرتبہ)

سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحٰنَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ ..... (۵۰۰ مرتبہ)

(۳) ختم حضرت حاجی دوست محمد قندہاری صاحبؒ

درود شریف ..... (۱۰۰ مرتبہ)

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن ..... (۵۰۰ مرتبہ)

درود شریف ..... (۱۰۰ مرتبہ)

(۴) ختم حضرت شاہ عبداللہ غلام علی صاحبؒ مجددی دہلوی

درود شریف ..... (۱۰۰ مرتبہ)

یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ، (۱۰۰ مرتبہ)

(۵) ختم حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب فاروقیؒ

درود شریف .... (۱۰۰ مرتبہ)

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ .... (۵۰۰ مرتبہ)

درود شریف .... (۱۰۰ مرتبہ)

(۶) ختم حضرت شیخ احمد امام ربانی مجدد الف ثانیؒ

درود شریف .... (۱۰۰ مرتبہ)

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ .... (۵۰۰ مرتبہ)

درود شریف .... (۱۰۰ مرتبہ)

(۷) ختم حضرت خواجہ محبوب سلطانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

درود شریف .... (۱۰۰ مرتبہ)

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ .... (۵۰۰ مرتبہ)

درود شریف .... (۱۰۰ مرتبہ)

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے خصوصی اجازت

مَولَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ
بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِهٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِهٖ
صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ آلِهٖ
صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ آلِهٖ
صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ آلِهٖ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْ صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ وَ صَلِّ عَلَیْهِ۔

فَکَیْفَ تُنْکِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ
بِهٖ عَلَیْکَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

101 بار (پھر اوپر والی دعا پڑھیں)

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّ فِیْ خُلُقٍ

وَ لَـمْ يُـدَانُـوْهُ فِـىْ عِـلْـمٍ وَّ لَا كَـرَمِ

101 بار (پھراوپر والی دعا پڑھیں)

كُـلُّـهُـمْ مِـنْ رَّسُـوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِـسٌ
غَـرْفًـا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ

101 بار (پھراوپر والی دعا پڑھیں)

كُـلُّ آيٍ اَتَـىْ الـرُّسُـلُ الْـكِرَامُ بِهَـا
فَـاِنَّـمَـا اتَّـصَـلَـتْ مِنْ نُوْرِهِ بِهِمِ

101 بار (پھراوپر والی دعا پڑھیں)

فَـاِنَّـهُ شَـمْـسُ فَـضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا
يُـظْـهِـرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِىْ الظُّلَمِ

101 بار (پھراوپر والی دعا پڑھیں)

جَـآئَـتْ لِـدَعْـوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً
تَـمْشِـىْ اِلَيْـهِ عَـلٰى سَاقٍ بِلَا قَدَمِ

101 بار (پھراوپر والی دعا پڑھیں)

فَـمَـبْـلَـغُ الْـعِـلْـمِ فِيْـهِ اَنَّـهُ بَشَـرٌ
وَ اَنَّـــهُ خَيْـرُ خَـلْـقِ اللّٰهِ كُـلِّهِـمِ

101 بار (پھراوپر والی دعا پڑھیں)

هُـوَ الْحَبِيْبُ الَّذِىْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهُ
لِـكُـلِّ هَـوْلٍ مِّـنَ الْاَهْـوَالِ مُقْتَحِمِ

101 بار (پھر اوپر والی دعا پڑھیں)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مُنْشِ الْخَلْقِ مِنْ عَدَمٖ
ثُمَّ الصَّلٰوةُ عَلَى الْمُخْتَارِ فِيْ قِدَمٖ

101بار

ارشاد فرمایا کہ یہ نو اشعار قصیدہ بردہ کے سردار ہیں۔ ان کو ضرور پڑھنا چاہیے۔ پھر فرمایا کہ آپ دونوں کو میری طرف سے ان کی خصوصی اجازت ہے۔

بندہ اپنے بیٹے نورچشمی مفتی محمد قاسم سلمہ کو اس کی اجازت دیتا ہے

ارشاد فرمایا کہ:

مخالفین کی زبان بندی کے لیے

فَاِنَّهُ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا
يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمٖ

(۳۱۳ بار) پڑھن تصور کر کے اول وآخر تین تین بار درود شریف۔

برائے تسخیر

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهُ بَشَرٌ
وَاَنَّهُ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمٖ

اس کا چلہ، ایک رات (۱۰۰۰ بار) دوسری رات (۵۰۰ بار) تیسری رات (۳۱۳ بار) پڑھنا۔ پھر روزانہ (۱۰۰ بار) پڑھنا۔ مؤکلات حاضر ہوتے ہیں لیکن ان کو جواب بالکل نہیں دینا۔ یا روزانہ (۳۱۳ بار) پڑھنا۔

ہر قسم کی بیماری کے لیے

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْہِ اَنَّہُ بَشَرٌ
وَاَنَّہُ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰہِ کُلِّہِمِ

(۱۰۰ بار) پڑھ کر پانی پر دم کر کے مریض یہ پانی پیا کریں۔

دماغ کے بوجھ کے لیے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ صبح اور شام (۱۰۰ بار) یہ آیۃ شریفہ مع ہر بار بسم اللہ کے پڑھنا۔

برائے ترقی کاروبار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

(۱۰۱ بار) پڑھنا۔ اول و آخر تین بار درود شریف۔

سورۃ مزمل

مغرب کے بعد 7 بار پڑھنا اور جب یہ آیت پڑھیں۔ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا تو یہ آیت 11 بار پڑھیں۔ عشاء کے بعد بھی پڑھ سکتے ہو۔ اس میں بہت تسخیر ہے۔

ارشاد فرمایا کہ:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ مُقْتَدِرُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمُقْتَدِرُ مَنْ فِی الْاَرْضِ لَا مُقْتَدِرَ فِیْھِمَا غَیْرُکَ، اَقْدِرْنِیْ عَلٰی عَمَلٍ فِیْ رِضَاکَ۔ روزانہ (۱۰۰ بار) پڑھنا اول و آخر تین بار درود شریف۔ یہ بہت زبردست وظیفہ ہے اس میں دنیا اور

آخرت کی کامیابی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ:

یَا عَزِیْزُ عَزِّزْنِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (۱۰۷ بار) پڑھنا اول و آخر تین تین بار درود شریف۔ حضرت مولانا شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ زبردست وظیفہ ہے۔ یہ مجھے الہامی طور پر ملا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ:

پریشانی کو دور کرنے کے لیے

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْـتَ سُبْـحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ (۲۰۰ بار) پڑھنا۔ اول و آخر تین تین بار درود شریف۔

برائے تسخیر

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ جَبَّارُ مَنْ فِی الْاَرْضِ وَجَبَّارُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ لَا جَبَّارَ فِیْهِمَا غَیْرُكَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ مُقْتَدِرُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمُقْتَدِرُ مَنْ فِی الْاَرْضِ لَا مُقْتَدِرَ فِیْهِمَا غَیْرُكَ یہ کلمات (۱۵۵ بار) عشاء کے بعد پڑھیں۔

ارشاد فرمایا کہ:

برائے حصولِ محبت رسولؐ

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْـتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا حَـیُّ یَـا قَیُّوْمُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اَعْطِنِیْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ

وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِىْ اِلٰى حُبِّكَ (۱۰۱بار) اول وآخر تین بار درود شریف رات کو پڑھنا۔

ارشادفرمایا کہ:

برائے دفعِ تنگدستی

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَغْنِنِىْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ (۱۰۰بار) صبح اور (۱۰۰بار) شام۔ اول وآخر تین تین بار درود شریف۔

ہر قسم کی بیماری کے لیے

سورۃ قدر اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ الخ (۷بار) صبح وشام۔ اول وآخر تین تین بار درود شریف پڑھ کر مریض پر دم کرنا۔ یہ تریاق ہے ہر قسم کی بیماری کے لیے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ عامل کو چاہیے کہ سورۂ مزمل کا معمول رکھے بزرگوں نے اس کی تلاوت میں دینی اور دنیوی بہت فائدے اٹھائے ہیں اس کی تلاوت ہر آفت اور مصیبت کو دور کرتی ہے اور عزت بڑھاتی ہے اور پڑھنے والا جس کام کے لیے پڑھے وہ آسان ہو جاتا ہے اور زمانہ کی تکلیفوں سے محفوظ رہتا ہے۔

اور بعض بزرگوں سے اکتالیس بار کا پڑھنا بھی پہنچا ہے سُورۃ مزمل کے معمول رکھنے کی یہ بھی ترکیب ہے کہ عشاء کے بعد دو رکعتوں میں اکتالیس بار پڑھے اس طرح کہ اکتالیس بار پہلی رکعت میں اور بیس بار دوسری رکعت میں اور آسانی اور مجرب ایک طریق یہ بھی ہے کہ بعد سنت فجر کے ایک بار اور بعد ہر نماز پنجگانہ کے دو دو بار کہ شب و روز میں

گیارہ بار پڑھا جاوے اور اگر گیارہ بار پڑھنے کی بھی فرصت نہ ہو تو سات بار ورنہ ایک بار تو ضروری باناغہ پڑھے لیکن جب اس آیت پر پہنچے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا تو پچیس مرتبہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھ کر سورۃ تمام کرے۔

خصوصی وظیفہ

(۱) سُبْحَانَ اللّٰهِ اَضْعَافَ مَا سَبَّحَ لَكَ الْمُسَبِّحُوْنَ

(۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَضْعَافَ مَا حَمَّدَ لَكَ الْحَامِدُوْنَ

(۳) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَضْعَافَ مَا هَلَّلَ لَكَ الْمُهَلِّلُوْنَ

(۴) اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَضْعَافَ مَا كَبَّرَ لَكَ الْمُكَبِّرُوْنَ

(۵) وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اَضْعَافَ مَا مَجَّدَ لَكَ الْمُمَجِّدُوْنَ۔ ان میں سے ہر ایک روزانہ 100 بار پڑھنا۔

خصوصی وظیفہ

يَا عَزِيْزُ عَزِّزْنِىْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ **(107بار)**

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: کہ آپ کو ان سب کی میری طرف سے اسی طرح اجازت ہے جس طرح مجھے میرے مشائخ نے اجازت دی تھی۔ ارشاد فرمایا! کہ میرے عزیزو! آخر میں آپ کو حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک نادر المثال واقعہ سناتا ہوں۔ پھر فرمایا یہ اس لئے کہ آپ حضرات کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے اکابر کس پائے کے بزرگ تھے۔

شیخ سعید بن مسیّب کی صاحبزادی کا نادر المثال واقعہ

ارشاد فرمایا کہ! ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک نوجوان ابو وداعہ نامی تھا اس نے خود اپنا قصہ بیان کیا کہ میں طلب علم کا بے حد شوق رکھتا تھا اس کے لئے ہر روز مسجد نبوی شریف کے علمی حلقوں میں شریک ہوتا، خاص طور پر شیخ سعید بن المسیبؒ کے علمی حلقے کو دل و جان سے پسند کرتا تھا اس میں ہجوم کے باوجود ہر روز حلقہ کے صف اول میں رہتا اور کسی دن بھی غیر حاضر نہ ہوتا، علاوہ ازیں شیخ کے درس کو پابندی سے لکھ لیا کرتا تھا۔

طویل عرصہ تک میرا یہ معمول رہا درمیان میں چند ایک یوم غیر حاضر رہا، شیخ نے میری غیر حاضری محسوس کی اور شاگردوں سے پوچھا، ابو وداعہ کیا بیمار ہو گیا یا اس کو کوئی عذر پیش آیا ہے؟

شاگردوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا، شیخ خاموش ہو گئے۔

دو چار یوم کے بعد میں خود حاضر ہو گیا تو شیخ نے پوچھا ابو وداعہ کیا حال ہے؟ مزاج کیسا ہے؟ کہاں تھے؟

میں نے کہا سیدی میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا اس کی تجہیز و تکفین کے بعد میرا برا حال ہو گیا ہر وقت اداس اداس رہنے لگا باہر نکلنا تو درکنار کھانا پینا بھی بند ہو گیا ہر تھوڑی دیر بعد گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ اب کچھ افاقہ محسوس ہوا تو حاضر ہو گیا۔ براہ کرم میری غیر حاضری معاف کر دی جائے۔

شیخ سعید بن المسیبؒ نے کہا، ارے تم نے یہ کیا غضب کیا انتقال کی خبر ہمیں بھی

دیتے تو ہم جنازے میں شرکت کرتے، اس کی مغفرت کی دعا کرتے اور تمہارے غم میں شریک ہوتے۔

میں نے کہا حضرت خیال تو ضرور آیا لیکن میں ایک غریب آدمی ہوں آپ کے عظیم مشاغل میں خلل ڈالنا پسند نہیں کیا۔ آپ کو زحمت نہ دی، ارادہ یہی تھا کہ آج کل میں اطلاع دوں لیکن چند دن ایسے ہی گزر گئے، اب آپ دعا فرمادیں میں خود بھی جناب کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ شیخؒ کی آنکھیں پرنم ہوگئیں، رقت قلبی سے دعا فرمائی مجھ کو تو اس وقت تسلی ہوگئی اور یقیناً میری بیوی کی بھی مغفرت ہوگئی ہوگی اس کے بعد شیخؒ کی مجلس برخواست ہونے لگی تو میں بھی اٹھ کھڑا ہوا، شیخؒ نے مجھے روک لیا جب سب لوگ چلے گئے تو شیخؒ نے فرمایا ابووداعہ کیا تم نے نکاح ثانی کیلئے غور نہیں کیا؟

میں نے بے تکلف کہہ دیا حضرت مجھ غریب کو کون اپنی بیٹی دے گا میری پرورش تو یتیمی حالت میں ہوئی اور جوانی فقر وفاقہ میں گزری اور اب تو میں دو چار درہم کا بھی مالک نہیں ہوں، ان حالات میں دوسرے نکاح کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

شیخؒ نے فرمایا نہیں نہیں ایسا نہیں ہے اگر میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کردوں تو کیا تم کو اتفاق ہے؟

اس استفسار پر میری زبان بند ہوگئی جواب نہ بن پڑا، حیرانی میں اس طرح بول پڑا۔

آپ اپنی صاحبزادی سے میرا نکاح کرنا چاہتے ہیں جبکہ جناب کو معلوم ہے کہ میں ایک غریب مسکین طالب علم ہوں میرے روزگار کا بھی تو کچھ انتظام نہیں۔

شیخؒ نے فرمایا، ہاں! ہاں! ہم اسلامی تعلیمات کے پابند ہیں، نبی کریم ﷺ نے

ارشاد فرمایا ہے۔ ''جب تمہارے پاس ایسے شخص کا رشتہ آئے جس کے دین و اخلاق سے تم مطمئن ہو اس کو قبول کرلو'' (الحدیث)

الحمدللہ ہم تمہارے دین و اخلاق سے مطمئن ہیں آؤ بسم اللہ کریں۔ پھر شیخ نے عصر کی نماز کے بعد حاضرین میں اعلان کروایا۔

لوگو! مجلس نکاح میں شریک ہوں شیخ سعید بن المسیب اپنی صاحبزادی کا نکاح ابووداعہ سے کرنا چاہتے ہیں۔

اس اعلان پر سارے حاضرین ٹوٹ پڑے شیخ نے خطبہ پڑھا اور صرف دو درہم مہر پر میرا نکاح کر دیا۔ نکاح کے بعد لوگوں نے گرم جوشی سے مبارکباد دینی شروع کی میں اس اچانک صورت سے حیران تھا کہ لوگوں کو کیا جواب دوں دل خوشیوں اور مسرتوں سے بھرا جارہا تھا۔ حاضرین میں یہ چرچا تھا کہ شیخ نے کیسا عجیب وغریب و اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے نکاح کے لئے علم و اخلاق کو معیار بنایا اور حدیث رسول کی عملی تفسیر پیش کی ہے۔

مجلس نکاح کے اس ہجوم سے فارغ ہو کر میں اپنے گھر آیا، اس دن روزہ سے تھا اور اپنا روزہ بھی بھول گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا، اے ابووداعہ تو نے یہ کیا ذمہ داری قبول کرلی؟ گھریلو خرچ کیلئے کس سے قرض لے گا؟ اور ضرورت کا اظہار کس کس سے کرے گا؟ بیوی کی ضرورتیں کیسے پوری ہوں گی؟ وغیرہ وغیرہ۔

انہی خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ عشاء کی اذان ہوگئی مسجد نبوی تشریف لایا نماز ادا کی پھر نوافل کے بعد اپنے گھر افطار کیلئے روٹی اور زیتون کا تیل تھا بس دو ایک لقمے لیا تھا کہ دروازہ پر کسی نے دستک دی میں نے پوچھا کون؟ جواب ملا سعید!

اللہ کی قسم میرا ذہن ہر اس شخص کی طرف گیا جس کا نام سعید تھا سوائے سعید بن

مسیب کے جو کبھی کسی کے دروازے پر دیکھے نہیں گئے۔ مدینہ منورہ میں یہ بات عام تھی کہ شیخ سعید بن مسیب چالیس سال سے سوائے اپنے گھر اور مسجد نبوی شریف کے اور کہیں دیکھے نہیں گئے۔

بس میں اٹھا اور دروازہ کھول، دیکھا تو شیخ سعید بن مسیب کھڑے ہیں مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا اور دل میں یہ وسوسہ آیا کہ شاید شیخ اپنا فیصلہ واپس لینے آئے ہیں ممکن ہے صاحبزادی صاحبہ راضی نہ ہوئی ہوں۔

میں نے عرض کی حضرت نے یہ زحمت کیوں فرمائی مجھ کو یاد فرما لیتے میں خود حاضر ہو جاتا۔

شیخ نے فرمایا نہیں نہیں! آج مناسب یہی ہے کہ میں تمہارے گھر آؤں میں نے عرض کی تشریف لائے غریب خانہ حاضر ہے، زہے نصیب، اللہ اکبر، فرمایا میں ایک ضروری کام کیلئے آیا ہوں اللہ کے فضل و کرم سے آج میری بیٹی تمہاری بیوی ہو چکی ہے اور مجھے معلوم ہوا کہ تم اپنے گھر تنہا ہو گھر میں اور کوئی نہیں ہے میں نے یہ بات مناسب نہ سمجھی کہ تم ایک گھر میں ہو اور تمہاری بیوی دوسرے گھر میں، لو یہ تمہاری بیوی کھڑی ہے اس کو اپنے گھر لے جاؤ اللہ تمہارے گھر میں برکت نصیب کرے۔

(ابو وداعہ کہتے ہیں) میں نے جو دیکھا تو صاحبزادی کو کھڑا پایا جو شرم و حیا سے گری جا رہی تھیں۔ میری حیرت و تعجب کی انتہا نہ رہی۔ میں نے کہا اے میرے آقا آپ نے یہ کیا کیا؟ میں نے اس استقبال کیلئے کوئی تیاری بھی تو نہیں کی ہے۔ فرمایا، کوئی حرج نہیں، پھر صاحبزادی سے فرمایا بیٹی اللہ کے نام اور اس کی برکت کے ساتھ گھر میں داخل ہو۔

یہ کہہ کر شیخ تو رخصت ہو گئے میں اس نعمت عظیمٰ کو اپنے گھر لے آیا۔ جب وہ اندر آگئیں تو میں نے روشنی سے اپنا وہ افطار ہٹا دیا جس کے دو ایک لقمے لے چکا تھا تا کہ عزیز مہمان کی اس پر نظر نہ پڑے اور پھر میں حیرانی کی حالت میں کھڑا رہ گیا کچھ بھی تو سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہوں اور کس طرح استقبال کروں۔

پھر مہمان کو میں نے وہیں چھوڑا اور چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی، پڑوسیوں نے کہا کیا بات ہے؟ کیا حادثہ پیش آیا؟

میں نے کہا آج شام مسجد نبوی شریف میں شیخ سعید بن المسیب نے اپنی صاحبزادی کا نکاح مجھ سے کر دیا تھا اس وقت وہ دلہن میرے گھر پہنچ گئے ہیں آپ حضرات کچھ دیر کیلئے میرے گھر آئیں تاکہ مہمان کی تسلی ہو، ابھی میں اپنی ماں کو لینے جا رہا ہوں۔ (ابو وداعہ کی ماں کچھ فاصلہ پر اپنی صاحبزادی کے گھر مقیم تھیں)۔

پڑوسیوں میں سب سے پہلے ایک بڑھیا خاتون نے اس طرح جواب دیا، کیا کہہ رہے ہو؟ شیخ سعید بن المسیبؒ نے اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کر دیا؟ اور پھر اس کو تمہارے گھر چھوڑ گئے ہیں؟ کیسا ایسا ممکن ہے؟ تمہاری عقل ٹھکانے ہی یا نہیں؟ شیخ نے تو امیر المومنین عبدالملک بن مروان کے بیٹے شاہزادہ ولید بن عبدالملک کا رشتہ قبول نہ کیا تھا اور اب تم سے اس کا نکاح کر دیا؟

میں نے کہا خالہ جان واقعہ یہی ہے، گھر آیئے دیکھئے صاحبزادی تشریف فرما ہیں۔

پھر کیا تھا پڑوسیوں کی قطار لگ گئی اور میں اپنی والدہ کو لینے گھر سے نکلا بہت جلد والدہ صاحبہ کو لے آیا، جب میری ماں نے یہ منظر دیکھا کہ غریب خانے میں چاند نکل آیا تو

دلہن کو اپنے گلے لگالیا اور مجھ سے کہا بیٹا بات سنو، تم سے اس وقت تک بات نہ کر
جب تک کہ دلہن کو مدینہ منورہ کی معزز وامیر زادیوں کی طرح آرائش وزیبائش
تمہارے یہاں نہ لے آؤں۔

ارشاد فرمایا! کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی کامل اتباع
فرمائیں۔ پھر ہم نے رخصت لی اور پشاور واپس آگئے۔